دعوتنا: عودۃ بالأمۃ إلی الکتاب والسنۃ

المنار

مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی

۲۰۱۵

تو اے مسافرِ شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغِ جگر سے نورانی

مدیر
عزیر احمد نور الہدیٰ

نائب مدیر
یاسر اسعد اسعد اعظمی

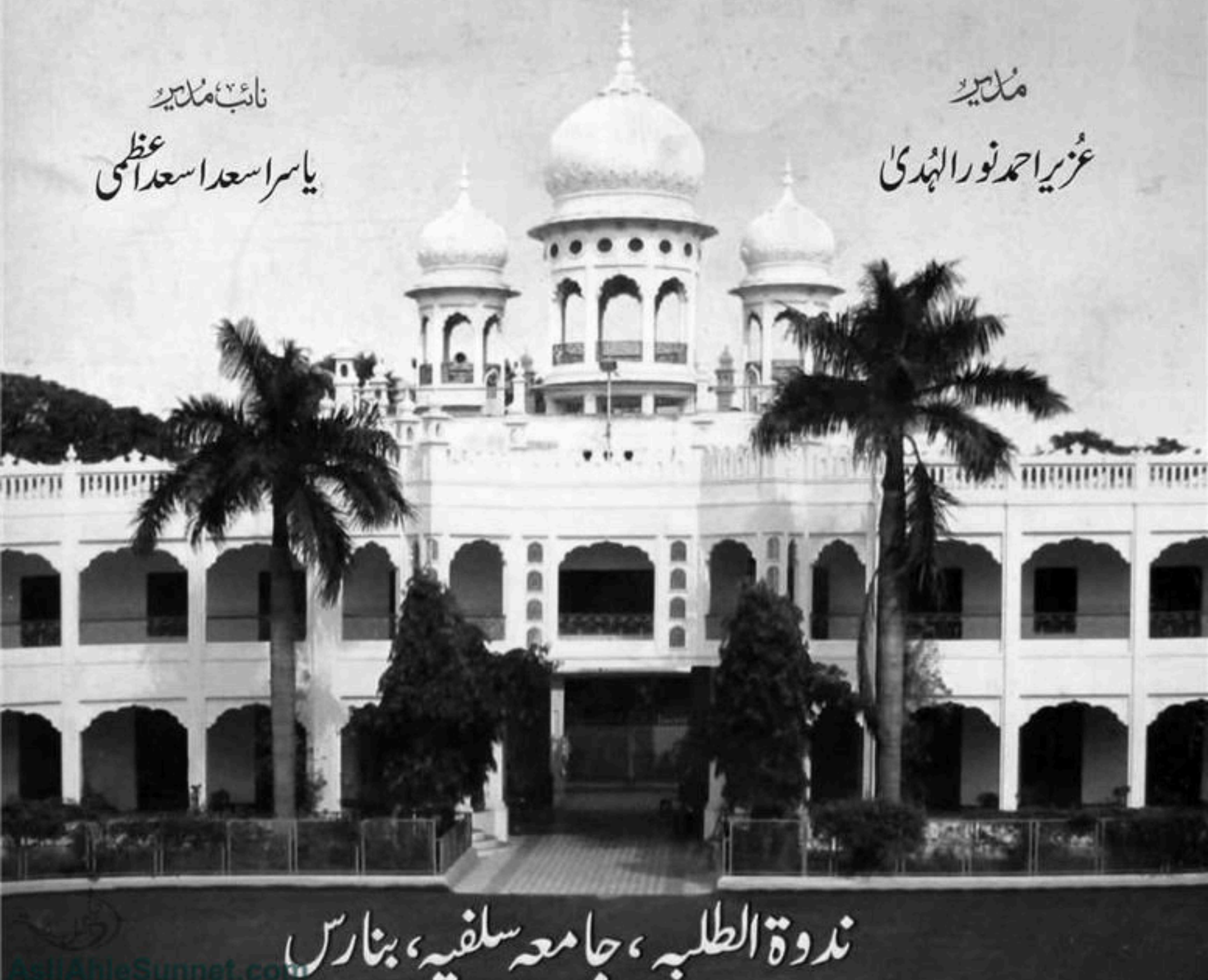

ندوۃ الطلبہ، جامعہ سلفیہ، بنارس

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طلبۂ جامعہ سلفیہ کا علمی وفکری ترجمان

56480
148/067
013749

المنار

شمارہ نمبر: ۳۷، تعلیمی سال ۱۴۳۵-۳۶ھ = ۲۰۱۴-۱۵ء

سرپرست

جناب مولانا نعیم الدین صاحب مدنی

شیخ الجامعة السلفیة

مدیر	نگراں	نائب مدیر
عزیر احمد نور الہدیٰ	عطاء الرحمٰن حبیب الرحمٰن	یاسر اسعد اسعد اعظمی

مجلس مشاورت

1. عبد اللہ تمجید عالم / ف ۳
2. عبد القادر محمد منیر الدین / ف ۲
3. عطاء اللہ عبد اللہ / ف ۱
4. خبیب حسن فضل حق / ع ۲
5. حمود سہیل احمد / ع ۱

AsliAhleSunnet.com

نگہداران لالہ زار

مولانا شاہد جنید صاحب سلفی	صدر جامعہ	مولانا مظہر احسن ازہری صاحب	نائب صدر
الحاج عبدالرشید صاحب رمالیر کوٹلہ	نائب صدر	مولانا عبداللہ سعود صاحب سلفی	ناظم اعلی
مولانا عبداللہ زبیری صاحب	نائب ناظم	الحاج ارشد وزیری صاحب ربھدوہی	نائب ناظم
مولانا نعیم الدین صاحب مدنی	شیخ الجامعہ	مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلفی	استاذ جامعہ
مولانا محمد مستقیم صاحب سلفی	استاذ جامعہ	ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحب مدنی	استاذ جامعہ
مولانا محمد یونس صاحب مدنی	استاذ جامعہ	مولانا عبیداللہ طیب صاحب مکی	استاذ جامعہ
مولانا علی حسین صاحب سلفی	استاذ جامعہ	مولانا سعید میسور صاحب مدنی	استاذ جامعہ
مولانا محمد عبدالقیوم صاحب مدنی	استاذ جامعہ	مولانا عبدالکبیر صاحب مدنی	استاذ جامعہ
مولانا اسعد صاحب اعظمی	استاذ جامعہ	مولانا ابوالقاسم صاحب سلفی	استاذ جامعہ
مولانا محمد موسی صاحب سلفی	استاذ جامعہ	مولانا محمد یحییٰ صاحب فیضی	استاذ جامعہ
مولانا احسان اللہ صاحب سلفی	استاذ جامعہ	مولانا عبدالمتین صاحب مدنی	استاذ جامعہ
مولانا محمد انس صاحب مکی	استاذ جامعہ	مولانا عبدالرحیم صاحب ریاضی	استاذ جامعہ
مولانا محمد اسلم صاحب مبارک پوری	استاذ جامعہ	مولانا محمد ایوب صاحب سلفی	استاذ جامعہ
مولانا نورالہدی صاحب سلفی	استاذ جامعہ	ماسٹر احمد حسین صاحب بستوی	استاذ جامعہ
ماسٹر نیر احمد واحدی صاحب گیاوی	استاذ جامعہ	ماسٹر سرفراز احمد صاحب اعظمی	استاذ جامعہ
ماسٹر محمد حمزہ صاحب بنارسی	استاذ جامعہ	قاری محمد ابوطاہر صاحب سلفی	استاذ جامعہ
قاری شجاع الدین صاحب سلفی	استاذ جامعہ	حافظ عبدالحکیم صاحب فیضی	استاذ جامعہ
حافظ عبدالرحیم صاحب بنارسی	استاذ جامعہ	حافظ عبدالشکور صاحب سلفی	استاذ جامعہ
حافظ عبدالرحمٰن صاحب سلفی	استاذ جامعہ		

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

کاروان بہار

☆ عطاء الرحمٰن حبیب الرحمٰن رف ۳	صدر	☆ عبداللہ تمجید عالم رف ۳	نائب صدر
☆ عبداللہ ثاقب مقصود عالم رف ۲	ناظم	☆ مسیح الزماں عبدالوفاء رف ۲	نائب ناظم
☆ طارق اسعد اسعد اعظمی رف ۲	امین لجنۃ الثقافہ	☆ نثار احمد محمد یاسین رف ۲	نائب امین لجنۃ الثقافہ
☆ عزیر احمد نور الہدیٰ رف ۲	مدیر مجلّہ ''المنار''	☆ یاسر اسعد اسعد اعظمی	نائب مدیر
☆ محمد ثناء اللہ محمد شاکر رف ۳	محاسب	☆ صہیب حماد محمود یاسر رف ۳	خازن
☆ زید احمد محمد شریف رف ۱	معتمد شعبۂ عربی	☆ عبدالصمد عطاء اللہ رف ۱	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ امانت حسین ارضاء الحق رف ۱	معتمد شعبۂ عربی	☆ محمد عارف قسیم الدین رف ۱	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ محمد کاشف شکیل احمد رف ۱	معتمد شعبۂ عربی	☆ عبدالالہ رضوان محمد رضوان رف ۱	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ عطاء اللہ عبداللہ رف ۱	معتمد شعبۂ عربی	☆ محمد کوثر عبدالستار رف ۱	نائب معتمد شعبۂ عربی
☆ صبغت اللہ رحمت اللہ رف ۳	معتمد شعبۂ اردو	☆ محب الاسلام گوہر علی رع ۲	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ اکبر علی اختر علی رف ۳	معتمد شعبۂ اردو	☆ خبیب حسن فضل حق رع ۲	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ شکیل احمد نجریس احمد رف ۲	معتمد شعبۂ اردو	☆ محمد عارف عبدالمالک رع ۲	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ ارشاد احمد عبدالرشید رف ۱	معتمد شعبۂ اردو	☆ قطب الرحمٰن عبدالحئی رع ۲	نائب معتمد شعبۂ اردو
☆ صفی الرحمٰن کلیم اللہ رف ۳	امین دارالکتب	☆ عبدالقادر محمد منیر الدین رف ۳	نائب امین دارالکتب
☆ مقصود عالم محمد رضا رف ۳	رکن دارالکتب	☆ بحرالاسلام شمس الحق رف ۲	رکن دارالکتب
☆ مجیب الرحمٰن شفیق الرحمٰن رف ۱	رکن دارالکتب	☆ کوثر اعظم عبدالستار رع ۲	رکن دارالکتب
☆ محمد عاصم افضال احمد رف ۲	امین دارالأخبار	☆ سراج الدین عبدالکریم رف ۲	رکن دارالأخبار
☆ محمد آصف وکیل احمد رع ۲	رکن دارالأخبار	☆ عبدالمالک ابوطاہر رع ۲	رکن دارالأخبار
☆ مشرق العالم عبداللطیف رع ۱	رکن دارالأخبار	☆ آفتاب احمد وکیل احمد رع ۱	رکن دارالأخبار
☆ زبیر عالم شمس الضحیٰ رف ۲	أمین البرید	☆ ابوالخیر عبدالخالق رع ۱	رکن ندوۃ الطلبہ
☆ عبدالرحمٰن محمد مبارک	رکن ندوۃ الطلبہ		

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

چمن چمن گلبار

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگاران	صفحہ
۱	غنچۂ خاطر	بقلم مدیر	۷
۲	سرگذشت چمن	ناظم ندوۃ الطلبہ	۲۲
☆	**علوم القرآن**		۳۲
۳	قوم یہود کی اخلاقی حالت قرآن کی نظر میں	قطب الرحمٰن عبدالحیٔ/ ع۲	۳۳
۴	حضرت ابوبکر اور عثمان رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن میں فرق	اسد اللہ ابوطالب/ ع۱	۳۹
۵	ترتیب سور توقیفی یا غیر توقیفی؟	مقصود عالم محمد رضا/ ف۳	۴۵
☆	**علوم الحدیث**		۵۰
۶	شروط صحیحین جنھیں محدثین نے استقرا کے بعد استخراج کیا ہے	عبدالکریم محمد عمر/ ف۲	۵۱
۷	محدثین کے نزدیک مذاکرہ کے فوائد	محمد کاشف شکیل احمد/ ف۱	۵۶
☆	**فقہیات**		۶۱
۸	ساقط کی نماز جنازہ کا حکم	قطب الدین نجاب الدین/ ف۱	۶۲
۹	افتاء اور مفتی کے شروط	آصف علی عبدالرشید/ ف۳	۶۷
۱۰	زنا کے مرتکب مرد وزن کے باہمی نکاح کی شرعی حیثیت	محمد نثار محمد یاسین/ ف۲	۷۶
☆	**تحقیقات**		۸۱
۱۱	اسراء اور معراج صرف روحانی یا جسمانی بھی؟	محمد عرفان محمد مصطفیٰ/ ف۲	۸۲
۱۲	شکرانے کی نماز: ایک تحقیقی جائزہ	طارق انور ابوشمع/ ف۱	۸۸

AsliAhleSunnet.com

☆	**معاشرت**		۹۶
۱۳	باہمی تعامل میں مناصب ومراتب کی رعایت	عبدالالہ رضوان محمد رضوان/ ف ۱	۹۷
۱۴	خوف کی تجارت	عبدالقادر محمد منیر الدین/ ف ۲	۱۰۲
☆	**تاریخ**		۱۰۸
۱۵	تاریخ ہند میں آر، ایس، ایس کی ریشہ دوانیاں	ہلال احمد ہدایت اللہ/ ف ۳	۱۰۹
۱۶	برصغیر میں کلمۂ ''اہل حدیث'' کی تاریخ	احسان مولوی احمد مولوی/ ع ۲	۱۱۴
☆	**سائنس**		۱۲۱
۱۷	پلاسٹک سرجری کی حقیقت	توحید عالم امداد الحق/ ف ۲	۱۲۲
۱۸	متعدی بیماریاں اسلام اور سائنس کی نظر میں	عبدالحسیب اکبر علی/ ع ۲	۱۲۷
۱۹	انسانی زندگی پر ماحولیات کا اثر	مختار احمد عبدالوہاب/ ف ۲	۱۳۳
☆	**اردو ادب**		۱۳۹
۲۰	مولانا عبدالحلیم شرؔر اور ان کی ادبی خدمات	عطاء اللہ عبداللہ/ ف ۱	۱۴۰
۲۱	ادب اور مذہب	طارق اسعد اسعد اعظمی/ ف ۲	۱۴۷
☆	**تحریکات**		۱۵۳
۲۲	مولانا ابوالکلام آزاد اور تحریک خلافت	شہاب الدین عطاء اللہ/ ع ۱	۱۵۴
☆	**شخصیات**		۱۵۹
۲۳	مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ: حیات وخدمات	یاسر اسعد اسعد اعظمی/ ف ۱	۱۶۰
۲۴	علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری: بحیثیت سیرت نگار	محمد فیروز محمد مصطفیٰ/ ع ۱	۱۶۷
۲۵	شارح ترمذی علامہ عبدالرحمن محدث مبارکپوری: حیات وخدمات	افسر حسین نور محمد/ ع ۱	۱۷۲

AsliAhleSunnet.com

۲۶	عربی زبان کے تین عظیم ہندوستانی اہل حدیث ادیب	محمد عاصم افضال احمد/ف۲	۱۷۹
☆	**ابلاغیات**		۱۸۵
۲۷	نیوز ایجنسیاں اوران پر یہودیوں کا شکنجہ	عبداللہ تمجید عالم/ف۳	۱۸۶
☆	**فرق**		۱۹۲
۲۸	فتنۂ پرویزیت: افکار ونظریات	محمد پرویز عالم تفضّل حسین/ف۱	۱۹۳
۲۹	عیسائیت کی تبلیغ اوراس کا طریقۂ کار	لعل محمد عبدالقادر/ف۳	۲۰۰
☆	**شعر وسخن**		۲۰۶
۳۰	غزل	عبدالقادر منیر محمد منیر الدین/ف۲	۲۰۷
۳۱	مسلمانوں سے خطاب	عطاء اللہ عبداللہ سدھارتھ نگری/ف۱	۲۰۸
۳۲	نظم	ندیم الرحمٰن محمد کلیم/ف۱	۲۰۹
۳۳	الوداعی نظم	عطاء اللہ عبداللہ سدھارتھ نگری/ف۱	۲۱۰

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

انگشت قلم بردار

غنچۂ خاطر

بقلم: مدیر

مرکز علم وہنر، جامعہ سلفیہ بنارس کا سالانہ مجلہ عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتا، رفعت وشہرت کی پیشانی چومتا اور چمن عالم کی سیر کرتا ہوا ایک بار پھر آپ کی خدمت میں نغمہ سنج ہے:

نئے لباس میں چیزیں نئی میں لایا ہوں ورق کی گود میں موتی چھپا کے آیا ہوں
جھڑیں گے پھول میرے لب سے چن سکو تو چنو گلوں سے آج میں سودا جو کر کے آیا ہوں

اور بہار نو کی آمد کے اس پر کیف اور حیات بخش موقع پر نہاں خانۂ دل میں اٹھنے والا جذبۂ سرور کچھ اس رنگ میں ڈھلتا ہے:

چھایا سماں بہار کا گل مسکرا اٹھے بھولے خزاں کا دور چمن لہلہا اٹھے
کلیاں کھلی ہیں محو تکلم ہیں شمس سے ہلکی ہوا چلی کہ شجر گنگنا اٹھے

عنادل جامعہ کا ۳۷ رواں شمارہ ہماری قلمی کاوشوں کا ثمرہ، ادبی ذوق کی دلیل، فکر ونظر کی قندیل اور مادر علمی جامعہ سلفیہ کے تعلیمی، تہذیبی اور ثقافتی معمولات کا عکس جمیل ہے۔ ہمارا یہ فن پارہ کتاب وسنت کا ترجمان، سلفیت کا نگہبان اور منبع نور وعرفان ہے۔ یہ ہماری جگر کاویوں، جانفشانیوں کا آئینہ دار ہے۔ ہر چند کہ ہم نے سال بھر کشت صحافت کی آبیاری کی ہے اور خشت وسنگ کے اس ڈھیر میں علم وادب کا سبزہ اگانے کے لیے اپنی ساری توانائی صرف کی ہے، مگر ہماری یہ کوشش ثمر آور ہوئی یا نہیں، فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہم نے اس مجلّہ کو حسین، دل آویز اور علم نواز بنانے نیز صحافت کی گیسوئے برہم اور زلف پریشاں کو سنوارنے میں اپنی لیاقت کا پورا استعمال کیا ہے، لیکن صحافت کی کاکل پرشکن کو سلجھا سکے یا نہیں، میزان عدل قائم کیجیے اور فرمان جاری کیجیے، ہم آپ کی تنقید کو اصلاح اور راہ نمائی کا نام دیں گے، کیوں کہ ہماری نظر ڈاکٹر بشیر بدر کے اس ترکیب بند پر مرکوز ہے (تھوڑی سی تحریف کے ساتھ)۔

مخالفت سے مری شخصیت سنورتی ہے
میں ناقدوں کا بڑا احترام کرتا ہوں

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

دور حاضر میں صحافت کا تعارف اور شعبہائے زندگی پر اس کی مضبوط گرفت کے بیان میں خامہ فرسائی کا احتیاج باقی نہ رہا، مرور ایام اور نیرنگیٔ زماں نے اس کی اہمیت کو دو چند کر دیا ہے اور اس میں افادہ واستفادہ کے گونا گوں گوشے اجاگر کیے ہیں، تاہم اس کی خوبیوں کو چند جملوں میں یوں محصور کیا جاسکتا ہے کہ صحافت انسانی برادری اور معاشرے کا ترجمان اور نباض ہوا کرتی ہے، وقت کی کوکھ سے جنم لینے والے واقعات وحادثات کو تاریخ کا حصہ بنا دیتی ہے، یہ وہ کتاب حیات ہے جس میں زندگانی کے مختلف النوع مضامین قلم بند ہوتے ہیں، یہ آپ بیتی کو جگ بیتی بنا دیتی ہے، صحافت زندگی کا وہ آب دار آئینہ ہے جس میں قوموں کی تصویر بالکل نمایاں نظر آتی ہے۔

بچا کے رخ جو گزرتے ہو گزر جاؤ تم
میں آئنہ ہوں میری اپنی ذمہ داری ہے

لیکن عصر رواں میں اس روئے تاباں پر تعصب وقومیت اور زر پرستی کی گرد جم چکی ہے اور اس طلسمی پیالے میں ابھرنے والی تصویریں بالکل دھندلی دھندلی سی نظر آنے لگی ہیں۔ آج اسلام کے خلاف جس طرح قابل اعتراض مواد شائع کیے جارہے ہیں اور میڈیا کے توسط سے عالمی منظر نامہ پر اسلام اور مسلمانوں کی جو شبیہ نمودار ہو رہی ہے، فی الواقع اس کا حقائق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، بلکہ حق پر ڈالی گئی وہ دبیز چادر ہے جس میں انصاف کا دم گھٹتا نظر آتا ہے۔ معروف اہل حدیث صحافی سہیل انجم اسی پہلو کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''آج میڈیا کے پاس دو دماغ ہیں اور دو زبانیں ہیں، دو نقطۂ نظر ہے اور دو زاویۂ نگاہ ہے اور دو عینکیں ہیں، ایک عینک سے وہ مسلمانوں کو دیکھتا ہے اور دوسرے سے باقی دنیا کو۔ پہلی عینک سے پوری دنیا کا مسلمان دہشت گرد اور تخریب پسند نظر آتا ہے اور وہ اسی عینک سے مسلمانوں کو دیکھنا بھی پسند کرتا ہے۔ ٹی وی چینل کے بیشتر اینکر اسی چشمے کو پہنے ہوئے ہیں اور اسی سے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں''۔ بطور سند انہیں کی تحریر کا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو: ''ہندوستانی پرنٹ میڈیا نے دنیائے اسلام پر کس طرح یلغار شروع کی اس کا اندازہ لگانے کے لیے کثیر الاشاعت انگریزی اخبار ''ہندوستان ٹائمز'' کی رپورٹنگ کا نمونہ ملاحظہ ہو، ۱۱ر ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد اپنی ایک اشاعت میں اس اخبار نے لکھا: ''مذہبی ہٹ دھرمی اور اسلامی بنیاد پرستی سے بھی ایسا ہی خطرہ ہے جیسا کہ دوسری جنگ عظیم سے قبل فاشسٹوں سے تھا۔ افغانستان سے ایران، عراق، سعودی عرب اور مصر تک کے ملکوں کے سماجی اور سیاسی حالات پر سرسری نظر ڈالنے سے حکومتوں کے جابرانہ نظام کا پتہ چلتا ہے اور اسلامی کٹرپن سے یہ صورت حال اور بھی بوجھل ہوگئی ہے''۔ مذکورہ اقتباسات سے معاصر میڈیا کا روپ اور بہروپ سامنے آہی گیا ہوگا اور یہ بھی آشکارا ہوا ہوگا کہ اعداء اسلام نے میڈیا کو اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کا سب سے کارآمد ذریعہ اور ہتھیار بنا رکھا ہے، اس کی زندہ مثال یورپی ملک فرانس کی راجدھانی ''پیرس'' سے شائع ہونے والی

AsliAhleSunnet.com

میگزین ''شارلی ہیڈو'' کی ہے جس کے ذریعہ مسلسل شان رسالت میں گستاخیاں کی گئیں اور آزادئ رائے کے نام پر کارٹون اور خاکے شائع کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کی گئی۔ سیف بردار کے مقابلہ میں میدان میں نہتے اتر نا شجاعت نہیں حماقت کی دلیل ہے، بنابریں ہمیں بھی اس ہتھیار سے مسلح ہونے کی ضرورت ہے، اس کے رخ زیبا سے تعصب وعنصریت کا چلمن ہٹانے کی ضرورت ہے، تاکہ اسلام کی شبیہ بے داغ اور غار حرا سے طلوع ہونے والا یہ آفتاب اقوام عالم کی نگاہوں کو خیرہ کر سکے، ان کی بصارت کو دعوت نظارۂ حسن دے سکے۔ ہمیں اپنی ناتواں، قلم بردار انگلیوں میں توانائی پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ کلک حق نویس تھام سکیں اور رشحات قلم سے قرطاس ابیض پر گل کاری کر سکیں۔

بچنا ہے پتھروں سے تو پتھر تلاش کر　　دشمن سے نمٹنا ہے تو خنجر تلاش کر
مشکل کا تیرے حل ہے مگر جستجو ہے شرط　　اپنی کتاب اپنا پیمبر تلاش کر

☆☆☆

عالم اسلام کی حالت انتہائی ناگفتنی اور گومگو کی ہے۔ پوری امت اسلامیہ کفر کے نرغے اور حصار میں ہے اور اپنی حرماں نصیبی اور زبوں حالی پر ماتم کناں اور گریہ خواں ہے، کہیں ظلم وتعدی، جور وجفا کے مظاہر عام ہیں تو کہیں رائفلوں کی اندھا دھند فائرنگ ہے۔ کہیں توپوں، مشین گنوں، میزائلوں اور بموں سے ہلاکتوں کے لرزہ خیز مناظر ہیں، کہیں لٹی ہوئی عصمتوں کی روح فرسا داستانیں ہیں، کہیں بے بس ماؤں کی سونی گودیں اور بہنوں کی اجڑی مانگیں ہیں، کہیں معصوموں کی دل خراش اور کربناک چیخیں ہیں تو کہیں مغموموں مظلوموں کی آہیں اور فریادیں ہیں۔ غرض یہ ہے کہ پورا عالم اسلام ستم گاہ اور عقوبت خانہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہاں سے آغاز کروں۔ لیبیا میں ہونے والی بغاوت کا ذکر چھیڑوں یا مصری انقلابات کو گرفت میں لاؤں، سرزمین عراق سے اگنے والے فتنے کو اپنے مضمون کا حصہ بناؤں یا فلسطین کے خوں چکاں حالات پر ماتم کروں، نائجیریا میں بوکوحرام کے جابرانہ اصولوں کو ہدف تنقید بناؤں یا یمن میں حوثیوں اور ملکی فوجیوں میں ہونے والے خوں ریز تصادم کا نقشہ کھینچوں، شام میں مسلمانوں کی مظلومیت کا شکوہ کروں یا پاکستان کے باہمی انتشار اور اندرونی خلفشار پر انگشت نمائی کروں، امت مسلمہ کی کس دکھتی رگ پر ہاتھ رکھوں، کس درد کا درماں تلاش کروں اور کس زخم پر مرہم رکھوں، فیصلہ کر پانا مشکل ہو رہا ہے۔

ایک دو زخم نہیں سارا بدن ہے چھلنی　　درد بیچارا پریشاں ہے کہاں سے اٹھے

AsliAhleSunnet.com

مانتا ہوں یاد ماضی اور ذکر حال دونوں ہی المناک، غمناک اور اندوہ ناک ہوتے ہیں نیز شاعر کے اس زاویہ نظر کو بھی مسلمات کے پہلو میں جگہ دیتا ہوں:

احساس بڑھا دیتا ہے درد کی شدت کو
محسوس کرو گے تو کسک اور بڑھے گی

لیکن اپنے نہاں خانۂ دل سے تو یہ صدا نکلتی ہے:

بھول جاؤں گا تو توہین محبت ہوگی
آ گئے ہو تو ہر ازخم کیے جاؤ تم

اس لیے دل میں یہ اشتیاق جاگا کہ مقبوضہ فلسطین پر کس طرح یہودیوں کا تسلط قائم ہوا اور معصوم گوریا کا ننھا سا گھونسلا چھین کر اپنا نشیمن آباد کرنے والے نجاست خور کوے نے کیوں کر اس کی دنیا اجاڑ دی اور نصف صدی سے نوائے بلبل سے گونجنے والے در و بام میں کائیں کائیں کر رہا ہے۔

تاریخ سے ہمیں جو شواہد فراہم ہوتے ہیں ان میں اس بات کا واضح اشارہ موجود ہے کہ یہودیوں نے فلسطین میں اپنی ناجائز ریاست اور قومی وطن کے قیام کی ٹھانی اور (Magyar Hongrie) کے ایک یہودی رائٹر ''تھیوڈر ہرزل'' کو اس تحریک کے لیے اکسایا، اس نے اس موضوع پر نہ صرف قلم اٹھایا بلکہ ۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر ''بازل'' میں یہودیوں کی عالمی کانفرنس منعقد کی اور صہیونی تحریک کی بنیادی قرارداد پاس کر کے قومی وطن کے قیام کی تحریک چھیڑ دی اور اس تحریک میں یہودیوں کو فرزندان تثلیث کی مکمل پشت پناہی حاصل رہی۔ اس ملعون اور جفا کار قوم نے اپنے ارادوں اور منصوبہ بند عزائم کی بازیابی اور قصر تمنا کی خشت اول رکھنے کے لیے ''ایمانوبل قرہ صو'' نامی ایک گرم دم جستجو اور عیار یہودی کو سلطنت عثمانی کے خلیفہ عبدالحمید ثانی کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیش کش کی کہ اگر سلطان ارض فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی اجازت مرحمت فرمادیں تو صہیونی تحریک خلافت عثمانیہ کو پچاس کروڑ پاؤنڈ اور سلطان کے ذاتی خزانے کے لیے مزید پچاس لاکھ پاؤنڈ عطا کرے گی، لیکن شاید وہ بھول گئے تھے کہ ملت کے جاں بازوں کے خون سے سینچی ہوئی سرزمین کا سودا وہی کر سکتا ہے جو اپنے ضمیر کا سودا کر چکا ہو، اپنی قومی غیرت اور دینی حمیت کو کفر کے بازار میں نیلام کر چکا ہو، شاید وہ یہ بھول گئے تھے کہ ایک کلمہ گو سر فروش ہو سکتا ہے لیکن وطن فروش نہیں ہو سکتا۔ سلطان عبدالحمید نے ملی حمیت سے سرشار ہو کر جو دنداں شکن جواب دیا تھا، مسلم مؤرخین نے اسے احساس صد افتخار کے ساتھ نقل کیا ہے: ''ڈاکٹر ہرزل سے جا کے کہہ دو، اس سلسلہ میں آج کے بعد کوئی سلسلۂ جنبانی نہ کرے، کیوں کہ میں دوسروں کو دینے کے لیے ارض فلسطین کی ایک بالشت سے بھی دست بردار نہیں

AsliAhleSunnet.com

ہوسکتا۔ ارض فلسطین میری ملکیت نہیں بلکہ وہ میری قوم کی ملکیت ہے، جس نے اپنے لہو سے اس خاک کو سینچا ہے۔ یہودی اپنی لاکھوں کی رقم اپنے پاس رکھیں''۔

مرکز خلافت میں جب بات بنتی نظر نہ آئی تو عالمی استعماری کھیل کے ان ماہر کھلاڑیوں نے ۱۹۱۴-۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم اول کی آگ دہکائی اور اپنی عیار فکر سے اسے روغن بخشا، جس میں جرمنی اور اس کے اتحادی ایک طرف اور برطانیہ اور فرانس دوسری طرف تھے۔ برطانیہ کو عربوں کی ہم نوائی حاصل رہی، کیوں کہ اس نے عرصہ سے عرب کے احمقوں کو یہ باور کرا رکھا تھا کہ برطانیہ ان کا ہم درد وغم گسار ہے، لیکن یہودیوں کی محکم سازش کے نتیجہ میں سلطنت عثمانیہ کو جرمنی کے ہم نوا فریق کے طور پر اس جنگ میں ڈھکیل دیا گیا۔ اس جنگ میں حسب توقع جرمنی کو شکست ہوئی اور برطانیہ اور اس کے اتحادی فتح مند رہے۔ ۱۹۱۶ء کے سایکس معاہدہ کے بموجب سلطنت عثمانیہ کے ماتحت علاقوں کو فتح مند فریقوں نے آپس میں تقسیم کرلیا، جس کے نتیجہ میں فلسطین برطانوی انتداب میں آگیا۔ ۱۹۱۷ء میں برطانیہ کے وزیر خارجہ ''آرتھر جیمس بالفور'' نے فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کا وعدہ جاری کیا۔ جو وعدۂ بالفور سے مشہور ہے۔ بالآخر ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کے ذریعہ فلسطین میں یہودی مملکت کے قیام کا اعلان کروادیا گیا۔ ۱۹۴۸، ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۳ء میں اسرائیل کے ساتھ عربوں کی تین جنگیں ہوئیں اور تینوں میں امریکہ، برطانیہ اور صلیبی یورپ اس کے دست وبازو بنے رہے۔ اپنی پشت پر امریکی اور برطانوی اور مغربی حمایت کا ہاتھ دیکھ کر اسرائیل فلسطین پر ہر قسم کے ظلم کو جائز اور روا خیال کرتا ہے اور امریکہ اس کے جابرانہ اقدام اور مذموم عمل کی تحسین کرتے ہوئے، بربریت جاری رکھنے کے لیے سند جواز فراہم کرتا ہے، اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز دبا دیتا ہے۔

امریکہ کی اسرائیل نوازی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ نے اب تک ۳۹ مرتبہ اسرائیل کے خلاف ایکشن لینے کا فیصلہ کیا، لیکن عین موقع پر امریکہ نے ویٹو پاور کا استعمال کر کے اس متفقہ فیصلہ پر خط تنسیخ کھینچ دی۔ امریکہ نے اقوام متحدہ کی تاریخ میں کل ۶۹ مرتبہ ویٹو پاور کا استعمال کیا ہے جس میں ۳۹ مرتبہ یہ استحقاق اسرائیل کی حمایت میں کیا گیا۔ ۳۲ مرتبہ امریکہ دنیا کا واحد ملک تھا جس نے اسرائیل کی حمایت میں اقوام متحدہ میں ووٹ دیا اور ابھی چند ماہ پیشتر جولائی، اگست ۲۰۱۴ء میں غزہ میں حماس کے خلاف جاری ۵۰ روزہ اسرائیلی فضائی حملوں میں ۲۱۰۰ سے زائد فلسطینی موت کی خوراک بن گئے، جن میں بڑی تعداد عام شہریوں، معصوموں کی تھی۔ تقریباً دس ہزار زخمی ہوئے، انسانوں کی چہکتی آبادی ویرانے میں بدل گئی اور آشیانے خزاں رسیدہ چمن ہوگئے۔ ماہرین کی ایک رپورٹ کے مطابق غزہ شہر کی آبادکاری میں ۲۰ رسال کی طویل مدت درکار ہے، لیکن امریکہ نے دست ستمگر پکڑنے کے بجائے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔

AsliAhleSunnet.com

واللہ فلسطینیوں کی دلدوز تباہی اور یہودیوں کی ظلم شعاری کا خیال گردش کرتے ہی درد آگیں آہ بن جاتا ہے، ذہن کے پردے پر وہ ہولناک تصویر ایک ایک کرکے ابھرنے لگتی ہے اور دل مستمند میں چھپا ملی درد ہونٹوں پہ دعا بن کے رقصاں ہوجاتا ہے۔

اللہ اپنا جلوہ دکھا حق کو جتادے　　　جیتا ہے وہی آج جو ہے ظلم کا بانی

☆☆☆

داعش کیا ہے؟ کیونکر وجود میں آیا؟ اس کی روزافزوں ترقی کا راز کیا ہے؟ سرزمین عراق سے اگنے والے اس شجرۂ فتن کی آب پاشی کون کررہا ہے؟ اس شدت پسند تنظیم کو ہلاکت خیز اور تباہ کن کیمیاوی مواد اور اسلحہ جات کہاں سے فراہم ہو رہے ہیں؟ اس رخش فساد کو مہمیز کون لگا رہا ہے؟ خود کو سلفیت کا نگہبان اور ملت کا پاسبان باور کرانے والی یہ قوم کیا اپنے دعوی کی دلیل بھی رکھتی ہے؟ آگ وخون کا کھیل کھیلنے والی یہ تنظیم کیا حق بجانب ہے؟ یہ سوال ایک چیستاں اور معمہ بن چکا ہے۔ آیئے معلومات کی سوئی سے اس الجھے ہوئے دھاگے کو کھولنے کی کوشش کریں اور اس معمہ کا حل تلاش کریں۔

عربی زبان کا لفظ ''داعش'' (الدولة الإسلامية في العراق والشام) اسی طرح انگریزی زبان کا لفظ "ISIS" یعنی ''اسلامک اسٹیٹ ان عراق اینڈ سیریا'' کا رمزیہ اور فل فارم ہے، جس کی خشت اول ۱۸/اپریل ۲۰۱۳ء کو ابوبکر البغدادی نے رکھی، جس کا پورا نام ابراہیم بن عواد بن ابراہیم بن علی بن محمد البذوی السامرائی ہے۔ ۲۰۰۳ء میں عراق پر امریکی یورش ویلغار کے بعد اس کے خلاف متعدد تنظیمیں تشکیل پائیں، انہیں تنظیموں میں سے ایک تنظیم کی بنیاد القاعدہ کے زیر نگرانی ابومصعب الزرقی کے ہاتھوں پڑی، جس کا انگلش نام "ISI" تھا، یعنی ''اسلامک اسٹیٹ ان عراق''، ابوبکر البغدادی عرصہ دراز تک اسی تنظیم کا ایک سرگرم رکن رہا۔ ابومصعب الزرقی کے انتقال کے بعد ۱۶/مئی ۲۰۱۰ء میں زمام قیادت اس کے ہاتھوں میں آگئی۔ ۲/مئی ۲۰۱۱ء کو امریکہ کے ہاتھوں اسامہ بن لادن کی ہلاکت نے اس کے انتقامی جذبوں کو ہوا دے دی، چنانچہ اس نے حصول مقصد کی جستجو میں ۱۸/اپریل ۲۰۱۳ء کو مذکورہ تنظیم کو "ISIS" کا نام دیا اور ۳/جنوری ۲۰۱۴ء کو اس تنظیم نے آزاد ریاست کے طور پر اپنی خودمختاری کا اعلان کردیا۔ ابتدا میں القاعدہ اور داعش میں رسم وراہ تھی اور توحد مشاعر نقطۂ اتحاد بنا رہا، لیکن داعش کے القاعدہ کے بہتیرے نظریات سے اختلاف کی وجہ سے دونوں کے باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی اور روابط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ عراق کے کئی اہم علاقوں پر قبضہ جمانے کے بعد ۲۹/جون ۲۰۱۴ء کو داعش نے ابوبکر البغدادی کو اپنا خلیفہ نامزد کیا اور خلیفة المسلمین اور امیر المؤمنین کا لقب دیا۔

AsliAhleSunnet.com

دریں اثناء اس کی فساد کاریوں اور تباہ کاریوں کا جو سلسلہ شروع ہوا، اس نے تو مروت وآدمیت کا خون کر ڈالا، اخوانیت وانسانیت کی شہ رگ کتر کر رکھ دی۔ مقبوضہ علاقوں میں زیدی شیعوں کا بے دریغ، ناروا قتل عام کرنا، اسلام قبول نہ کرنے والوں پر جزیہ عائد کرنا، ان کی بیٹیوں، بیویوں اور عورتوں کو باندیاں اور کنیزیں بنالینا، تیل کے کنووں (جو کہ ملک کا سرمایہ ہے) پر قبضہ کر کے اسے سیاہ بازار میں سستے داموں میں فروخت کرنا، مزید برآں اس خلافت کو تسلیم نہ کرنے والے اپنے ہی ہم دینوں کا سر قلم کر دینا، یہ سب ایسے سانحات ہیں جس سے اسلام کی معصوم پیشانی عرق ریز اور ندامت سے شکن آلود ہوگئی۔

انسانیت کی شہ رگ کتر کر اس کے خون کا آخری قطرہ تک چوس لینے والے، اسلام کا دم بھرنے والے یہ گرگ خوں آشام شاید یہ نہیں جانتے کہ اسلام کی تلوار پر معصوموں کے خون کے چھینٹے نہیں ہوتے اور نہ ہی اس کی دھار مظلوموں کی گردن کاٹتی ہے، وہ تو میان سے باہر اسی وقت آتی ہے جب کفر برسر پیکار ہو، باطل کی یورش ویلغار ہو اور ناموس شریعت پر وار ہو۔

لائق التفات گوشہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں مچی اس تباہی اور بپا، اس قہر کی نذر ہونے والے معصوموں کی چیخ وپکار، مظلوموں کی آہ وزاری عالمی امن کے علم برداروں کے پردۂ سماعت سے نہ ٹکرائی، داعش کی ۸۰/فیصد جفا کاریوں کا نشانہ شام وعراق کے وہی مظلوم بنے اور بن رہے ہیں جو پہلے ہی سے بشار الأسد کے مظالم، اس کی ستم ظریفی اور مذہبی منافرت کا شکار تھے، لیکن انھوں نے کوئی اقدام نہ کیا، مگر جوں ہی ۱۹/اگست ۲۰۱۴ء کو اغوا شدہ امریکی صحافی ''جیمس فولی'' اور ۲/ستمبر ۲۰۱۴ء کو ''آسٹیون سوٹلون'' کے قتل کا ویڈیو نشر کیا گیا، امریکہ حواس باختہ ہوگیا اور عالمی منظر نامہ پر ایک نئی سیاسی ودفاعی صف بندی کا ظہور ہوا، دہشت گردی سے نمٹنے کے عہد کی تجدید کی گئی، داعش کی سرکوبی کے لیے حتمی لائحہ عمل مرتب کیا گیا، فرانس کی راجدھانی پیرس میں ۴۰/ممالک کے نمائندگان کا اجتماع ہوا۔ ہم یہاں تجزیہ نگاروں کے ذکر کردہ چند نکات کا ذکر کر رہے ہیں جو امریکہ کی مفاد پرستانہ پالیسی اور مغربی تدابیر کی قلعی کھول دیتے ہیں۔

☆ شام وعراق میں مسلح گروہ تو وہاں امریکی قدم پہنچنے کے بعد ہی وجود میں آنا شروع ہوگئے تھے، لیکن ان کو اتنا نمایاں نہ کیا گیا جتنا داعش کی تنظیم کو نمایاں کیا گیا۔

☆ چند افراد سے جنگ کے لیے ۵۵۰/ارب ڈالر کی خطیر رقم کے ساتھ یہ اعلان کیا گیا کہ یہ جنگ آئندہ دس برس تک جاری رہے گی۔

☆ ۴۰/ممالک کا داعش مخالف بلاک اور اس خطیر رقم کے بعد بھی داعش کے خلاف فوجی کارروائیاں صرف فضائی حملوں تک محدود ہیں۔

AsliAhleSunnet.com

☆ اسرائیل کی غزہ کی پٹی پر ۵۰ روزہ جارحیت کے بموجب فلسطین عالم اسلام کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا، لیکن عین موقع پر داعش کی تباہ کاریوں کے لامتناہی سلسلے نے اسے نقطۂ ارتکاز بنادیا اور فلسطین سے عالم عرب کی توجہ ہٹ گئی۔

مذکورہ نکات اس جانب اشارہ کررہے ہیں کہ عالم اسلام میں ہونے والی تباہی کا فرمان کہیں اور سے صادر ہوتا ہے، سچ کہا تھا راحت اندوری نے۔

بدن خون بھی جس کے کسی رذیل کا ہے — وہ ایک شخص جو شیطان کے قبیل کا ہے
خبر کہیں سے بھی آئے تباہیوں کی مگر یہ — میں جانتا ہوں اشارہ اسی ذلیل کا ہے

☆☆☆

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس
ورنہ دنیا میں سبھی آئے ہیں مرنے کے لیے

شاعر کے اس نقطۂ نظر کی روشنی میں ہم شاہ عبداللہ کی موت کو موت کا نام دے سکتے ہیں، کیوں کہ عالم اسلام کا کوئی فرد نہ رہا ہوگا جس نے اس سانحۂ ارتحال پر اپنے حزن وملال کا اظہار نہ کیا ہو۔ شاہ عبداللہ نے اپنے عہد حکومت میں سعودی عرب کو ترقی پذیر ممالک کی صفوں سے نکال کر ترقی یافتہ ممالک کی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ معیشت، تعلیم، صحت، سوشل ویلفیئر، نقل وحمل، مواصلات، صنعت، بجلی، پانی، زراعت وتعمیرات غرض یہ کہ زندگی کے مختلف شعبہ جات میں ترقی اور آسودہ حالی کے نئے باب رقم کیے۔ ملک کے طول وعرض میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کا ایک جال بچھادیا اور آخری سانس تک تعلیم کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔

اظہار تعزیت میں چند سطور حوالۂ قرطاس کرتے ہوئے رب کے حضور بتضرع والحاح دست دعا دراز کرتے ہیں کہ مولائے کل چشمۂ نبوت اور مہبط وحی کے اس نگہدار کی تو نگہبانی کر، اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے، ان کے جاں نشین سلمان بن عبدالعزیز کو وہی عزم جواں عطا کر جو اس فقید ملت کو عطا کیا تھا، اس کی خطاؤں سے چشم پوشی فرما اور جنت کا وارث بنا، آمین!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

کبھی قلم آمادۂ تحریر ہوتا ہے، لیکن باتیں نہیں ہوتیں اور کبھی باتیں ہوتی ہیں لیکن قلم تھک چکا ہوتا ہے، اور یہی دوسری حالت میری ہے کہ جذبۂ داستاں سرائی حوادث کے اس لامتناہی سلسلے کو دیکھ کر سرد پڑ چکا ہے اور قلم بھی قصۂ حوادث کی طولانی کاشا کی نظر آرہا ہے۔

خامۂ خوں چکاں ابھی داعش کے موضوع پر مصروف تحریر تھا اور ارادہ تھا کہ یمن کے احوال کی طرف بس اشارہ کر کے گزر جائیں کہ ۲۶ر مارچ ۲۰۱۵ء کو خلیجی ممالک نے سعودی عرب کی قیادت میں یمن کے حوثیوں پر فضائی حملے شروع کر دیے اور جنگ کی اس نئی صورت حال پر قلم اٹھانا پڑا۔

درحقیقت ۲۸ر ہزار مربع کلومیٹر پر مشتمل یمن تقریباً دو کروڑ ۶۰ر لاکھ آبادی کا ملک ہے، جس میں ۷۰٪ سنی مسلمان اور ۳۰٪ زیدی شیعہ آباد ہیں۔ یہ وہ فرقہ ہے جو نظریات میں دیگر گمراہ فرقوں کی بہ نسبت اہل سنت سے قریب تر ہے۔ ان ستم پیشگان کی داستان ستم گری تحریک مومن نوجوان سے شروع ہوئی اور ۱۹۹۲ء میں انصار اللہ کا نام اختیار کر گئی، جس کا بانی بدر الدین الحوثی تھا۔ تحریک نے آغاز ہی سے مذہبی تشخص اور جنگی تربیت پر توجہ مرکوز رکھی اور دعویٰ کیا کہ حکومت نے زیدیوں کے حقوق نظر انداز کیے ہیں اور انھیں اس سے محروم رکھا ہے۔ لہٰذا وہ اپنا حق لے کر رہیں گے۔ اسی دوران بدر الدین الحوثی نے ایران کا سفر کیا اور وہاں ۸ر سال تک مقیم رہا۔ اس طویل مدت میں اس نے ایرانیوں سے اپنے عقائد کا سودا کر لیا اور زیدی سے اثنا عشری ہو گیا۔ ایرانیوں نے حوثیوں پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے ایک اور چال چلی، وہ یہ کہ بدر الدین کے بیٹے حسین بن بدر الدین کو بلا بھیجا اور ایک جھوٹی حدیث پیش کر کے اسے شیعوں کے آخری امام مہدی کا مقدمہ قرار دیا اور یمن کے حوثیوں کا پیشوا بنا دیا۔ حوثی اپنے اس سربراہ کے اردگرد جمع ہوتے رہے، بالآخر وہ تمام اثنا عشری ہو گئے اور اپنے ناپاک عزائم پر پردہ ڈالنے کے لیے امریکہ مردہ باد، اسرائیل مردہ باد اور اسلام زندہ باد کے پرفریب نعرے لگاتے رہے۔ ایران نے ان کی ایسی تربیت کی کہ اہل سنت کو امریکہ اور اسرائیل سے بڑا دشمن تصور کرنے لگے اور ان پر ہر قسم کا ظلم روا رکھنے لگے۔ چنانچہ ۲۰۰۴ء میں حوثی شدت پسندوں نے علی عبد اللہ الصالح کی فوج پر ۶ر بڑے حملے کیے اور سدا کے بیشتر حصہ پر قابض ہو گئے جبکہ ہجا، عمران، الجواف میں حوثی اور یمنی فوجوں کے مابین جھڑپیں شروع ہو گئیں۔

یہ پہلا موقع تھا جب سعودی عرب نے یمنی فوج کی حمایت کی، اس کے بعد حوثی باغیوں اور یمنی فوجوں میں متعدد جنگیں ہوئیں اور ان تمام جنگوں میں ایران حوثیوں کی پشت پناہی کرتا رہا، انھیں ہلاکت خیز اسلحے فراہم کرتا رہا اور یمن میں اپنی مداخلت سے انکار کرتا رہا، لیکن حقیقت اس وقت آشکارا ہو گئی جب اس کا ہتھیاروں سے لدا ہوا بحری جہاز پکڑا گیا جو حوثیوں

AsliAhleSunnet.com

کی مدد کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ۲؍جنوری ۲۰۱۵ء کو حوثیوں نے اس جنگ کو فیصلہ کن مرحلہ میں داخل کرتے ہوئے یمن کے دارالحکومت صنعاء پر قبضہ کرلیا اور صدارتی محل پر گولہ باری شروع کردی۔ کسی طرح یمن کے صدر عبدربہ منصور ہادی فرار ہوکر عدن میں پناہ گزیں ہوگئے، لیکن چند دنوں بعد باغیوں نے اس کا بھی محاصرہ کرلیا۔ بالآخر منصور ہادی کی ندائے استغاثہ نے خلیجی ممالک کو جھنجھوڑا اور انھوں نے سعودی عرب کی قیادت میں حوثیوں پر فضائی حملے شروع کردیے جو ہنوز جاری ہیں اور بقول شاہ سلمان، فرماں روائے سعودی عرب ''جب تک یمن میں امن قائم نہیں ہوتا فضائی حملے بدستور جاری رہیں گے''۔ کاش عالم اسلام میں پھیلی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لیے پورا عالم اسلام متحد ہوجاتا اور دنیا ایک بار پھر اتحاد اسلامی کی ناقابل تسخیر قوت کا مشاہدہ کرلیتی۔

☆☆☆

لفظ سیلاب خود ہی انتہائی درجہ بھیانک اور ہولناک ہوتا ہے، پھر اگر کہیں بحکم الٰہی سیلاب آجائے تو اس کی خوفناکی اور دہشت ناکی کا عالم کیا ہوسکتا ہے، فکر کی قید سے باہر، تصور کی گرفت سے آزاد اور تخیل سے فزوں تر ہے۔

دنیا کی جنت کا خطاب جیتنے والے کشمیر میں ۲۰؍ستمبر ۲۰۱۴ء کو کچھ ایسا ہی سیلاب آیا اور اپنی تندلہروں میں کتنے آشیانے بہالے گیا، کتنوں کو نگل گیا، کتنوں کو لقمۂ زندگی سے محروم کرکے لقمۂ اجل بنا گیا۔ غرض یہ کہ قدرت کے اس عبرت آموز طوفان نے نظام زندگی درہم برہم کرکے رکھ دیا اور ہندوستان کی کتاب تاریخ میں کشمیر کی تباہی کی وہ داستان قلم بند کی جو مدتوں دہرائی جاتی رہے گی۔

انٹرنیٹ پر دستیاب معلومات کے مطابق ہند و پاک میں آنے والی اس ناگہانی آفت میں ۲۲۷؍ہندستانی اور ۲۸۰؍پاکستانی ہلاک ہوگئے۔ ۸۰۰۰۰؍ہزار لوگوں کو نقل مکانی کرنی پڑی۔ ۲۵۵۰؍گاؤں اس سیلاب کی زد میں آگئے۔ کشمیر کے ۲۲ اضلاع میں سے اکثر میں پھیلے ہوئے اس سیلاب میں تقریباً ۵۰۰۰ سے ۶۰۰۰؍کروڑ کی املاک تباہ ہوگئیں۔ دنیا اس سیلاب کی کوئی بھی وجہ تلاش کرے، لیکن ہم یہاں قرآن حکیم کی مشاورت سے کچھ کہنا پسند کریں گے جو کائنات کے سب سے بڑے مدبر کا کلام ہے:

۱- ﴿وما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم ويعفو عن كثير﴾ (الشوری:۳۰)

۲- ﴿وضرب الله مثلا قرية كانت آمنة مطمئنة يأتيها رزقها رغدا من كل مكان فكفرت بأنعم الله فأذاقها الله لباس الجوع والخوف بما كانوا يصنعون﴾ (النحل: ۱۱۲)

AsliAhleSunnet.com

۳- ﴿إنا بلوناهم كما بلونا أصحاب الجنة إذ أقسموا ليصرمنها مصبحين، ولا يستثنون فطاف عليها طائف من ربك وهم نائمون، فأصبحت كالصريم، فتنادوا مصبحين، ان اغدوا على حرثكم إن كنتم صارمين، فانطلقوا وهم يتخافتون، ان لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين وغدوا على حرد قادرين، فلما رأوها قالوا انا لضالون، بل نحن محرومون﴾ (القلم: ۲۷)

☆☆☆

یوں تو اپنی طبع واماندہ حال سیاسی بکھیڑوں سے کنارہ کش ہی رہی ہے۔اور قلم کی بھی کسی سیاسی موضوع سے شناسائی کم ہی رہی، کیوں کہ میں اپنی فکری زمین پر سیاست کی کاشت کر کے اس کی روئیدگی اور بالیدگی کو قحط کا شکار بنانا نہیں چاہتا۔ تاہم ایک ہندی ہونے کے ناطے اس ملک کے احوال وظروف سے مکمل نہ سہی تھوڑی بہت آگاہی تو ضروری ہے۔بالخصوص جب سیاسی گزرگاہ پر ایک نیا موڑ آیا ہو۔عوام نے نامۂ اقوال پڑھنے کے بجائے نامۂ اعمال کا جائزہ لیا ہو۔انتخاب کی دوڑ میں دس سالوں سے مسلسل آگے نکل جانے والی پارٹی لڑکھڑا گئی ہو۔سن ۲۰۱۴ء کا سولھویں پارلیمانی انتخاب کچھ ایسا ہی رہا۔عرصۂ دراز سے کرسیٔ اقتدار سنبھالنے والی پارٹی حاشیہ پر آ گئی،اور اسے محض ۴۷ نشستوں پر قناعت کرنا پڑی۔مودی لہر میں علاقائی، صوبائی پارٹیاں خس وخاشاک کی مانند بہہ گئیں اور آر.ایس.ایس کی پروردہ اور اس کی نظریاتی دوست سریر آراء ہوئی۔لطف کی بات یہ ہے کہ محض ۳۱٪ ووٹوں کی بدولت بی، جے، پی کسی دوسری پارٹی کا دست تعاون اور اس کی انگلی تھامے بغیر اپنے پیروں پر چلتی ہوئی ایوان بالا تک پہنچ گئی۔

جمہوریۂ ہند کا سولھواں پارلیمانی الیکشن اپنی گوناگوں امتیازات کی بنا پر گزشتہ تمام پارلیمانی انتخابات سے منفرد اور جداگانہ رہا۔۱۹۸۴ء کے بعد یہ پہلا الیکشن تھا جس میں کسی پارٹی نے کسی کا تعاون لیے بغیر تاریخ ساز کامیابی حاصل کی۔یہ پہلا الیکشن تھا جس میں کانگریس کو ۵۰ر سے بھی کم نشستیں ملیں۔اگر جائزہ لیا جائے تو کانگریس کی شرمناک شکست اور بی، جے ،پی کی تاریخ ساز کامیابی کے چند نکات سامنے آتے ہیں:

(۱) سیکولر ووٹوں کا بکھراؤ اور انتشار۔مثلاً عام آدمی پارٹی بھی میدان میں کود پڑی جس کا دائرہ اثر صوبائی پیمانے پر ہی تھا۔

(۲) بھاجپا کا ملکی میڈیا پر مکمل تسلط اور قبضہ اور گجرات ماڈل کی تشہیر۔

(۳) کانگریس نے عوام کی اولین ترجیحات اور مسلمان جو کہ کانگریس کے لیے ایک بڑا ووٹ بینک تھے،انھیں اپنی

AsliAhleSunnet.com

دس سالہ حکومت میں یکسر نظر انداز کر دیا۔

(۴) ہندستانی عوام کو کانگریس سے جو امیدیں تھیں وہ پوری ہوتی نظر نہ آئیں اور نہ ہی کانگریس نے کسانوں اور مزدوروں کے تئیں کیے جانے والے مستحسن اقدامات اور اپنے گذشتہ کارناموں کا پرچار کیا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اس بار کانگریس کو اپنی شکست یقینی نظر آرہی تھی۔ بہر کیف انتخاب کی اس دوڑ میں فتح وشکست کے پس پردہ جو بھی اسباب وعوامل کارفرما رہے اس سے صرف نظر عوام نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اس بار ہماری نظر انتخاب موزوں شخص پر پڑی ہے اور دیرینہ مرادوں کے بر آنے کا تصور پال رکھا تھا لیکن افسوس! ہوا وہی جو ہوتا آیا ہے۔ اسے ملک کی شومئ قسمت کا نام دیجئے یا سیاسی لیڈروں کی دو رنگی کہ انتخاب سے قبل ان کے لبوں پر وعدوں کی بھرمار ہوتی ہے، لیکن انتخاب کے بعد وہ وعدے وعدے ہی رہ جاتے ہیں یا پورے بھی ہوتے ہیں تو صرف فائلوں میں۔ ہندوستان کی دورنگی سیاست نے کسی شاعر کا ترکیب بند یاد دلا دیا ؎

تمہاری فائلوں میں گاؤں کا موسم گلابی ہے
مگر یہ آنکڑے جھوٹے ہیں یہ دعوی کتابی ہے

زمام قیادت سنبھالتے ہی اس گرگٹ نے رنگ بدلنا شروع کر دیا۔ سال بھر کی قلیل مدت میں کم وبیش ۳۰۰ سے زائد فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ مسلمانوں کے خلاف زہر افشانیاں شروع ہوگئیں اور بدستور وقفے کے ساتھ جاری ہیں۔ ممبئی کے M.P. نے مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیا، سادھوی نرنجن نے رام زادوں اور حرام زادوں میں تفریق کی بات کہی، گزشتہ ۲۷ رسالوں سے ہاشم پورہ کے مظلوم مسلمان انصاف کے جس مندر پر دستک دیتے رہے، اس کا دروازہ بھی ان کے لیے بند ہوگیا اور مدتوں سے جلنے والا امید کا یہ چراغ بھی بجھ گیا، مگر انصاف کا مندر، دہلی کے ہزاری کوٹ سے صادر ہونے والے اس خاطی فرمان پر حکومت ہند کے لبوں پر قفل سکوت ہنوز آویزاں ہے۔ شیوۂ عداوت نے اس کی گویائی سلب کر لی ہے۔ انتہا تو تب ہوگئی جب ناگالینڈ کے دیماپور میں عیسائیوں نے شریف الدین نامی ایک مسلم نوجوان کو پولیس محکمہ کی موجودگی میں جیل سے نکال کر بڑی بے دردی سے قتل کر دیا اور الزام یہ عائد کیا کہ اس نے ایک دوشیزہ کی رداء عصمت تار تار کی ہے، لیکن اس دعوی کی دلیل فراہم نہ کر سکے۔ خون مسلم کی ارزانی کی ترجمانی اس شعر سے ہو جاتی ہے ؎

پانی بھی تو اس دور میں دشوار ہے ملنا
مسلم کا لہو ہو گیا بہتا ہوا پانی

اسی پر بس نہیں بلکہ حالیہ حکومت کے بعض تنگ نظر، کج فہم اور بدخو لیڈروں نے دسیسہ کاریوں کا سلسلۂ کار دراز کیا اور اپنی فتنہ جویانہ سرگرمیوں میں برق وار سرعت کی خواستگی میں جہاد کے پاک لفظ کو انگریزی کے ناپاک لفظ "Love" سے

AsliAhleSunnet.com

ترکیب دے کر ایک نیا شوشہ چھوڑنے کی سعی لا حاصل کی کہ متبعین اسلام ہندو ماہ رخوں کو اپنے دام محبت میں پھنسا کر ان سے بیاہ رچاتے ہیں۔ نتیجتاً رشتۂ ازدواج کا یہ بندھن ان کے گلے میں اسلام کا طوق بن جاتا ہے۔ مزید برآں حزب اقتدار کا ایک جن سنگھی ''یوگی آدتیہ ناتھ'' اسی گوشہ کو نقطۂ ارتکاز بنا کر یہ بیان جاری کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری ایک بیٹی کو محسن انسانیت کا پیرو بناتے ہیں تو ہم ان کی سو بیٹیوں کو رام کی داسی بنائیں گے۔ تعجب تو اس بات پر ہے کہ اس قسم کے مسموم بیانات اور زہر میں ڈوبے ہوئے لبوں سے نکلنے والے کلمات حکومت کے کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ میرا ضمیر تو کہتا ہے ایسا وہی شخص کہہ سکتا ہے جس کی نگاہ و قلب دونوں کی بینائی سلامت نہ ہو، جس کی نظر اسلام کی اس روشن اور حسین تعلیم "لا إكراه في الدين" پر نہ پڑی ہو۔ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ''تبدیلیٔ مذہب'' ہے۔ دنیا اس حقیقت سے آشنا ہے کہ اسلام کے فروغ و انتشار میں دعوت و تبلیغ کا کردار قابل رشک ہے۔ نوائے توحید کی یہی بازگشت جب دلوں میں اترتی ہے تو انسانوں کا ایک بڑا طبقہ اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں میں جگہ لینے کے لیے بیتاب ہو جاتا ہے۔ بنابریں اسلام کے درپۂ آزار رہنے والی تنظیم آر، ایس، ایس ملک میں اسلام کے امتداد پزیر دائرۂ اثر کو تنگ کرنا چاہتی ہے اور تبدیلیٔ مذہب پر پابندی لگانے کے بہانے دعوت دین پر قدغن لگانے کے فراق میں ہے۔ یہ کوئی نیا حربہ نہیں ہے، بلکہ ماضی میں دستوری ترمیم کے ذریعہ تبدیلیٔ مذہب پر پابندی لگانے کی سعی تین بار ہو چکی ہے اور ہر بار یہ سعی خام بے نیل مرام ہی رہی۔ البتہ اس بار آر، ایس، ایس سے وابستہ تنظیموں نے اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل کے لیے ویدنگر آگرہ کے ۲۵۰/ سے زائد مسلمانوں کو لالچ دے کر انجانے میں ان کا مذہب تبدیل کرا دیا، تاکہ ''تبدیلیٔ مذہب'' کے عملی نمونہ کو دیکھ کر حکومت اس پر پابندی عائد کرنے کے ساتھ ساتھ دعوت و تبلیغ کی راہ بھی مسدود کر دے، لیکن اس بار بھی ان کی یہ کوشش بے سود ہی رہی۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا، دوسرا رخ یہ ہے کہ مودی جی نے گجرات ماڈل کا جو سبز باغ دکھایا تھا وہ بس ایک خواب بن کر رہ گیا، شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا اور شاید ہو بھی نہ سکے۔ ریل کرایہ میں زیادتی، تیل کی قیمتوں میں اضافہ اور اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں میں گرانی نے غریبوں کے منہ کا نوالہ تک چھین لیا۔ انھیں اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو گیا اور مودی حکومت کا روپ اور بہروپ بالکل نمایاں ہو گیا، جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ عوام اب اقوال نامے نہیں پڑھتی، اعمال ناموں کا جائزہ لیتی ہے، ایک بار پھر اس نے مودی حکومت کے تئیں وہی رویہ اپنایا جو کانگریس کے تئیں اپنا چکی تھی اور اپنی اس غلطی - جو کہ اس کی نظر میں جرم کی صورت اختیار کر چکی تھی - کا کفارہ ادا کرنے کے لیے مواقع کی تلاش میں تھی۔ بالآخر سیاسی منظر نامہ

AsliAhleSunnet.com

پردہ تغیر نمودار ہوا جسے تغیر نہیں بلکہ فکری انقلاب کا نام دیا جانا موزوں تر ہے اور جنس تغیرات کی اس نوع کو محض تغیر وتبدل کا نام دینا حق تلفی تصور کرتا ہوں۔ عوام کی ذہنی بیداری اور فکری انقلاب کا نمونہ ۷ر فروری ۲۰۱۵ء کے دہلی کے راجیہ سبھا انتخاب میں نظر آیا۔ عآپ دہلی کی ۷۰ر نشستوں میں سے ۶۷ر پر ظفریاب رہی۔ انتخاب کی اس دوڑ میں اس قدر آگے نکل گئی کہ حزب اقتدار کے لیے نقش پا کے سہارے اس کا سراغ لگانا دشوار ہوگیا۔

قارئین کرام! ۲۰۱۴ء کا پارلیمانی انتخاب آپ کی یادداشت میں نہ سہی حاشیۂ خیال میں ضرور محفوظ ہوگا، جب میدان سیاست کے نووارد اور عام آدمی پارٹی کے صدر اروند کیجر یوال نے ارض سیاست کے ایک بڑے سیاح اور سیادت وقیادت میں عمر دراز گزار چکے گرگ باراں دیدہ، وزارت عظمی کے امیدوار نریندر مودی کو چنوتی دی اور حلقۂ بنارس سے انتخاب لڑنے کا فیصلہ لے کر اپنے عزم جواں کا عجب ہی نمونہ پیش کیا۔ ضلع بنارس کے دامن میں آباد مختلف علاقوں، قصبوں اور قریوں کا پیادہ پا گشت لگا کر ان کے احوال وظروف سے باخبری وآگاہی حاصل کی، کشکول گدائی لیے ان سے ووٹوں کی بھیک مانگی، دامن امید پسارے اپنی خالی جھولی بھرنے کی اپیل کی۔ شاید یہ بنارس ہی کی عوام تھی جس پر تقلیدی جمود کا وہ برف جم چکا تھا جو پگھل نہ سکا، پاؤں میں تعصب کی بیڑیاں تھیں جو کھل نہ سکیں یا آنکھوں پر تشدد وتصلب کی سیاہ عینک تھی جو اتر نہ سکی، ورنہ تاریخ کائنات شاہد ہے کہ فرش شاہی انھیں تلووں کو چومتی ہے جو زخم آشنا ہوں، عروج واقبال مندی کے افق پر اسی کا تارہ طلوع ہوتا ہے جس کے نہاں خانۂ دل میں شمع انسانیت فروزاں ہو، تاج شاہی اسی سر کو زینت بخشتی ہے جس میں قندیل فکر ملت روشن ہو، یہ محض دعوی نہیں، اس کی باوثوق سندیں موجود ہیں، بطور ثبوت ایک مثال نذر قارئین ہے۔ امریکہ میں ''ابراہم لنکن'' نے ۵ر سال کی مدت میں پیدل چل کر ایک ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، اس کی وضعداری، خاکساری نے گھروں کے دروازے ہی نہیں دلوں کے دروازے بھی کھولے، گوشۂ قلب میں سکونت کی جگہ بھی پائی اور وقت آنے پر قدردان قوم نے غربت کی گٹھڑی ڈھونے والے اپنے محبوب لیڈر کے سر پر اقتدار کا تاج رکھ دیا۔

میں سلام تہنیت پیش کرتا ہوں ملک کی راجدھانی میں بسنے والی عوام کو جس نے اپنی ہوش مندی کا ایک انوکھا، عبرت آموز اور تاریخ ساز نمونہ پیش کیا اور اپنی قیادت کے لیے ایک ایسے راہ نما کا انتخاب کیا جس نے محض ۴۹ر دن کی گزشتہ حکومت میں دہلی کی کتاب سیاست میں وفاشعاری کے وہ مضامین قلم بند کیے جسے قید تحریر میں لانے کے لیے شیلا دکشت کی ۱۵ر سالہ حکومت قلم اور روشنائی فراہم نہ کرسکی۔

☆☆☆

حسن انجام کے اس مسرت نواز موقع پر شکر وسپاس کی اولین مستحق اس ذات کو تصور کرتا ہوں جس کی ثنا خوانی میں زمان ستائش ہمہ وقت زمزمہ سنج رہے تو اس کی تعریف کا عشر عشیر بھی ادا نہیں کر سکتی، جس نے میری ناتواں قلم بردار انگلیوں میں توانائی پیدا کی اور دل کے زہر کو کاغذ پر اگلنے کا سلیقہ بخشا۔ بعد ازاں مادر علمی جامعہ سلفیہ کے لطف وعنایات کا مشکور ہوں جس کے چشمۂ نبوت سے جام علم کشید کرتا رہا نیز چشمۂ نبوت کے گلبدار اساتذۂ کرام کو تحفۂ تشکر پیش کرتا ہوں جنھوں نے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

آپ کے لطف وکرم سے مجھے انکار نہیں
حلقہ بر گوش ہوں، ممنون ہوں، مشکور ہوں

بالخصوص شفقت پدری کے نمونہ، مشرف مجلہ ''المنار'' جن کے زیر نگرانی سرگرم عمل رہے اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے۔

اپنے ان تمام اخوان کی احسان شناسی ضروری تصور کرتا ہوں جو میرے لیے دست تعاون بنے رہے، خاص طور پر رفیق کار، نائب مدیر یاسر اسعد اسعد اعظمی فضیلت سال اول، عبداللہ ثاقب مقصود عالم فضیلت سال دوم (ناظم ندوۃ الطلبہ) نیز سابق مدیر مجلہ، عبداللہ تجید عالم فضیلت سال سوم، عطاء الرحمن حبیب الرحمن فضیلت سال سوم، جو برابر ''المنار'' کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں دریافت کرتے رہے اور ان کی یہی دریافت میرے رخش عمل کو مہمیز لگاتی رہی۔ اللہ سب کے حسن عمل کی جزا دو چند کردے، آمین۔

عزیر احمد نور الہدی
فضیلت سال دوم
مدیر مجلہ ''المنار''
جامعہ سلفیہ، بنارس

AsliAhleSunnet.com

چراغ لیل ونہار

سرگذشت چمن

یہ مدرسہ ہے کوئی میکدہ نہیں ساقی
یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں

آج دنیا قیام امن کے لیے ہزاروں منصوبے بنا رہی ہے لیکن بدامنی وانتشار کا ایسا بول بالا ہے کہ نابود ہونا تو درکنار، اس میں تخفیف بھی محال نظر آتی ہے۔ اس عالم رنگ وبو میں ادیان ومذاہب بہتیرے ہیں لیکن اسلام وہ عالمگیر اور ہمہ گیر مذہب ہے جو اپنی روشن اور درخشندہ تعلیمات کی وجہ سے تمام ادیان سے ممتاز ہے۔

امن پسندی انسان کی فطرت میں ہے اور اسلام دین فطرت ہے، یہ ممکن ہی نہیں کہ اس کی کوئی بھی تعلیم فطری اصولوں سے متصادم ہو۔ دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ امیری اور غریبی میں ہمیشہ سے ایک دیوار قائم رہی ہے۔ اسلام نے غربت وثروت کے مابین حائل نفرت کی اس وسیع خلیج کو پاٹنے کے لیے "تؤخذ من أغنيائهم وترد على فقرائهم" کا زریں اصول وضع کر کے زکوۃ کا نظام نافذ کیا۔ چوری، قتل اور آبروریزی پر حد قائم کی تا کہ جان ومال اور عزت وناموس کو مکمل تحفظ فراہم ہو سکے۔

ذہن کے بند دریچوں کو وا کر کے، تعصب کی سیاہ عینک اتار کر غیر جانب دارانہ طور پر اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والا ہر شخص یہ پکار اٹھے گا ع

امن عالم تو فقط دامن اسلام میں ہے

لیکن حیف صد حیف! تشدد وانتہا پسندی جیسے کلمات اس مذہب سے جوڑے جا رہے ہیں اور اس کے نظریۂ جہاد کو ہدف تنقید بنا کر اقوام عالم کو یہ باور کرانے کی سعی مذموم کی جا رہی ہے کہ اسلام کی بنیادیں دہشت گردی سے جڑی ہوئی ہیں، حالانکہ اسلام دہشت گردی اور فساد فی الارض کا سب سے بڑا مخالف اور امن عالم کا دعوے دار ہی نہیں علم بردار بھی ہے۔ کل بھی اسلام اور مسلمان قیام امن کے لیے کوشاں تھے اور آج بھی ہیں، کل یہ صدائیں نبی اور اصحاب نبی کی زبانوں سے آتی تھیں اور آج یہ صدائیں نبی کے وارثین، علمائے امت اور دین کے قلعوں، مساجد ومکاتب اور مدارس سے آتی ہیں اور ان شاء اللہ الرحمٰن تا قیامت آتی رہیں گی، ان کا ماضی جس قدر حسین تھا مستقبل بھی اسی قدر روشن اور تابناک ہوگا، کل جو قندیل

AsliAhleSunnet.com

رہبانی روشن ہوئی تھی وہ قیامت تک فروزاں رہے گی۔ یہ الگ بات ہے کہ ان چراغوں کو روغن بخشنے والے بدل جائیں۔

جہاں رہے گا وہیں روشنی لٹائے گا
کسی چراغ کا اپنا مکاں نہیں ہوتا

مدارس کی یہ تاریخ کوئی نئی نہیں ہے بلکہ اس کا آغاز نبی کے زمانے ہی میں ایک چبوترے کی شکل میں ہوگیا تھا جو ہر زمانے میں مختلف شکلوں میں قائم رہا اور اسلام کی ضیاپاش کرنوں سے عالم کو منور کرتا رہا۔ غرض یہ کہ دنیا جب بھی کفر وشرک کی تیرگی میں گم ہوئی ملت کے معماروں نے اسی چراغ کو روشن کیا۔ اس کی واضح مثال ڈاکٹر علامہ اقبال کا وہ قول ہے جو انھوں نے یورپ سے آنے کے بعد کہا تھا ''برصغیر میں مدارس کا جال بچھاؤ میں یورپ کے مے خانے دیکھ کر آرہا ہوں''۔

مادر علمی جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس مدارس اسلامیہ کی ایک اہم کڑی ہے، جو اپنے نیک مقاصد اور معیاری تعلیم کے لیے پوری دنیا میں معروف ومشہور ہے، اس دانش کدۂ علم وفن کی تاسیس کا تاریخ ساز فیصلہ ۱۹۶۳ء کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نوگڑھ میں ہوا تھا اور اسی سال سعودی فرماں روا عالی جناب شاہ سعود رحمہ اللہ کے حکم سے سعودیہ عربیہ کے سفیر عزت مآب جناب یوسف فوزان رحمہ اللہ نے اس کی بنیاد رکھی۔ چند کمروں کی تکمیل کے بعد ہی ۱۹۶۶ء سے باضابطہ تعلیم وتربیت اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

چونکہ طلبہ کو کتاب وسنت کا بے باک علم بردار بنانا، دینی بصیرت اور علمی ثقافت سے ہم کنار کرنا، ان کے افکار ونظریات اور خیالات میں جدت پیدا کرنا اور ان کے اندر تقریری وتحریری صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر انھیں خود اعتماد بنانا، جامعہ ہذا کے اولین مقاصد میں سے تھا، لہذا ان امور کو بجالانے کے لیے ذمہ داران جامعہ نے ایک انجمن بنام ''ندوۃ الطلبہ'' تشکیل دی، جو بدستور از قیام تادم ایں مختلف النوع سرگرمیوں کے ساتھ اپنے ہدف کی جانب رواں دواں ہے اور مدارج ترقی طے کر رہی ہے۔

ذیل کی سطور میں ''ندوۃ الطلبہ'' کی سرگرمیوں اور کارگزاریوں کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے جو پانچ شعبوں پر محیط ہے:

۱-شعبۂ خطابت ۲-شعبۂ صحافت
۳-دارالکتب ۴-دارالاخبار
۵-لجنۃ الثقافۃ

شعبۂ خطابت: خطابت کی سحر آفرینی وزود اثری ہر دور میں مسلم رہی ہے، اس کی اہمیت وافادیت سے چشم پوشی

AsliAhleSunnet.com

ممکن نہیں، خطابت دلوں میں جگہ بنانے کا ذریعہ اور مقاصد کی تکمیل کا وسیلہ ہے، گنتی کے چند سحر انگیز جملے سیکڑوں، ہزاروں قلوب پر حکومت کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں، یہی سبب ہے کہ رب ذوالجلال والمنن نے انبیائے کرام ورسل عظام کو معجزات خداوندی کے ساتھ ساتھ فصاحت لسانی کا بیش قیمت تحفہ عطا کیا، انھوں نے اطاعت دین میں اس وسیلے کا بھرپور استعمال کیا اور کامیاب بھی رہے۔

خطابت کی اس اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور طلبہ کو میدان خطابت کا شہسوار بنانے کے لیے جامعہ کے ذمہ داران نے اس کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا، جس کے تحت طلبہ ہر ہفتے بزبان اردو وعربی تقریری مشق کرتے ہیں اور اس میں حاصل شدہ نمبرات کو مستقل مضمون کی حیثیت دی جاتی ہے۔

امسال عربی واردو کی کل ۱۶/ نشستیں ہوئیں جن کے اندر طلبہ نے ہر دو زبان میں آٹھ تقریریں کیں، اساتذۂ کرام حفظہم اللہ نے صدارت کے فرائض انجام دیے اور اثنائے خطابت خطبا سے ہونے والی غلطیوں کی اصلاح فرماتے ہوئے نیک مشوروں اور قیمتی نصیحتوں سے بھی نوازتے رہے۔ فجزاهم الله خيرا وأحسن الجزاء.

ہفتہ واری انجمنوں کے ختم ہوتے ہی سالانہ تقریری انعامی مسابقات کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا، جن میں طلبۂ جامعہ نے اپنے ذوق وشوق کا مظاہرہ کرتے ہوئے "فليتنافس المتنافسون" کا عملی نمونہ پیش کیا اور کثیر تعداد میں شرکت کر کے قیمتی انعامات کے مستحق ہوئے۔

رواں برس عربی، اردو، انگریزی اور ہندی چار زبانوں میں کل دس مسابقے ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱- بزبان عربی:

☆ برائے عالمیت، سال اول: آفات اللسان في ضوء الكتاب والسنة

بتاریخ: ۵/ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۶/ مارچ ۲۰۱۵ء

☆ برائے عالمیت، سال دوم: الوفاء بالعهود والمواثيق في الشريعة الإسلامية

بتاریخ: ۵/ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۶/ مارچ ۲۰۱۵ء

☆ برائے فضیلت: آداب التحاور وأساليبه

بتاریخ: ۱۱-۱۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱-۲/ اپریل ۲۰۱۵ء

۲- بزبان اردو:

☆ برائے عالمیت، سال اول: اسلامی اخوت کا مفہوم اور اس کے مقاصد

بتاریخ: ۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۲/ مارچ ۲۰۱۵ء

AsliAhleSunnet.com

☆ برائے عالمیت، سال دوم: اسلام کے خلاف دور جدید کی سازشیں

بتاریخ: ۲/ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۲/ مارچ ۲۰۱۵ء

☆ برائے فضیلت: اشاعت اسلام میں میڈیا کا مفید استعمال

بتاریخ: ۸-۹/ جمادی الاولی ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۸-۱۹/ مارچ ۲۰۱۵ء

۳-بزبان انگریزی:

☆ برائے عالمیت: Importance of Modesty in Islam

بتاریخ: ۱۹/ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/ اپریل ۲۰۱۵ء

☆ برائے فضیلت: Importance of Madrasa

بتاریخ: ۲۶/ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶/ اپریل ۲۰۱۵ء

۴-بزبان ہندی:

☆ برائے عالمیت: मुस्लिम समाज और नारी शिक्षा

بتاریخ: ۲۶/ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۶/ اپریل ۲۰۱۵ء

☆ برائے فضیلت: लौकिक जीवन की वास्तविकता

بتاریخ: ۱۹/ جمادی الاخری ۱۴۳۶ھ مطابق ۹/ اپریل ۲۰۱۵ء

شعبۂ صحافت: ابتدائے آفرینش سے ہی قلم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، اس کی تاریخ بہت پرانی ہے، رب العالمین نے سب سے پہلے قلم کی تخلیق فرمائی اور سب سے مقدس کتاب قرآن مجید کے اندر قلم کی قسم کھا کر اس کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کیا۔

آج جبکہ الیکٹرانک میڈیا اور سوشل نیٹ ورکنگ کا دور دورہ ہے، اس کے باوجود پرنٹ میڈیا یعنی صحافت کی اہمیت اپنی جگہ برقرار ہے۔ ایک طرف صحافت اپنے اندر معمولی انسان کو لوگوں کا حاکم بنانے کی طاقت رکھتی ہے تو دوسری جانب برسر اقتدار حکومت کو چشم زدن میں زیر زمین کرنے کی قوت بھی رکھتی ہے۔ مشہور فوجی کمانڈر نپولین بونابرٹ نے کہا تھا: ''میں توپوں کی گھن گرج سے زیادہ قلم کی سرسراہٹ سے خوف کھاتا ہوں''۔

آج جبکہ اعدائے اسلام، اسلام اور اہل اسلام پر چوطرفہ یلغار کر رہے ہیں اور اسلام کی تعلیمات کو مخدوش کرنے کی سعی ناپاک کر رہے ہیں، صحافت کی ضرورت واہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ بنابریں طلبہ کو مضمون نگاری اور انشا پردازی کا گر سکھانے نیز میدان صحافت میں قدم جمانے کا سلیقہ سکھانے کے لیے علی حدہ شعبہ قائم کیا گیا، جس کی نگرانی میں پندرہ

AsliAhleSunnet.com

روزہ بزبان اردو وہندی اور ماہنامہ بزبان عربی وانگریزی ایک علمی، فکری، ادبی اور تحقیقی حائطیہ بنام ''المنار'' نکلتا ہے جو طلبہ کی ذہنی وسعتوں کا مظہر اور قلمی کاوشوں کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ عمل سال بھر جاری وساری رہتا ہے۔ سال رواں میں تادم تحریر اردو وہندی کے آٹھ اور عربی وانگریزی کے پانچ شمارے منصۂ شہود پر آچکے ہیں، آئندہ مزید شمارے نکالے جائیں گے، ان شاء اللہ۔

امسال حائطیہ میں لکھے گئے بہترین اور اہم موضوعات میں سے چند یہ ہیں:

- احادیث کی تخریج وتحقیق
- مدارس پر زعفرانی نگاہیں
- مأساة العالم الاسلامی
- حوثی: روپ بہروپ
- اہل قبلہ کی تکفیر: ایک حساس مسئلہ

ساتھ ہی تعلیمی سال کے اختتام پر سالانہ مجلّہ ''المنار'' شائع ہوتا ہے جو طلبۂ جامعہ کے علمی، ادبی، فکری، ثقافتی ذوق کا شاہکار ہوتا ہے۔ نیز عربی اور اردو زبان میں سالانہ تحریری انعامی مسابقے بھی ہوتے ہیں جن میں طلبہ منتخب موضوع پر حصہ لے کر جولانیٔ قلم کا جلوہ بکھیرتے ہیں، فائزین گراں قدر انعامات سے سرفراز ہوتے ہیں اور تمام قلم کار شرکا تشجیعی انعام سے نوازے جاتے ہیں۔

رواں برس تحریری مسابقے کے مضامین، ابتدائے سال میں، عیدالاضحیٰ سے قبل آویزاں کردیے گئے تھے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

بزبان عربی:

☆ برائے عالمیت، سال اول : ما هي واجبات الآباء تجاه الأبناء

☆ برائے عالمیت، سال دوم : دروس وعبر في حياة النبي المكية ﷺ

☆ برائے فضیلت : دواعي الانحطاط العلمي الديني في عصرنا الحاضر

بزبان اردو:

☆ برائے عالمیت، سال اول : مطالعہ ومذاکرہ: اہمیت وفوائد

☆ برائے عالمیت، سال دوم : اسلام میں غیر مسلموں کے حقوق

☆ برائے فضیلت : بڑھتے جرائم: اسباب وعلاج

AsliAhleSunnet.com

دارالکتب: کسی بھی علم وفن میں دسترس حاصل کرنے، خطابت وصحافت کو بہترین غذا فراہم کرنے، دعوت دین کے فرائض انجام دینے اور زبان وادب کو پروان چڑھانے کے لیے نصابی کتب کے علاوہ متنوع علوم ومختلف النوع کتابوں کی وافر مقدار میں ضرورت پڑتی ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر ''ندوۃ الطلبہ'' نے جامعہ کی مرکزی لائبریری کے علاوہ اپنی ایک ذاتی لائبریری بنام ''دارالکتب'' کا اہتمام کیا ہے، جو ہفتے میں تین دن اتوار، سوموار اور جمعہ بعد نماز عشاء ڈیڑھ گھنٹے کے لیے کھلتا ہے، طلبہ اپنے ذوق کے مطابق مختلف موضوعات پر کتابیں ایشو کرا کے اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہیں۔

ندوۃ الطلبہ اپنے فنڈ سے ہر سال جملہ علوم وفنون کی نئی اور معیاری کتابوں کا ذخیرہ کرتا ہے۔ الحمد للہ امسال ندوۃ الطلبہ نے تقریبا پینتالیس ہزار (-/45000) روپے کی کتابیں خرید کر دارالکتب میں تقریبا ۵۰۰ر کتابوں کا اضافہ کیا ہے۔ آئندہ اور بھی اضافے کا امکان ہے۔

دارالاخبار: عالم اسلام کے حالات سے واقفیت، جدید تحقیقات، واقعات وحوادث سے آگہی نیز ملکی وعالمی خبروں پر نظر رکھنا تشنگان علم نبوت کے لیے از حد ضروری ہے، تاکہ پیش آنے والے مسائل کے حل کے لیے وہ ہمیشہ مستعد رہیں۔ اسی غرض سے ''ندوۃ الطلبہ'' نے دارالاخبار کا انتظام کیا ہے، جس میں عربی، اردو، ہندی، انگریزی وبنگالی وغیرہ مختلف زبانوں میں علمی، دینی، فکری وتحقیقی پندرہ روزے، ماہنامے، سہ ماہی، ششماہی وسالنامے تقریبا ساٹھ (۶۰) رسائل وجرائد آتے ہیں، جن کے ذریعہ طلبہ نت نئے پیش آمدہ واقعات وحوادث، جدید انکشافات واختراعات نیز ملک وبیرون ملک کی سیاسی اتھل پتھل سے واقف اور باخبر ہوتے ہیں۔

لجنۃ الثقافۃ: دین وشریعت کی نشر واشاعت میں بداہت گوئی وبرجستگی بے حد ضروری ہے، جس کا فقدان لیاقت کے اظہار میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور علم کا بحر ذخار ہونے کے باوجود مافی الضمیر کو ادا کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے، اس پریشانی اور لسانی کمزوری کو رفع کرنے، کلام میں برجستگی وبے باکی پیدا کرنے، علمی افق کو بلند کرنے، خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے اور علمی استعداد میں نکھار لانے کی غرض سے آج سے سترہ سال قبل ۱۹۹۷ء میں اساتذۂ کرام خصوصا ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری -رحمه الله رحمة واسعة وجعل الجنة مثواه- کی کوشش اور مشورے سے ایک کمیٹی ''لجنۃ الثقافۃ'' کا قیام عمل میں آیا، جس کے تحت ہر پندرہ روز میں بروز جمعرات بعد نماز عشاء ایک علمی وثقافتی پروگرام منعقد ہوتا ہے۔ یہ لجنہ اللہ کے فضل وکرم سے از قیام تا بیان اپنے مقصد میں کامیاب وکامراں ہے اور لسانی اصلاح میں غیر معمولی کردار ادا کر رہا ہے۔

رواں برس لجنۃ الثقافہ کی کل آٹھ نشستیں منعقد ہوئیں، اساتذۂ کرام حفظہم اللہ نے صدارت کے فرائض انجام دیے، حالات وظروف کی مناسبت سے متنوع موضوعات پر طلبہ نے عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں برجستہ گوئی کا

AsliAhleSunnet.com

مظاہرہ کیا، چند عبقری شخصیات پر مقالات پیش کیے۔ لجنہ میں تنوع وتفنن اور دلچسپی لانے کے لیے موقع بموقع مناظرے، مکالمے کا پروگرام رکھا گیا، سیرت کوئز، نحوی کوئز اور معلومات عامہ کوئز مقابلے ہوئے، اردو بیت بازی کی ایک حسین محفل سجی اور دو ڈرامے بھی پیش کیے گئے۔

الحمد للہ تمام نشستوں میں طلبہ نے دینی جوش اور علمی ذوق کا ثبوت دیتے ہوئے کثیر تعداد میں شرکت کی اور قیمتی انعامات سے سرفراز ہوئے۔ پروگرام کے اختتام پر صدر مجلس پیش کیے گئے موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے، کوئی گوشہ تشنہ رہ جاتا تو اس کی وضاحت کرتے، اثنائے مجلس صادر لغزشوں پر مطلع کرتے اور شرکاء کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے لجنہ الثقافہ کی ترقی کے لیے مدد ومعاون راہوں کی طرف رہنمائی فرماتے۔

امسال لجنہ الثقافہ کو زینت بخشنے والے چند عناوین درج ذیل ہیں:

(۱) سعودی عرب کے خلاف ریشہ دوانیاں ماضی اور حال کے آئینے میں

(۲) داعش حقیقت کے آئینے میں

(۳) افزائش نسل اور اس پر قدغن

(۴) آزادئ نسواں کا نعرہ

(۵) کیا ہندوستانی مسلمان آزاد ہیں؟ (مکالمہ)

(۶) غیر نبی کو نبی کہنے کا حکم

(۷) لو جہاد، حقائق اور پس منظر

(۸) فارغین مدارس اور ان کی ذمہ داریاں

(۹) مسابقہ سیرت رسول ﷺ اور مسابقہ معلومات عامہ

(۱۰) اردو بیت بازی

(۱۱) لطائف

(۱۲) برجستہ تقاریر

(۱۳) سوالات وجوابات (سامعین سے)

جامعہ سلفیہ مرکزی دانش کدہ ہے، جو نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ہند بھی ممتاز حیثیت رکھتا ہے، اس لیے یہاں عموماً ہند وبیرون ہند سے مہمانان عظام کی تشریف آوری ہوتی رہتی ہے اور جامعہ میں مختلف مناسبتوں سے نوع بنوع مجالس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

سال رواں کی جھلکیاں:

☆ بتاریخ ۱ردسمبر ۲۰۱۴ء بروز سوموار جامعہ میں ایک تربیتی پروگرام منعقد کیا گیا جس کی صدارت محترم شیخ الجامعہ مولانا نعیم الدین مدنی حفظہ اللہ نے فرمائی۔ پروگرام میں بطور مہمان خصوصی شیخ ابوزید ضمیر حفظہ اللہ نے شرکت فرمائی۔ آپ نے طلبہ کو آداب تعلیم وتربیت کے موضوع پر بہترین خطاب کیا اور قرآن واحادیث کے حوالے سے حصول تعلیم کے آداب پر مفصل گفتگو فرمائی۔ پروگرام کی دوسری نشست میں آپ نے ''حق سے روگردانی اور اس سے اعراض کے اسباب'' پر خطاب فرمایا اور بتلایا کہ حق کی رہنمائی کرنے والا خواہ ہم سے حقیر اور کم تر ہی کیوں نہ ہو، اس کی بات قبول کرنے سے انکار کرنا خلاف کتاب وسنت ہے۔

☆ ۲۶ رجنوری ۲۰۱۵ء کو یوم جمہوریہ کی مناسبت سے جامعہ کے سیمینار ہال میں ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ کے زیر صدارت ایک ثقافتی پروگرام منعقد ہوا، جس میں طلبہ نے یوم جمہوریہ کا تعارف اور آئین ہند میں مسلمانوں کے حقوق پر تقریریں کیں، اس کے بعد ''آزادئ ہند میں علمائے صادق پور کا کردار'' کے موضوع پر ایک ڈرامہ پیش کیا گیا جسے ناظرین کی جانب سے کافی پذیرائی ملی، پروگرام کے آخر میں محترم ناظم اعلی نے خطاب فرمایا اور مشترکین کو انعام سے بھی نوازا۔

☆ ۱۵ رفروری ۲۰۱۵ء بروز اتوار جامعہ میں میتری بھون وارانسی کے تعاون سے ایک بین المذاہب اجتماع منعقد ہوا، جس میں مندرجہ ذیل مذہبی نمائندوں نے شرکت کی:

(۱) فادر اندونیل کودتوا کو (عیسائی رہنما اور ویٹیکن سٹی روم کے نمائندہ)

(۲) فادر پال امین

(۳) پروفیسر وشمبھر ناتھ مشرا (مہنت سنکٹ موچن مندر بنارس)

(۴) ڈاکٹر روہت گپتا (گائتری سماج کے نمائندہ)

مسلم سماج کی نمائندگی کرتے ہوئے ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس نے مہمانوں کے سامنے ''امن وسلامتی اور بقائے باہم کے لیے اسلامی تعلیمات اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر ایک جامع خطاب پیش کیا اور کہا کہ آج دنیا کو سب سے زیادہ امن کی ضرورت ہے اور یہ باہمی تعاون کے ذریعہ ہی ممکن ہے، اسلام کے معنی ہی امن وسلامتی کے ہوتے ہیں، کسی بھی مذہب کو دہشت گردی سے جوڑنا سراسر غلط ہے، آپ نے قرآن وسنت اور سیرت نبویہ کے مختلف پہلوؤں سے اسلامی موقف کی وضاحت فرمائی۔

روم سے آئے مہمان خصوصی فادر اندونیل نے اس تعلق سے نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے بین المذاہب

AsliAhleSunnet.com

مکالموں کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ پروگرام کی صدارت مفتی بنارس مولانا عبدالباطن نعمانی نے فرمائی۔

☆ ۲۵ر فروری ۲۰۱۵ء بروز بدھ جامعہ میں قطر سے شیخ خالد بن محمد بن غانم آل ثانی کی تشریف آوری ہوئی، آپ ظہر کے وقت جامعہ پہنچے اور جامعہ کے شعبہ جات کا معائنہ کیا، شیخ موصوف نے شعبۂ تحفیظ القرآن کے بعض طلبہ سے قرآن سنا اور انہیں انعامات سے بھی نوازا، آپ نے اس زیارت پر بے پناہ فرحت ومسرت کا اظہار کیا۔

☆ جامعہ میں ۱۸-۱۹ر مارچ ۲۰۱۵ء بروز بدھ وجمعرات حفظ قرآن کریم کا مسابقہ منعقد ہوا، یہ مسابقہ تین زمروں پر مشتمل تھا:

(۱) مکمل قرآن کریم (۲) ۲۰ر پارہ (۳) ۱۰ر پارہ

مسابقے میں حصہ لینے والے تمام طلبہ کو تشجیعی انعامات سے نوازا گیا، پوزیشن لانے والے طلبہ کو خصوصی انعامات دیے گئے اور پورے مسابقہ میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والے خوش نصیب طالب علم کو مکہ مکرمہ میں منعقد ہونے والے عالمی مسابقے میں شرکت کے لیے بھیجا جائے گا۔

ہدیۂ تشکر وامتنان:

عنقریب سال ختم ہونے کو ہے اور ہم سب فرائض منصبی سے سبکدوش ہونے والے ہیں، اس حسین موقع پر میں سب سے پہلے بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر بجالاتا ہوں جس نے اپنے خاص فضل وکرم سے ندوۃ الطلبہ کی عظیم ذمہ داری (نظامت) کی ادائیگی میرے لیے آسان بنایا اور تمام امور نہایت ہی سلیقے سے انجام دینے کی توفیق دی، الحمدللہ علی ہذا۔

پھر میں تشکر وامتنان کا حسین گلدستہ اپنے مشفق ومخلص والدین کی نذر کرتا ہوں، جنھوں نے میرے حصول علم کے لیے عظیم مرکز علم وفن جامعہ سلفیہ کا انتخاب کیا اور ارباب فکر ودانش کی آماجگاہ میں رہ کر اعلی وارفع ہستیوں سے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔

بعدہ میں اپنے تمام اساتذۂ کرام وذمہ داران جامعہ بالخصوص فضیلۃ الشیخ نعیم الدین مدنی حفظہ اللہ (شیخ الجامعہ مربی انجمن)، فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ (سابق شیخ الجامعہ)، فضیلۃ الشیخ اسعد اعظمی حفظہ اللہ (مدیر صوت الأمۃ) اور فضیلۃ الشیخ محمد یونس مدنی حفظہ اللہ (نائب شیخ الجامعہ) کو بصد خلوص ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں، جن کے امداد وتعاون کے بغیر اس عظیم ذمہ داری کی ادائیگی ناممکن تھی، انھوں نے ہر موڑ پر اپنی معیت کا احساس دلایا، مفید مشوروں، قیمتی نصیحتوں سے نوازتے رہے اور ارشاد ورہنمائی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

قلم میری ناشکری وناقدردانی کا شاکی نظر آئے گا اور میرا مضمون ادھورا تصور کیا جائے گا اگر اس حیات بخش لمحے میں شعبۂ صحافت کے نگہدار ومشرف ومربی ''المنار'' فضیلۃ الشیخ عبید اللہ طیب مکی حفظہ اللہ ورعاہ کا ذکر خیر نہ کروں، جن کی

AshAhleSunnet.com

انتھک کوشش اور محنت سے ہمارا حائطیہ ''المنار'' سال بھر بلاناغہ منظر عام پر آتا رہا اور جن کی سعی محمود سے ہم طلبۂ جامعہ کا سالانہ مجلّہ ''المنار'' تقریبا دس سالوں سے اپنی پوری رعنائی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ پدر اگر اپنے ہمکتے جگر گوشے کو گود لینے کی بجائے طمانچہ رسید کرے تو اس ننھے کے ذہن میں شعور و آگہی کا اکھوا نکلنے سے پہلے دل میں نفرت کا پودا اگ آئے گا، لیکن واللہ شیخ محترم کو میں نے ہمیشہ شفقت پدری کا نمونہ پایا۔

بہمہ وجوہ آپ کے لیے نہاں خانۂ دل میں توقیر و محبت کا جو جذبہ موجزن ہے زبان اس کو الفاظ کا پیکر نہیں دے سکتی نہ ہی قلم بیان کرنے پر قادر ہے۔ اللہ استاذ محترم کا سایہ ہمارے اوپر دیر پا رکھے اور آپ کے فیضان علم سے ہمیں مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اگر اس سنہری موقع پر میں اپنے مخلص دوستوں کے تئیں بے توجہی کی چادر تان لوں تو بڑی ناسپاسی ہوگی، اس لیے میں ان تمام اراکین ندوہ کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے میرا ساتھ دیا اور سال بھر اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورے انہماک و مستعدی کے ساتھ انجام دیا، خاص طور سے رفیق خاص عطاء الرحمٰن حبیب الرحمٰن ف ر۳ (صدر ندوۃ الطلبہ)، برادر کبیر عبداللہ تمجید عالم ف ر۳ (نائب صدر ندوۃ الطلبہ)، مخلص دوست مسیح الزماں عبدالوفاء ف ر۲ (نائب ناظم ندوۃ الطلبہ) نیز عزیز احمد نور الہدی ف ر۲ (مدیر مجلّہ ''المنار'')، یاسر اسعد اسعد اعظمی ف ر۱ (نائب مدیر)، طارق اسعد اسعد اعظمی ف ر۲ (امین لجنۃ الثقافہ)، محمد نثار محمد یٰسین ف ر۱ (نائب امین لجنۃ الثقافۃ)، صفی الرحمٰن کلیم اللہ ف ر۳ (امین دار الکتب)، عبدالقادر محمد منیر الدین ف ر۳ (نائب امین دار الکتب)، محمد عاصم افضال احمد ف ر۲ (امین دار الاخبار) کے اسما قابل ذکر ہیں، جو سال بھر میرے دست و بازو بنے رہے، انتظامی امور بہتر بنانے میں ہر طرح کا تعاون پیش کیا اور جن کی خاص توجہ سے میرا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

رب ذو الجلال والاکرام سے دعا ہے کہ ہماری خامیوں کو درگزر فرما، کوششوں کو شرف قبولیت بخش، ہمیں علم و عمل میں ممتاز بنا اور ''ندوۃ الطلبہ'' کو ثریا کی بلندی عطا فرما۔ (آمین)

عبداللہ ثاقب مقصود عالم مولانگری
فضیلت سال دوم
ناظم ''ندوۃ الطلبہ''
جامعہ سلفیہ، بنارس

AsliAhleSunnet.com

علوم القرآن

اسی قرآن میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر

AsliAhleSunnet.com

نامۂ کردار

قوم یہود کی اخلاقی حالت قرآن کی نظر میں

قطب الرحمٰن عبدالحئ
عالمیت سال دوم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذرياته أجمعين، أما بعد:

قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء، بعضهم أولياء بعض، ومن يتولهم منكم فإنه منهم﴾. (۱)

دین اسلام کے ظہور سے لے کر آج تک جس قوم نے اس کی ترویج واشاعت میں سب سے زیادہ رکاوٹیں کھڑی کی ہیں اور افق عالم پر منوراس مہر تاباں کو اپنی پھونکوں سے بجھانے کی ہر ممکن سعی مذموم کی ہے وہ قوم یہود ہے، اسی بنا پر اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں یہودیوں کی دوستی سے منع کرتے ہوئے واضح طور پر فرمادیا ہے کہ وہ کسی صورت میں تمھارے خیر خواہ نہیں ہوسکتے۔ ان یہودیوں نے اسلامی تعلیمات کو شکوک وشبہات سے دھندلانے کی خوب خوب مساعی کیں، اپنی کتابوں میں تحریف کرکے ہر اس آیت کو خارج کرنے کی کوشش کی جو کسی بھی صورت میں اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے حق میں تھی، باوجود یہ کہ انھوں نے ساری نشانیوں سمیت آپ ﷺ کو نبی کی حیثیت سے پہچان لیا تھا، لیکن پھر بھی آپ کی مخالفت پر کمر بستہ رہے اور اس سلسلے میں تمام اخلاقی حدود کو پامال کردیا، اسلام کے افکار ونظریات میں تحریف کرنے، غلط عقائد کو پھیلانے اور اسلام کے آفاقی پیغام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی، ان کی انھیں سازشوں کی وجہ سے نبی نے ان کو مدینہ منورہ سے اور خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں خیبر سے نکال دیا تھا، اللہ رب العزت نے ان کو اسی بنا پر مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا، فرمان الٰہی ہے: ﴿لتجدن أشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود والذين أشركوا﴾ (۲) کہ (اے نبی پاک ﷺ) آپ مومنوں کا سب سے بڑا دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا تفصیل سے ان پر اپنے انعامات اور ان کی بدکرداری اور نافرمانی کا ذکر کیا ہے اور ان کے اوصاف رذیلہ کو بیان کرکے متبعین اسلام کو ان سے باخبر اور آگاہ کیا ہے۔

(۱) سورۃ الاعراف، آیت: ۱۵۶۔ (۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۸۲۔

AsliAhleSunnet.com

یہود ایک تعارف:

لفظ یہود ''ہوادۃ'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی مودت اور دوستی کے ہیں یا یہ ''تہود'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی توبہ کے ہیں، جیسے قرآن میں ہے ﴿إنا هدنا إليك﴾ (۱) حضرت موسی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اے اللہ ہم تیری طرف توبہ کرتے ہیں''۔ (۲) چونکہ انھوں نے بعد میں بچھڑا پوجنے سے توبہ کرلیا تھا اس لیے ان کا نام یہود پڑ گیا۔

یا یہ کہ یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ''یہوذا'' تھا جس کی طرف منسوب ہوکر یہ لوگ یہود کہلائے۔ (۳)

اللہ تعالی نے اس قوم کے اندر انبیاء ومرسلین کا ایک سنہرا سلسلہ جاری کیا، بڑے بڑے عابد وزاہد ان میں پیدا کیے، حکمران، سلاطین اور فوجی جرنیل بھی بنائے، انبیاء کرام میں سرفہرست حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام ہیں جو کہ پیغمبران اولوالعزم میں سے ہیں۔

یہودیت کا ایک رخ:

قرآن کریم کی صراحت کے مطابق یہودی قوم واقعتاً اللہ تعالی کی بڑی چہیتی قوم تھی، اللہ تعالی نے اسے ساری دنیا کی امامت کے منصب پر فائز کیا، اور انھیں اپنے زمانے میں دنیا جہان والوں پر فضیلت عطا کی، ہر چیز کی فراوانی اور انعامات سے انھیں مالا مال کردیا، کسب معاش اور روزی روٹی کے لیے تگ ودو سے انھیں بے نیاز کرکے آسمان سے ان کے لیے من وسلوی نازل کرتا رہا، اور انھیں اس دور میں روئے زمین کی سب سے محبوب قوم قرار دیا۔

قوم یہود پر اپنے انھیں احسانات وانعامات کا تذکرہ رب العزت نے قرآن مجید میں جابجا کیا ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

﴿يا بني إسرائيل اذكروا نعمتي التي أنعمت عليكم وأوفوا بعهدي أوف بعهدكم وإياي فارهبون﴾ (۴)

اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میرے عہد کو پورا کرو، میں تمھارے عہد کو پورا کروں گا اور مجھی سے ڈرو۔

﴿ولقد اخترناهم على علم على العالمين﴾ (۵)

---

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۵۱۔ (۲) تفسیر ابن کثیر: ۱/۱۶۵۔

(۳) بین الاقوامی مذاہب، ص ۱۵۲، تقابل ادیان، ص ۱۸۷۔

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۴۰۔ (۵) سورۃ الدخان، آیت: ۳۲۔

AshAheSunnet.com

اور ہم نے دانستہ طور پر بنی اسرائیل کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی۔

﴿یا بني اسرائیل اذکروا نعمتي التي أنعمت علیکم وأني فضلتکم علی العالمین﴾ (۱)

اے اولاد یعقوب! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کیا اور میں نے تمھیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

ان آیتوں میں ان تمام انعامات واحسانات کا ذکر ہے جن کی بنیاد پر بعض امور میں تمام دنیا والوں پر یا تمام امور میں اس زمانے کے لوگوں پر اللہ تعالی نے انھیں فضیلت وفوقیت دی، جس دور میں قوموں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے ان کو منتخب کیا تھا، نیز ان انعامات میں بنی اسرائیل کا وہ تابناک دور بھی شامل ہے جس میں اللہ تعالی نے ان کو آسودہ حالی، مال ودولت کی فراوانی اور افرادی قوت وغیرہ سے نوازا تھا۔ (۲)

یہودیت کا دوسرا رخ:

- قرآن ہی کی زبانی ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں یہود ہی ایک ایسی قوم گزری ہے جس نے احسان فراموشی اور نعمتوں کی ناشکری میں دنیا کا ریکارڈ توڑ دیا اور انھیں کی تاریخی خصوصیت ہے کہ جتنے بڑے مجرم اور نافرمان یہ لوگ ہوئے ہیں تاریخ اقوام اس کی نظیر پیش کرنے سے بھی عاجز ہے۔ انبیا کی تکذیب، تکفیر، استہزا، ان کا ناحق قتل، اللہ تعالی کے احکام کی تضحیک، الہامی کتب میں تحریف اور فساد فی الارض ان کے ایسے جرائم تھے جن کی وجہ سے یہ قوم اللہ تعالی کے ہاں نہ صرف مغضوب اور ملعون ٹھہری بلکہ اسے دنیا کی امامت کے منصب سے بھی معزول کر دیا گیا۔

اس احسان فراموش کو اللہ تعالی نے محض اپنے فضل وکرم سے جو عظمت اور بزرگیاں عطا کی تھیں ان کو انھوں نے اپنی اہلیت واستحقاق کا کرشمہ اور اپنے نسل ونسب کا ایک قدرتی حق سمجھا کہ ہم خدا کے محبوب ومقبول ہیں، اسی لیے ہمارے سارے گناہ معاف ہیں اور ہمارے آباء واجداد انبیاء ہیں، وہ ہم کو دوزخ سے بچالیں گے اور اگر بالفرض جہنم میں جانا ہی ہوا تو چند روز ہوگا۔ اس لیے ان کے دماغ میں نبی زادگی کے فخر وغرور نے ان کو طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا کر دیا اور یہ قوم توحید کا دامن چھوڑ کر شرک کی دلدل میں پھنس گئی، احکام خداوندی کی نافرمانی شروع کر دی اور پیغمبروں کو موت کے گھاٹ اتارنے لگی۔

اولاً اللہ تعالی نے مختلف انبیائے کرام کی زبانی ان کو یہ بات یاد دلائی کہ جس فضیلت پر تمھیں ناز ہے وہ فضیلت

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۴۷۔

(۲) ذلت یہود کی قرآنی مہر اور اسرائیل کا وجود، ص: ۲۳۔

ہماری ہی عطا کردہ ہے، اگر اس کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو خدا کے عہد پر قائم رہو اور اس کا حق ادا کرو، نیز اللہ تعالی نے اس قوم کو اصلاح احوال کے بھی مختلف مواقع عطا کیے کہ کبھی مال و دولت کے ذخیرے اور عیش و عشرت کے سامان عطا کیے تا کہ احسان کرنے والے انعام کرنے والے کے شکر گزار بندے بن جائیں اور کبھی ذلت و خواری مسلط کی، قحط و افلاس میں مبتلا کیا تا کہ اپنی بداعمالیوں سے توبہ کرلیں اور اللہ تعالی کی طرف رجوع کریں، لیکن یہ سرکش قوم ان مواقع سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنی سرکشی میں اضافہ کرتی رہی۔ اللہ تعالی نے بھی ان کی انھیں مسلسل ناشکریوں، آیات الہی کی ناقدریوں اور حدود الہی کو پامال کرنے کے سبب ان پر ذلت و مسکنت طاری کردی۔(۱)

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ضربت عليهم الذلة والمسكنة وباء وا بغضب من الله﴾ (۲)

کہ ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔

یہود کے بعض برے اوصاف قرآن میں:

☆ اللہ کی بے ادبی اور اس کے متعلق توہین آمیز کلمات: ان سرکش یہودیوں نے خالق باری تعالی کی شان میں بھی گستاخی کی اور اس کے متعلق توہین آمیز کلمات استعمال کیا، جیسا کہ قرآن مجید میں صراحت ہے: ﴿لقد سمع الله قول الذين قالوا إن الله فقير ونحن أغنياء﴾ (۳) کہ یقیناً اللہ تعالی نے ان لوگوں کا قول بھی سنا جنھوں نے کہا کہ اللہ تعالی فقیر ہے اور ہم زردار ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ کون ہے جو اللہ کو قرضۂ حسنہ دے اور وہ اسے دو چند کر کے دے تو یہود کہنے لگے کہ اے محمد (ﷺ)! تیرا رب فقیر ہو گیا ہے اور اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(۴)

☆ حضرت محمد ﷺ کی بے ادبی اور آپ کے متعلق توہین آمیز کلمات: ان یہودیوں نے نبی صادق و مصدوق ﷺ کو بھی نہیں بخشا اور آپ کے متعلق بھی گستاخانہ کلمات کا استعمال کیا، فرمان الہی ہے: ﴿من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه ويقولون سمعنا وعصينا واسمع غير مسمع وراعنا ليا بألسنتهم وطعنا في الدين﴾ (۵) کہ بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن

---

(۱) ذلت یہود کی قرآنی مہر اور اسرائیل کا وجود، از مفتی شاہ محمد تفضل علی، ص: ۲۴-۲۵۔

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۶۱۔ (۳) سورہ آل عمران، آیت: ۱۸۱۔

(۴) تفسیر ابن کثیر (مترجم) ۱۰/۵۹۹۔ (۵) سورۃ النساء، آیت: ۴۶۔

AsliAhleSunnet.com

اس کے بغیر کہ تو سنا جائے اور ہماری رعایت کر (لیکن اس کہنے میں) اپنی زبان کو پیچ دیتے ہیں اور دین میں طعنہ دیتے ہیں۔

یعنی ایک تو وہ یہ کہتے تھے کہ ''ہم نے سن لیا''، لیکن اس کے ساتھ ہی جسارت کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ ''ہم نافرمانی کریں گے''، دوسرا وہ یہ کہتے تھے کہ ''تو ہماری بات سن'' اور اس کے ساتھ ہی بددعا کے طور پر یہ بھی کہہ دیتے تھے کہ ''تیری بات نہ سنی جائے''، یعنی تیری بات مقبول نہ ہو، تیسرا لفظ وہ "راعنا" کہتے تھے، جس کا ظاہری مفہوم تو یہ تھا کہ آپ ذرا ہماری رعایت کریں، لیکن یہ بولتے ہوئے وہ اپنی زبانوں کو موڑ لیتے تھے تو یہ لفظ "راعینا" ہو جاتا، جس کا معنی ہے ''ہمارا چرواہا ہے''، یا "راعنا" ہو جاتا، جس کے معنی ''احمق'' ہے، تو ان الفاظ میں یقینی طور پر آپ ﷺ کی گستاخی اور توہین کا پہلو موجود تھا۔

☆ اللہ کی آیات سے کفر اور انبیاء علیہم السلام کا قتل: ''قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فبما نقضهم ميثاقهم وكفرهم بآيات الله وقتلهم الأنبياء بغير حق﴾ (۱) (یہ سزا تھی) یہ سب ان کی عہد شکنی اور احکام الٰہی کے ساتھ کفر کرنے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کر ڈالنے کی وجہ سے۔

☆ الٰہی فیصلے سے اعراض: فرمان الٰہی ہے: ﴿ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يدعون إلى كتاب الله ليحكم بينهم ثم يتولى فريق منهم وهم معرضون﴾ (۲) کہ (اے نبی) کیا تو نے انھیں نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ اپنے فیصلوں کے لیے اللہ تعالی کی کتاب کی طرف بلائے جاتے ہیں پھر بھی ایک جماعت منہ پھیر کر لوٹ جاتی ہے۔

☆ عہد شکنی: فرمان الٰہی ہے: ﴿أوكلما عاهدوا عهدا نبذه فريق منهم، بل أكثرهم لا يعلمون﴾ (۳) کہ یہ لوگ جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کی ایک نہ ایک جماعت اسے توڑ دیتی ہے، بلکہ ان میں سے اکثر ایمان سے خالی ہیں۔

☆ تکبر: ان یہودیوں میں غرور و تکبر انتہا کو پہنچا ہوا تھا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿أفكلما جاءكم رسول بما لا تهوى أنفسكم استكبرتم، ففريقا كذبتم وفريقا تقتلون﴾ (۴)

لیکن جب کبھی تمہارے پاس (یہود کے پاس) رسول وہ چیز لے کر آئے جو طبیعتوں کے خلاف تھی تو تم نے جھٹ سے تکبر کیا، پس بعض کو تو جھٹلایا اور بعض کو قتل بھی کر ڈالا۔

☆ حق کو چھپانا اور اسے باطل سے خلط ملط کرنا: اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ولا تلبسوا الحق بالباطل

---

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۵۵۔ (۲) سورہ آل عمران، آیت: ۲۳۔

(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۰۰۔ (۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۸۷۔

AsliAhleSunnet.com

وتكتموا الحق وأنتم تعلمون﴾ (۱) کہ (اے قوم یہود) حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کیا کرو اور نہ حق کو چھپاؤ تمھیں تو خود اس کا علم ہے۔

☆ دین کا مذاق اڑانا: فرمان الٰہی ہے: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا الذين اتخذوا دينكم هزوا ولعبا من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم والكفار أولياء ه واتقوا الله إن كنتم مؤمنين، وإذا ناديتم إلى الصلاة اتخذوها هزوا ولعبا﴾ (۲) کہ مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں۔ (خواہ) وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے یا کفار ہوں، اگر تم مومن ہو، تو اللہ سے ڈرتے رہو، اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہرا لیتے ہیں۔

☆ منافقت: فرمان الٰہی ہے: ﴿وإذا لقوا الذين آمنوا قالوا آمنا، وإذا خلا بعضهم إلى بعض قالوا أتحدثونهم بما فتح الله عليكم ليحاجوكم به عند ربكم، أفلا تعقلون﴾ (۳) کہ جب وہ لوگ (یہود) ایمان والوں سے ملتے ہیں تو اپنی ایمان داری ظاہر کرتے ہیں اور جب آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیوں وہ باتیں پہنچاتے ہو جو اللہ نے تمھیں سکھائی ہیں، کیا جانتے نہیں کہ یہ تو اللہ کے پاس تم پر ان کی حجت ہو جائے گی۔

☆ حرام خوری: اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿سمّعون للكذب أكّلون للسحت﴾ (۴) کہ یہ کان لگا کر جھوٹ سننے والے اور جی بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔

چونکہ قرآن کا کم وبیش ایک چوتھائی حصہ بنی اسرائیل اور یہود کے واقعات ان کے عادات وخصائل، ان کے اجتماعی ارتداد اور مفسدانہ ذہنیت سے بھرا ہوا ہے، اس لیے قرآن مجید کو ماننے والے، اس کے احکام کو اپنی عملی زندگی میں برتنے والے اور اسے اپنے لیے مشعل راہ بنانے والے ہی سب سے زیادہ ان یہودیوں کے حالات اور ان کی سازشوں سے باخبر ہیں، اور اب جب کہ ''بیت المقدس'' ان کے قبضے سے نکل گیا ہے اور پوری ارض فلسطین پر یہود کا تسلط ہو گیا ہے تو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے، لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ حالات سے مایوس نہ ہوں اور قرآن کی اس آیت ﴿وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين﴾ کے مصداق سچے، مخلص اور باعمل مسلمان بن جائیں۔ صرف اسی صورت میں ہماری نجات اور اقوام عالم اور مذاہب باطلہ پر اسلام اور مسلمانوں کا علو وغلبہ ممکن ہے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے: ﴿إن الله لا يخلف الميعاد﴾.

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، آمين. ☆

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۴۲۔ (۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۵۷، ۵۸۔
(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۷۶۔ (۴) سورۃ المائدہ، آیت: ۴۲۔

AsliAhleSunnet.com

اقدام پروقار

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن میں فرق

اسد اللہ ابو طالب
عالمیت سال اول

قرآن اللہ کا کلام ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالی نے لے رکھی ہے، جیسا کہ قرآن میں اس کی صراحت موجود ہے: ﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (سورۃ الحجرات:۹) جب اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے تو اس کو کون مٹا سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جس طرح قرآن چودہ سو سال پہلے نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا تھا آج بھی ویسے ہی محفوظ ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ قرآن کریم ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا تھا، بلکہ حالات اور ضروریات کے بقدر آیات نازل ہوئیں، اسی لیے عہد رسالت میں یہ ممکن نہ تھا کہ قرآنی آیات کو کتابی شکل میں محفوظ کرلیا جائے، اسی لیے قرآن کو ایک مستقل کتاب میں جمع نہیں کیا گیا تھا، جیسا کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اتقان'' میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے راوی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ "قبض النبي ﷺ ولم يكن القرآن جمع في شيء"(۱) یعنی نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی اور اس وقت تک قرآن کریم کو کسی ایک چیز میں جمع نہیں کیا گیا تھا۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم کو دوسری کتابوں کے مقابلے میں یہ امتیاز بھی عطا فرمایا کہ اس کی حفاظت قلم و کاغذ سے زیادہ حفاظ کے سینوں میں کرائی۔

مکمل قرآن کریم حفاظ کے سینوں میں اور تحریری شکل میں محفوظ تھا، البتہ جب جمع قرآن کا مسئلہ آتا ہے تو اس کو تین مراحل میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ: عہد نبوی میں:

یہ بات قطعی دلائل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر قرآن کریم کا جو حصہ نازل ہوتا فوراً اس کو ضبط تحریر میں لانے کا حکم فرماتے اور یہ بھی ثابت ہے کہ کتابت قرآن کے لیے کاتبین وحی مقرر تھے، یہاں تک کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

(۱) فتح الباری لابن حجر: ۹/۹، فضائل الصحابۃ لأحمد بن حنبل: ۱/۳۹۰۔

AsliAhleSunnet.com

کتابت قرآن کی وجہ سے کاتب النبی کے لقب سے معروف ومشہور تھے، رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت مکمل قرآن تحریری شکل میں موجود تھا، لیکن ایک جلد کے اندر جمع نہ کیا جاسکا تھا، کھجور کی شاخوں اور پتھروں وغیرہ پر لکھا ہوا تھا، لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھا، ساتھ ہی ساتھ ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام نبی کریم ﷺ پر قرآن پیش فرماتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال رمضان میں دومرتبہ پیش فرمایا۔(۱)

چونکہ بعض احکام تلاوت کے نسخ کا خطرہ لگا رہتا تھا (اور اسی طرح قرآن کا نزول بھی مرتب نہ تھا، بلکہ حالات وضروریات کے مطابق کبھی کسی سورت کی چند آیات نازل ہوتیں کبھی کسی سورت کی اور کبھی آگے کی سورت اور کبھی پیچھے کی) اس لیے نبی کریم ﷺ نے قرآن کو ایک جلد کے اندر جمع نہ کرایا، لیکن جب آپ ﷺ کی وفات سے قرآن کے نزول کا سلسلہ مکمل ہوگیا اور اب کسی آیت کے حکم کے منسوخ ہونے یا مزید آیات نازل ہونے کا موقع نہ رہا تو اللہ تعالی نے خلفائے راشدین کو قرآن کو ایک جلد میں جمع کرنے کا الہام فرمایا اور قرآن کی حفاظت کا وعدہ پورا فرمایا۔(۲)

دوسرا مرحلہ: عہد صدیقی میں:

دوسرا مرحلہ جس کا آغاز صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے ہوتا ہے، اس میں صرف یہ ہو پایا کہ اس کو ایک مصحف اور جلد کی صورت میں جمع کردیا گیا، یعنی جو صحیفہ ابھی تک صرف حفظ وبحث، تعلیم وتدریس اور کتاب عمل کی شکل میں ابلاغ کے متفرق ذرائع میں منقسم تھا، اب اس نے ایک مستند سرکاری نسخے کی حیثیت اختیار کرلی، جس کی صحت وثبات پر تمام صحابہ نے اجماعی حیثیت سے مہر تصدیق ثبت کردی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نسخے کا نام ''مصحف'' رکھا۔(۳) اس مرحلے کا آغاز کیوں ہوا؟ اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک روایت سے معلوم ہوتی ہے۔

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: معرکۂ یمامہ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا، میں پہنچا تو وہاں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ موجود تھے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر میرے پاس آئے اور کہا: معرکۂ یمامہ میں بہت سے قراء قتل ہوگئے ہیں، اور مجھے خوف ہے کہ اگر دوسرے معرکوں میں اسی طرح قرائے قرآن قتل ہوتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائے گا، میری رائے یہ ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم جاری فرمائیں، اس پر میں نے

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث: ۴۹۹۸۔

(۲) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، الدکتور علی محمد محمد الصلابی، ترجمہ: شیخ شمیم احمد خلیل احمد ص: ۳۹۶۔

(۳) مطالعۂ قرآن، مولانا محمد حنیف ندوی، ص: ۸۲۔

AsliAhleSunnet.com

(ابوبکر رضی اللہ عنہ) عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسا کام کیسے کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ یہ کار خیر ہے، پھر برابر عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس کے لیے اصرار کرتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے اس کے لیے میرا سینہ کھول دیا، جس کے لیے عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا، اب میری رائے بھی وہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ عقلمند نوجوان آدمی ہیں، آپ پر کوئی اتہام نہیں، اور آپ رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے، لہذا قرآن کریم کو تلاش کر کے جمع کریں۔(۱)

زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم اگر مجھے کسی پہاڑ کو منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو میرے لیے جمع قرآن سے مشکل نہ ہوتا، چنانچہ میں نے قرآن کو کھجور کی ٹہنیوں، پتھروں کی سلوں، لوگوں کے سینوں، چمڑوں اور شانہ کی ہڈیوں سے جمع کیا، یہاں تک کہ سورہ توبہ کی آیت ﴿لقد جاء کم رسول من أنفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم﴾ (آیت: ۱۲۸) سے آخری سورہ تک صرف ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ملیں۔(۲)

اسی طرح جمع قرآن کی تکمیل کے بعد معلوم ہوا کہ ان میں سورہ احزاب کی ایک آیت نہیں ہے جسے میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا کرتا تھا، آخر وہ آیت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ملی، جن کی اکیلی شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا، وہ آیت یہ تھی: ﴿من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا﴾ (الأحزاب:۲۳) یہ آیت مل جانے پر میں نے اسے مذکورہ بالا سورہ میں شامل کرلیا۔(۳)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جمع قرآن کے سلسلے میں بڑی سختی سے جانچ پڑتال کرتے تھے، کوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کرتے تھے جب تک اچھی طرح تحقیق نہ کر لیتے تھے کہ یہ آیت اسی طرح رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت ﴿السابقون الأولون من المهاجرین والأنصار الذین اتبعوهم بإحسان﴾ پڑھا یعنی "أنصار" اور "الذین" کے درمیان سے "و" حذف کر دیا، زید بن ثابت رضی

---

(۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص:۳۹۶-۳۹۷۔

(۲) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث نمبر:۴۹۸۶۔

(۳) حضرت ابوبکر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، محمد حسین ہیکل، ص:۳۹۷۔

AsliAhleSunnet.com

اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ اصل آیت "والذین اتبعوھم" ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ مطمئن نہ ہوئے، آخر ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق دریافت کی تو انھوں نے زید رضی اللہ عنہ کی قرأت کی تصدیق کی، اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔(۱)

حضرت زید بن ثابت نے جب یہ مصحف مکمل کر لیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا، وفات تک یہ صحیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس، پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہی سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصحف کی نقلیں کرائیں، اور یہ مصاحف مختلف شہروں میں بھیجے۔(۲)

تیسرا مرحلہ: عہد عثمانی میں:

تیسرا جمع خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا، جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آرمینیہ اور آذربائجان میں اہل شام اور اہل عراق کی اسلامی فوجیں ایک ساتھ جنگ لڑ رہی تھیں، ان کے درمیان قرآن کی قرأت میں اختلاف رونما ہوا جس سے حذیفہ رضی اللہ عنہ بے حد پریشان ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: یہود و نصاری کی طرح کتاب الٰہی میں اختلاف رونما ہونے سے قبل اس امت کی خبر لیجیے، عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ قرآن آپ ہمیں بھیج دیں، اس کے مختلف نسخے کرا کے ہم آپ کو واپس کر دیں گے، ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، آپ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا اور انھوں نے اس کے مختلف نسخے تیار کیے، عثمان رضی اللہ عنہ نے تینوں قریشی حضرات سے فرمایا تھا کہ جب تمھارا قرآن کے کسی لفظ کے طرز تحریر میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو تو اس کو قریش کی زبان میں لکھو کیونکہ قرآن انھیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔(۳)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن کا یہ کارنامہ مہاجرین وانصار اور

---

(۱) حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، محمد حسین ہیکل، ص: ۴۱۳۔

(۲) حیات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، شیخ علی الطنطاوی، ص: ۲۴۷۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، حدیث: ۴۹۸۷، وعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص: ۴۰۱۔

AsliAhleSunnet.com

مسلمانوں کو جمع کر کے اور ان کے مشورے کے بعد انجام دیا، اور ان تمام حضرات نے اس بات سے اتفاق کیا کہ نبی کریم ﷺ سے جو مشہور قرأت صحیح اور ثابت ہے اس کے مطابق قرآن کو جمع کیا جائے اور اس کے ماسوا قرأتوں کو نظر انداز کیا جائے اور سبھی نے آپ کی رائے کو صحیح قرار دیا۔(۱)

ابوبکر صدیق اور عثمان رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن کے درمیان فرق:

ابن التین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوبکر صدیق اور عثمان رضی اللہ عنہما کے جمع قرآن میں فرق یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو اس خوف سے جمع کیا تھا کہ حاملین قرأت کے وفات پا جانے سے قرآن کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے، کیونکہ قرآن یکجا جمع نہیں کیا گیا تھا، لہذا آپ نے صحیفوں میں اسے آیات کی اس ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا جس پر نبی کریم ﷺ نے انہیں مطلع کیا تھا۔(۲)

اور ابوبکر باقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن سے مقصود وہ نہ تھا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دو جلدوں کے درمیان جمع کرنے کا تھا، بلکہ آپ کا مقصود صرف نبی کریم ﷺ سے معروف ثابت شدہ قرأتوں پر لوگوں کو جمع کرنا اور انھیں ایسے مصحف پر لگانا تھا جس میں کوئی تقدیم و تاخیر نہ ہو، نہ اس کے ساتھ کوئی تفسیر ہو اور نہ ہی ایسی آیات ہوں جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہو، تا کہ بعد میں آنے والے لوگ کسی فساد یا اشتباہ کا شکار نہ ہوں۔(۳)

عہد عثمانی کے کاتبین نے اساس و بنیاد تو مصحف صدیق ہی کو قرار دیا لیکن مزید احتیاط کے طور پر وہی طریق کار دوبارہ اختیار کیا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اختیار کیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ کے زمانے کے جو متفرق تحریریں صحابہ کے پاس موجود تھیں انھیں دوبارہ طلب کیا گیا اور ان کے ساتھ از سر نو مقابلہ کر کے یہ نسخے تیار کیے گئے۔(۴)

نیز عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع قرآن اس وقت عمل میں آیا جب کہ وجوہ قرأت میں اختلاف رونما ہوا، لوگوں نے اپنی اپنی لغات کے موافق قرآن پڑھنا شروع کیا، جس کی وجہ سے ایک دوسرے کی قرأت کو غلط قرار دینے لگے، چنانچہ اس سے معاملات کی سنگینی کا خطرہ لاحق ہوا۔ لہذا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان صحیفوں کو جو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تیار کرائے تھے ایک

---

(۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص: ۴۰۵۔

(۲) ایضا، ص: ۴۰۵۔

(۳) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص: ۴۰۶۔

(۴) قرآنی معارف، محمد نظر علی خان، ص: ۲۸۔

AsliAhleSunnet.com

مصحف میں سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع کرادیا۔(۱)

مولانا نظر علی خان مناھل العرفان کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ عہد صدیقی وعہد عثمانی کے جمع شدہ قرآن کریم کے الفاظ وعبارات اور آیات میں کوئی فرق نہیں ہے، عہد عثمانی کا جمع شدہ قرآن عہد صدیقی کے جمع کردہ قرآن کی ہی نقل ہے، البتہ ناقلین وکاتبین عہد عثمانی نے دو مزید اہم کام انجام دیے۔

(۱) عہد صدیقی کے نسخے میں سورتیں مرتب نہیں تھیں، بلکہ الگ الگ ہر سورت لکھی ہوئی تھی، ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔

(۲) قرآن کریم کی آیات اس طرح لکھیں کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قراءتیں سما گئیں۔(۲)

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن صدیقی کی نقل کا حکم دیا تھا نہ کہ جمع کا، یعنی صحیفۂ عثمانی نقل تھا صحیفۂ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا۔(۳)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا: "لو وليت لفعلت في المصاحف الذي فعله عثمان" ترجمہ: اگر میں بھی ولی ہوتا تو مصحف کے سلسلے میں وہی کرتا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا۔(۴)

لہٰذا مذکورہ بالا بیانات شاہد ہیں کہ دور صدیقی کا جمع کردہ نسخہ قرآن عظیم اور عہد عثمانی کے جمع شدہ نسخے پوری امت کی اجتماعی تصدیق سے تیار کیے گئے ہیں اور صحیفہ صدیقی کے ہی نقل ہیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

---

(۱) عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ شخصیت اور کارنامے، ص:۴۰۶۔

(۲) قرآنی معارف، محمد نظر علی خان، ص:۲۹۔

(۳) ذخائر المواریث فی الدلالۃ علی ثبوت جمع القرآن ولأحادیث، ص:۶۷۔

(۴) مطالعہ قرآن، مولانا محمد حنیف ندوی، ص:۸۸۔

AsliAhleSunnet.com

پودشاخ سار

ترتیب سور: توقیفی یا غیر توقیفی

مقصود عالم محمد رضا
فضیلت سال سوم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين، أمابعد:

قرآن مجید کی تدوین وترتیب میں جہاں بہت سے مسائل میں اختلاف کیا گیا ہے وہیں ایک مختلف فیہ مسئلہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے یا غیر توقیفی۔ توقیفی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ترتیب اللہ کی طرف سے ہے یا نبی ﷺ نے بتلائی ہے اور غیر توقیفی کا مطلب ہے کہ اس کی ترتیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد اور کوشش کے ذریعہ ہوئی ہے۔

آیئے سب سے پہلے سورت کے معنی ومفہوم پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

سورۃ کا لغوی معنی:

سورہ واحد ہے، اس کی جمع "سُوَر" آتی ہے، اور اس کو دو طرح سے پڑھا جاتا ہے۔

(۱) "السؤرة" ہمزہ کے ساتھ، جو کہ "أسار" سے مشتق ہے جس کا معنی باقی رہنے اور بچ جانے کے ہوتا ہے، اور اسی سے "السؤر" ہے جس کا معنی ہے وہ چیز جو پینے کے بعد برتن میں بچ جاتی ہے اور سورہ کو سورہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کے جملے کا بقیہ حصہ اور اس کا ٹکڑا ہے۔

(۲) "السورة" بغیر ہمزہ کے، اور اس کا معنی شرف ومنزلت، بلند عمارت اور نشان کے ہوتا ہے، اور سورہ کو سورہ اس کے مقام ومرتبہ اور منزل علیہ کی صداقت کی نشانی اور اس کے من عند اللہ ہونے کی دلیل کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔(۱)

سورۃ کا اصطلاحی معنی:

"فهي طائفة مستقلة من آيات القرآن ذات مطلع ومقطع"۔ قرآنی آیات کا ایک مستقل مجموعہ جس

(۱) دراسات فی علوم القرآن، دکتور فہد بن عبد الرحمٰن بن سلیمان الرومی، ص: ۱۰۴۔

کی ابتدا اور انتہا ہو۔(۱)

قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب کے توقیفی اور غیر توقیفی ہونے کے سلسلے میں علما کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول: سورتوں کی ترتیب جو اس وقت مصحف میں ہے وہ توقیفی ہے اور ہر سورت کی ترتیب آیتوں کی ترتیب کی طرح رسول ﷺ کے حکم سے ہے، ٹھیک اسی طرح، جس طرح جبریل علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے لے کر آئے تھے۔

امام ابوبکر الانباری کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب آیات وحروف کی ترتیب کی طرح ہے جو کہ نبی ﷺ سے منقول ہے، جس نے بھی کسی سورت کو آگے پیچھے کیا اس نے قرآن کے نظم اور ترتیب کو بگاڑ دیا۔(۲)

امام کرمانی فرماتے ہیں کہ اسی طرح سے سورتوں کی ترتیب اللہ تعالی کے پاس لوح محفوظ میں ہے۔

امام طیبی فرماتے ہیں کہ قرآن ایک ہی مرتبہ میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا۔ پھر اس کا نزول مصلحتوں کے پیش نظر تھوڑا تھوڑا ہوا، اور مصاحف میں اسی طرح ترتیب دیا گیا جس طرح لوح محفوظ میں ہے۔(۳)

ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مصحف عثمان میں سورتوں کی ترتیب پر صحابہ کرام کا اجماع ہے، اگر اس کی ترتیب اجتہادی ہوتی تو ان کے مصاحف میں اختلاف ہوتا۔

(۲) ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر اوس بن ابی اوس کی حدیث دلالت کرتی ہے، جو انھوں نے حذیفہ الثقفی سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: "كنت في الوفد الذين أسلموا من ثقيف ..... وفيه ..... فسألنا أصحاب رسول الله ﷺ قلنا: كيف تحزبون القرآن؟ قالوا: نحزبه ثلاث سور، خمس سور، سبع سور، تسع سور، وإحدى عشر وثلاث عشر وحزب الفصل من "ق" حتى نختم" (۴) کہ میں بنو ثقیف کے اس وفد میں تھا جو اسلام لائے، اور اس حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ تھوڑی دیر سے آئے اور کہا کہ میں قرآن کا ایک حصہ پڑھ رہا تھا تو سوچا کہ اس کو پورا کرلوں تب چلوں، پس ہم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ تم لوگ قرآن کا حصہ کس طرح کرتے ہو؟ تو انھوں نے کہا: ''تین سورتوں کا، پانچ سورتوں کا، سات سورتوں کا، نو سورتوں

---

(۱) المصدر السابق۔

(۲) الاتقان للامام السیوطی ج۱، ص:۶۲۔

(۳) الاتقان للامام السیوطی ج۱، ص:۶۳۔

(۴) مسند احمد بن حنبل، ح:۱۹۰۲۱، ۴/۳۴۳، فتح الباری ج۹، ص:۴۳۔ واسناد ھذا الحدیث ضعیف۔

AsliAhleSunnet.com

کا، ۱۱/سورتوں کا اور ۱۳/سورتوں کا، اور اس کے بعد مفصل کا حصہ جو سورہ (ق) سے ختم قرآن تک ہے۔

ان تمام سورتوں کے اعداد کا مجموعہ ۴۸/ رہوتا ہے۔ امام زرکشی فرماتے ہیں کہ ۴۸/سورتوں کا شمار سورہ 'ق' سے پہلے تک ہے۔ اس کے بعد سورہ 'ق' ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ سورتوں کی ترتیب نبی ﷺ کے زمانے میں ہوگئی تھی۔(۱)

(۳) امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ترتیب سور توقیفی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حوامیم (وہ سورتیں جن کے شروع میں 'حم' ہے) کی ترتیب لگاتار یکے بعد دیگرے ہے اور اس طرح سے ''طواسین'' (وہ سورتیں جن کے شروع میں ''طس'' یا ''طسم'' ہے) بھی پے در پے ہیں، لیکن "مُسبّحات" (وہ سورتیں جن کی ابتدا میں اللہ تعالی کی تسبیح وتحمید بیان کی گئی ہے) پے در پے نہیں ہے، بلکہ ان کے مابین فصل اور جدائی ہے۔ اور اسی طرح سے ''طسم'' (الشعراء) اور ''طسم'' (القصص) کے درمیان ''طس'' (النمل) کو رکھا گیا ہے جو کہ ان دونوں سورتوں سے چھوٹی ہے۔

پس اگر ترتیب سور اجتہادی ہوتی تو "مُسبّحات" کو یکے بعد دیگرے ذکر کیا جاتا، اور ''طس'' (النحل) کو سورہ قصص کے بعد ذکر کیا جاتا۔(۲)

دوسرا قول: سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔

ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی جمع وتدوین دو طرح سے ہوئی: (۱) سورتوں کی ترتیب جیسے کہ ''سبع طوال'' (سات بڑی بڑی سورتوں) کو مقدم کرنا اور اس کے بعد ''مئین'' (ایسی سورتیں جن میں آیتوں کی تعداد سو سے زیادہ یا قریب قریب ہو) کو لانا، یہ کام صحابہ کرام نے کیا۔ (۲) اور دوسری تدوین آیتوں کی ہے جنھیں سورتوں میں جمع کرنا تھا اور یہ چیز توقیفی ہے۔(۳)

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن کی تدوین سے پہلے صحابۂ کرام کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب مختلف تھی، پس اگر سورتوں کی

---

(۱) البرھان للامام الزرکشی ج۱، ص: ۲۴۷۔

(۲) الاتقان للامام السیوطی ج۱، ص: ۶۳۔

(۳) المصدر السابق۔

AshAhleSunnet.com

ترتیب توقیفی ہوتی تو ان کے مصاحف میں آیتوں کی ترتیب کی طرح سورتوں کی ترتیب میں بھی موافقت ہوتی، اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مصحف نزول کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا تھا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی پہلی سورہ ''البقرۃ'' تھی، پھر ''النساء''، پھر ''آل عمران'' اور ابی بن کعب کے مصحف میں پہلے سورۃ الفاتحہ، پھر ''البقرۃ''، پھر ''النساء'' پھر ''آل عمران'' ہے۔(۱)

تیسرا قول: بعض سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور بعض کی ترتیب صحابہ کرام کے اجتہاد سے ہے۔

امام زرکشی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عطیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ کے زمانے میں بہت سی سورتوں کی ترتیب کا علم ہے، جیسے سبع طوال، حوامیم اور مفصل۔ اور اس کے علاوہ جو سورتیں ہیں ہوسکتا ہے کہ اس کا معاملہ امت کے حوالے رہا ہو۔ اور امام ابوجعفر بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بہت سے آثار ابن عطیہ رحمہ اللہ کے قول کی تصدیق کرتے ہیں اور جو اس کے علاوہ سورتیں ہیں اس میں اختلاف کا وجود ممکن ہے۔(۲)

دلائل کا تجزیہ اور مناقشہ:

(۱) سورتوں کی ترتیب کے توقیفی ہونے کے قائلین نے استدلال کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مصحف عثمانی کی ترتیب پر اجماع تھا، حالانکہ ان کا مصحف عثمانی پر اجماع کر لینا اس بات پر دال نہیں ہے کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے، کیونکہ صحابہ کرام کی اس ترتیب پر موافقت صرف اس لیے تھی کہ وہ امت کو ایک کلمہ پر متحد کر لینا چاہتے تھے اور اختلاف وانتشار کو ختم کرنا چاہتے تھے۔

رہی بات حذیفہ الثقفی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی، تو اولاً وہ ضعیف ہے۔ ثانیاً: تعداد کے ذکر سے سورتوں کی ترتیب لازم نہیں آتی، بلکہ ابن حجر رحمہ اللہ جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ خود کہتے ہیں: "ويحتمل أن الذي كان مرتبا حينئذ حزب المفصل خاصة بخلاف ما عداه" یعنی اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ اس وقت (نبی ﷺ کے زمانے میں) جو قرآن کی سورتیں مرتب تھیں وہ مفصل کی سورتیں تھیں نہ کہ دوسری سورتیں۔

اور رہی بات امام سیوطی رحمہ اللہ کے استدلال کی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔ اس

---

(۱) دراسات فی علوم القرآن الکریم، ص:۱۰۹۔

(۲) البرھان للزرکشی ج۱، ص:۲۸۷، الاتقان للسیوطی ج۱، ص:۶۲۔

AsliAhleSunnet.com

لیے کہ مُسبّحات کی یکے بعد دیگرے عدم ترتیب کا ہونا کسی دوسری مناسبت سے ہوسکتا ہے جو سورتوں کے ابتدائیے سے اہم ہو، اسی وجہ سے امام سیوطی رحمہ اللہ خود دوسری رائے رکھتے ہیں۔

(۲) رہی بات ان لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے، اور ان کا یہ استدلال کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مصاحف میں سورتوں کی ترتیب کا مختلف ہونا ہے، حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام کی یہ ترتیب، توقیفی سے پہلے کی ہو اور جب انھیں اس کے توقیفی ہونے کا علم ہوا ہو تو ان لوگوں نے اپنے مصاحف کی ترتیب سے رجوع کرلیا ہو۔

(۳) اور تیسری رائے کی دلیل کا دارومدار پہلی رائے کی دلیل پر ہے اور وہ یہ کہ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور رہی بات اجتہاد والے قسم کی تو اس کے دلائل ضعیف ہیں۔

راجح قول: دلائل کے مناقشے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اکثر سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے اور جس کی ترتیب پر دلیل نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اجتہاد کے ذریعہ ترتیب میں لائی گئی ہیں، اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ان کی ترتیب ایسی دلیل کے ذریعہ ہو جو ہم تک نہ پہنچی ہو۔

غرض یہ کہ صحیح بات یہ ہے کہ سورتوں کی ترتیب آیات کی ترتیب کی طرح توقیفی ہے۔ اور یہی سب سے قوی رائے ہے۔(۱)

☆☆☆

(۱) دراسات فی علوم القرآن، دکتور فہد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان الرومی، ص: ۱۱۱۔

AsliAhleSunnet.com

علوم الحدیث

تو انتخاب تمام انبیائے مرسل کا
تری خبر سے ہے ہر ایک مبتدا روشن

AsliAhleSunnet.com

کاوش عرق بار

شروط صحیحین جنھیں محدثین نے استقرا کے بعد استخراج کیا ہے

عبدالکریم محمد عمر
فضیلت سال دوم

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أمابعد:

قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين﴾ (۱)

علم حدیث ایک ایسا مہتم بالشان اور فضیلت کا حامل علم ہے جو ابتدا ہی سے علمائے اسلام وفقہائے دین کی توجہ کا مرکز رہا ہے، کیوں کہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث شریف بھی دین کا ایک بنیادی اور اساسی مصدر ہے اور اسے تشریع میں وہی مقام حاصل ہے جو قرآن کو حاصل ہے، اس کے بغیر اسلام کو سمجھنا محال اور ناممکن ہے۔ اسی بنا پر نبی علیہ السلام کے دور میں اور پھر آپ کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا اور اس کی ترویج واشاعت میں بھرپور کوشش کی، اگرچہ باضابطہ اس کی تدوین کا عمل شروع نہیں ہوا، لیکن جب تابعین عظام کا دور آیا تو حدیث کی مستقل طور پر تدوین ہونے لگی اور دوسری صدی میں یہ سلسلہ خوب پروان چڑھا لیکن اس دور میں اسے تنقیح وتہذیب کے بغیر ہی یکجا کیا گیا، یہاں تک کہ تیسری صدی میں بڑے بڑے محدثین نے جنم لیا جن میں سے رئیس المحدثین وامام فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی ذکاوت وفطانت اور حدیث میں درک ومہارت کی بنا پر بڑا شہرہ حاصل کیا اور آپ کے شاگرد امام مسلم رحمہ اللہ بھی آپ کے نقش قدم پر چلے، دونوں نے حدیث کے باب میں ایک ایک مستقل کتاب لکھی جن میں بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی کر کے صرف ان احادیث کو ذکر کیا جو مکمل طور پر صحیح اور قابل اعتماد تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کتابوں کی صحت پر علمائے امت کا اتفاق ہے اور کتاب اللہ کے بعد انھیں دونوں کتابوں کا درجہ آتا ہے۔ ان دونوں بزرگوار مؤلف نے اپنی کتاب میں حدیثیں جمع کرنے کے لیے چند شرطیں لگائیں، علما نے تتبع واستقرا کے ذریعہ جس کا پتہ لگایا، چونکہ صاحب صحیحین نے ان شرطوں کا تذکرہ خود کہیں نہیں کیا ہے اس لیے جب علما نے اپنے طور پر ان کے اسلوب کا گہرائی سے تتبع کیا تو شرطیں متعین کرنے میں اختلاف ہوگیا، چنانچہ مختلف علما نے مختلف شرطیں بیان کی ہیں، نیز انھوں نے صحیحین کے الگ

(۱) شروط الأئمة الستة للحافظ ابی الفضل بن طاہر المقدسی، ص: ۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

الگ شروط بیان کیے جن کا ذکر پیش خدمت ہے:

شروط الصحیح للبخاری:

شروط بخاری جنھیں محدثین نے استقرا کے بعد استخراج کیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) حدیث کے سارے رواۃ و ناقلین مشہور صحابی تک اس پایہ کے ثقہ ہوں کہ ان کی ثقاہت پر ثقات کبار ائمہ کا اتفاق ہو نیز اس کی سند متصل ہو منقطع نہ ہو۔(۱)

(۲) جس حدیث میں صحابی سے روایت کرنے والے دو یا دو سے زیادہ ہوں وہ اعلیٰ و افضل ہوگی اور اگر ایک ہی راوی ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو کافی ہے۔(۲)

اس شرط کا پتہ امام حاکم نے لگایا ہے۔اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وما ادعاه الحاكم أبو عبد الله أن شرط البخاري ومسلم أن يكون للصحابي راويان فصاعدا ثم يكون للتابعي المشهور راويان ثقتان إلى آخر كلامه فتنقض عليه بأنهما أخرجا أحاديث جماعةمن الصحابة ليس لهم الا راو واحد". (۳)

امام حاکم نے جو دعوی کیا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط یہ ہے کہ صحابی سے روایت کرنے والے دو ثقہ راوی ہوں اور ایسے ہی انتہا تک ہوں، ان کا یہ دعوی ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ امام بخاری نے بہت سی ایسی روایتیں (صحیح بخاری میں) ذکر کی ہیں جن میں صحابی سے روایت کرنے والے صرف ایک ہی تابعی ہیں۔

(۳) صحت سند کے لیے بنیادی شرط اتصال سند ہے، اس میں امام بخاری کا حد درجہ احتیاط مشہور ہے کہ اسناد معنعن میں اتصال اسی وقت معتبر ہوگی جب راوی کا مروی عنہ سے لقا ثابت ہو اور اس سے سماع کی صراحت ہو صرف معاصرت کافی نہیں۔(۴)

اس لیے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایسی معنعن حدیثیں بیان نہیں کی ہیں جن میں راوی کا مروی عنہ سے لقا ثابت نہ ہو۔

---

(۱) شروط الأئمة الستة للحافظ أبي الفضل بن طاہر المقدسی، ص:۱۷۔

(۲) هدي الساري مقدمة فتح الباري لابن حجر: ۹/۱۔

(۳) مقدمة ابن الصلاح، ص:۶۰۔

(۴) سیرۃ البخاری، مؤلف: عبد السلام بستوی، ص:۱۷۰۔

AsliAhleSunnet.com

(۴) حدیث کی صحت ومقبولیت پر امام بخاری سے پہلے ان کے معاصر ائمہ حدیث کا اتفاق رہا ہو۔ (۱)

(۵) حدیث میں کوئی علت وشذوذ نہ ہو۔ (۲)

(۶) اپنے شیخ سے روایت کرنے میں طبقۂ اولی کے راوی ہوں، امام ابن حجر نے امام حازمی کا قول نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اصحاب زہری کے پانچ طبقات ہیں اور ہر طبقہ بالترتیب اپنے سے نیچے والے طبقے پر فضیلت رکھتا ہے، چنانچہ جو اصحاب طبقۂ اولی کے ہوں امام بخاری انھیں سے روایت لیتے ہیں۔

پہلا طبقہ وہ ہے جو ضبط واتقان میں اکمل ہو اور زہری کی صحبت میں طویل عرصے تک رہا ہو حتی کہ سفر وحضر میں بھی حدیثوں کو اخذ کیا ہو اور انھیں حدیث کے جانچنے پرکھنے کا ملکہ حاصل ہو، جیسے مالک بن عیینہ، عبید اللہ بن عمر بن معمر، عقیل وغیرہم۔

دوسرا طبقہ وہ ہے جو ضبط واتقان میں پہلے طبقے کے مشارک ہو، لیکن امام زہری کی صحبت میں تھوڑے عرصے تک رہا ہو، اس لیے ان کی حدیثوں سے پہلے طبقہ کی طرح زیادہ ممارست نہیں ہوسکی نیز یہ طبقہ حفظ واتقان میں بھی پہلے طبقہ سے پیچھے رہا ہو، جیسے اوزاعی، عبد الرحمٰن بن خالد وغیرہ۔

تیسرا طبقہ ان رواۃ کا ہے، جنھوں نے زہری سے روایت تو کیا ہو، لیکن ان کی صحبت ومعیت میں کم رہے ہوں اور ان پر کلام بھی کیا گیا ہو جیسے جعفر بن برقان، عبد اللہ بن عمر بن حفص، زمعہ بن صالح وغیرہ۔

چوتھا طبقہ بھی انھیں رواۃ کا ہے، جن کو زہری سے طول صحبت نصیب نہیں ہوئی اور ان پر کلام کیا گیا ہے جیسے ابراہیم بن یزید مکی، مثنی بن صباح وغیرہ۔

پانچواں طبقہ ان لوگوں کا ہے، جو متروکین ومجہول ہوں جیسے حکم بن عبد اللہ۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "أكثر ما يخرج البخاري حديث الطبقة الثانية تعليقا وربما أخرج السير من حديث الطبقة الثالثة تعليقا". (۳)

یعنی امام بخاری دوسرے طبقہ کی حدیثوں کو اکثر تعلیقاً ذکر کرتے ہیں اور کبھی کبھی تیسرے طبقہ کی حدیثوں کو بھی تعلیقاً بیان کردیتے ہیں۔

---

(۱) سیرۃ البخاری، مؤلف عبد السلام بستوی، ص: ۱۷۰۔

(۲) ھدی الساری مقدمۃ فتح الباری لابن حجر العسقلانی: ۱/۱۰۔

(۳) شروط الأئمۃ الخمسۃ للحازمی، ص: ۶۴۔

AsliAhleSunnet.com

امام حازمی نے صحیح بخاری کے سبب تالیف سے متعلق واقعہ ذکر کرتے ہوئے ان کے شروط کی وضاحت کی ہے، واقعہ اس طرح ہے کہ امام بخاری سے ان کے چند ساتھیوں نے کہا کہ کاش تم نبی ﷺ کی سنتوں کو ایک مختصر کتاب میں جمع کردیتے! چنانچہ امام بخاری اسی وقت سے وہ کتاب جمع کرنے میں لگ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کا مقصد حدیث میں مختصر کتاب جمع کرنا تھا، استیعاب ان کا مقصد نہیں تھا، نہ رجال میں، نہ اسناد میں، اور ان کی شرط یہ تھی کہ جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوں ان کی تخریج کریں، وہ خود کہتے ہیں: "لم أخرج في هذا الكتاب إلا صحيحا وما تركت من الصحيح أكثر". (۱)

یعنی میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث کی تخریج کی ہے اور جو صحیح احادیث چھوڑ دی ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے۔

چنانچہ جو حدیث انقطاع وتدلیس اور دیگر اسباب ضعف سے محفوظ ہو اسے صحیح کہا جائے گا اور اگر صحیح کہا جاسکتا ہے تو امام بخاری کی شرط کے مطابق ہے، امام حازمی فرماتے ہیں: "فإن أقصى ما يمكن اعتباره في الصحة هو شرط البخاري". (۲)

حدیث کی صحت کے سلسلے میں انتہائی حد تک جن امور کا اعتبار ممکن ہے وہی امام بخاری کی شرط ہے۔

شروط الصحیح لمسلم:

شروط مسلم جنھیں محدثین نے استقرا کے بعد استخراج کیا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پہلی شرط کے بارے میں امام نووی فرماتے ہیں: ''ابوعمرو بن الصلاح نے فرمایا: مسلم کی شرط یہ ہے کہ حدیث متصل الاسناد ہو اور شروع سے اخیر تک ثقہ راوی اپنے ہی جیسے ثقہ راوی سے روایت کرے نیز حدیث شذوذ وعلت سے محفوظ ہو''۔ (۳)

(۲) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے راویوں کے درجات کے لحاظ سے احادیث کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

ا- حفاظ ومتقنین کی روایات، یہی اصل مقصود ہیں۔

ب- ان لوگوں کی روایات جو حفظ واتقان کے اس درجے پر نہیں ہیں لیکن اوصاف ستر وصدق میں مشارک ہیں،

---

(۱) شروط الأئمة الخمسة للحازمی، ص:۳۹۔

(۲) مقدمة شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۰/۲۴۔

(۳) المقدمة للامام مسلم مع شرح النووی، ۱/۵۹۔

AsliAhleSunnet.com

مثلاً عطاء بن سائب، یزید بن ابی زیاد اور لیث بن ابی سلیم وغیرہ۔

ج- وہ راوی جو محدثین کے نزدیک متہم ہیں یا ان کی اکثر روایات منکر ہیں۔(۱)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ راوی اپنے شیخ کا معاصر ہو، اگر چہ لقا ثابت نہ ہو۔(۲)

(۴) زہری کے اصحاب کے پانچوں طبقات سے امام مسلم کے حدیث لینے کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "وأما مسلم فيخرج أحاديث الطبقتين على سبيل الاستيعاب ويخرج أحاديث الطبقة الثالثة على النحو الذي يصنعه البخاري في الثانية"۔(۳) امام مسلم رحمہ اللہ (اصحاب زہری کے پانچوں طبقات میں سے ابتدائی) دونوں طبقے سے استیعاب کے طریق پر احادیث کی تخریج کرتے ہیں اور طبقۂ ثالثہ سے اسی طرح احادیث لیتے ہیں جس طرح امام بخاری دوسرے طبقہ سے لیتے ہیں۔

(۵) امام مسلم کی ایک شرط یہ تھی کہ تکرار سے بچیں گے الا یہ کہ حالات اس کا تقاضا کریں۔(۴)

اب ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ان شرائط کا مکمل طور پر التزام کیا ہے یا نہیں؟ تو جہاں تک عدم تکرار اور طبقۂ اولی سے احادیث لینے کی بات ہے تو آپ نے مکمل طور پر اس کا التزام کیا ہے۔ البتہ دوسرے طبقہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام حاکم اور امام بیہقی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے صرف طبقۂ اولی سے تخریج کی ہے اور طبقۂ ثانیہ سے روایات نہیں لی ہیں۔(۵)

قاضی عیاض رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ امام مسلم دونوں طبقات سے حدیث تخریج کرتے ہیں۔(۶)

خلاصۂ کلام: یہی وہ شروط ہیں جن کی بنا پر علمائے امت کا اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب امام بخاری کی کتاب "صحیح بخاری" اور اس کے بعد امام مسلم کی کتاب "صحیح مسلم" ہے۔ امت کی طرف سے ان دونوں کتابوں کو تلقی بالقبول حاصل ہے، چنانچہ ان دونوں کتابوں کے بارے میں علما کا یہ قول حرف آخر ہے: "هذا جاز القنطرة" یعنی ان دونوں کی احادیث کو جانچنے پرکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، نیز ان دونوں کتابوں کو صحیحین کے خطاب سے نوازا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔(آمین)

☆☆☆

---

(۱) المقدمۃ لابن الصلاح، ص: ۶۰۔
(۲) هدي الساري مقدمۃ فتح الباری لابن حجر، ۱/۱۰۔
(۳) المقدمۃ للامام مسلم مع شرح النووی، ص: ۵۸
(۴) شروط الائمۃ الخمسۃ للحازمی، ص: ۶۶۔
(۵) مصدر سابق۔
(۶) مصدر سابق۔

AsliAhleSunnet.com

بحث وتکرار

محدثین کے نزدیک مذاکرہ کے فوائد

محمد کاشف شکیل احمد
فضیلت سال اول

مذاکرہ کی لغوی تعریف:

مذاکرہ باب مفاعلہ کا مصدر ہے، جس کے معنی مطالعہ کرنا، تحقیق کرنا، معلومات حاصل کرنا ہوتا ہے۔(۱)

اصطلاحی تعریف:

حدیث کی تحقیق کرنا، اور معلومات حاصل کرنا اپنے نفس سے (بذات خود) یا دوسروں کے ساتھ، اور دوسروں کے ساتھ معلومات حاصل کرنا یہی اصل مقصود ہے۔(۲)

مذاکرہ کیسے کریں؟

(۱) مذاکرہ کرنے والوں میں سے ایک دوسرے سے کہے "ما تحفظ في كذا" تمھیں اس میں سے کتنا یاد ہے؟ (یعنی اس سبق میں کتنا یاد ہے)

(۲) مذاکرہ کرنے والوں میں سے ایک دوسرے کی بات اچھی طرح ذہن نشین رکھے۔

(۳) مذاکرہ کرنے والوں میں سے ایک دوسرے کو ابھارے اور خود کہے آؤ ہم سب مذاکرہ کریں۔

(۴) مذاکرہ کرنے والوں میں سے ایک دوسرے سے پوچھے تمھیں آج کے درس سے کتنا یاد ہے؟

(۵) مذاکرہ کرنے والوں میں سے ایک دوسرے سے کہے میرے پاس فلاں استاذ کی کچھ حدیثیں ہیں، یا کچھ زائد مفید معلومات ہیں، تم اسے حفظ کرلو۔(۳)

مذاکرہ کرنے کا وقت اور جگہ:

علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے کہا کہ رات میں مذاکرہ کرنا سب سے افضل ہے، سلف کی ایک جماعت اسی

---

(۱) تاج العروس: ۳/۲۲۸، اللسان: ۴/۳۸۔

(۲) تاج العروس: ۳/۲۲۸۔

(۳) مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ ص: ۲۵۱-۲۵۲۔

AsliAhleSunnet.com

وقت میں مذاکرہ کرتی تھی۔(۱)

ابن جماعہ نے فرمایا کہ حفظ کرنے کے لیے سب سے بہترین وقت سحر کا وقت ہے اور بحث ومباحثہ کے لیے صبح کا وقت، اور کتابت (لکھنے) کے لیے وسط النہار، اور مذاکرہ ومطالعہ کے لیے رات کا وقت۔(۲)

زرنوجی نے کہا: رات کے اول وقت اور آخری وقت میں درس وتکرار پر مواظبت کرنا طالب علم کے لیے ضروری ہے، اس لیے کہ عشا اور سحر کے درمیان کا وقت بہت مبارک وقت ہے۔(۳)

مذاکرہ کرنے کی جگہ کے بارے میں مذکور ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں پر سکون ہو اور مذاکرہ کرنے کے لائق ہو مثلاً مسجد وگھر وغیرہ۔

ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ نے کہا: میں منیٰ میں تھا، سفیان رحمہ اللہ حاضر ہوئے اور وہ میری تعظیم کرتے تھے، انھوں نے کہا: مجھ سے ابو بسطام کی حدیث کا مذاکرہ کرو تو میں نے کہا: کیا آپ میرے معاملہ میں زائد گفتگو پسند کریں گے، یہاں تک کہ مجھ سے حدیث بیان کیا۔(۴)

اسی طرح ابونعیم فضل بن دکین نے کہا: میں مسجد خیف میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وکیع اور عبدالرحمٰن بن مہدی دونوں مذاکرہ کررہے ہیں۔(۵)

اسی طرح احمد بن حنبل اور احمد بن صالح المصری، احمد بن حنبل کے گھر میں مذاکرہ کرتے تھے۔(۶)

مذاکرہ کے شروط:

(۱) حدیث کا مذاکرہ کذابین، متہمین بالکذب اور ان جیسے رواۃ حدیث سے نہ کرے۔(۷)

(۲) حافظہ پر توجہ دینا: ہر راوی کبار علما سے مذاکرہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، جس نے غیر حفاظ سے مذاکرہ کیا اس نے فائدہ حاصل کیا، وہ ہے حفظ کا مراجعہ اور جس نے حفاظ سے مذاکرہ کیا تو اس نے بہت سے فوائد حاصل کیے۔(۸)

---

(۱) الفقیہ والمتفقہ: ۲/۲۶۶۔
(۲) تذکرۃ السامع والمتکلم ص: ۱۱۸۔
(۳) تعلیم المتعلم ص: ۵۸۱۔
(۴) الجامع مع بیان العلم: ۱/۳۳۳۔
(۵) سوالات البرذعی لأبی زرعہ: ۲/۷۴۴۔
(۶) الکامل: ۱/۱۸۸۔
(۷) تاریخ بغداد: ۵/۲۱۔
(۸) سوالات البرزعی لابی زرعۃ: ۲/۷۴۴۔

مذاکرہ کے مراتب:

مذاکرہ کرنے کے چند مراتب مندرجہ ذیل ہیں:

مذاکرہ اپنے ہم سبق یا سینئر ساتھیوں یا اپنے شیوخ کے ساتھ کرے، اور ان تمام باتوں کو محفوظ کرے اور ان کا مراجعہ کرتا رہے، پھر اہل علم کے ساتھ مذاکرہ کرے، پھر بذات خود مذاکرہ کرے۔(۱)

مذاکرہ کے لیے علما کا ترغیب دلانا:

حدیث کو یاد رکھنے کے لیے صحابہ کرام، تابعین عظام اور محدثین کرام نے مذاکرہ علمیہ کا بڑا اہتمام کیا اور دوسروں کو اس پر ابھارا ہے، چنانچہ امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کے لیے سب سے نقصان دہ چیز بھول جانا اور مذاکرہ کو چھوڑ دینا ہے۔(۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیث کا مذاکرہ کرتے رہو، اس لیے اس کا مذاکرہ کرنا اس کو زندہ رکھنا ہے۔(۳)

اسی طرح ابراہیم نخعی اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ جس کو حفظ حدیث سے دلچسپی ہے تو وہ حدیث کو دوسروں سے بیان کرے، اگرچہ سننے والا اس کا خواہش مند نہ ہو۔(۴)

محدثین کے نزدیک مذاکرہ کے فوائد:

مذاکرہ کے بہت سے فوائد ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) قوت حافظہ میں پختگی، جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: حدیث کا مذاکرہ کرو اس لیے کہ اس کا مذاکرہ کرنا اس کو زندہ رکھنا ہے۔(۵)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم زیارت کیا کرو اور آپس میں حدیث کا مذاکرہ کرو، اس لیے کہ اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو وہ ختم ہو جائے گی۔(۶)

---

(۱) الجامع لأخلاق الراوی: ۲/۲۷۶۔

(۲) سنن دارمی: ۱/۱۲۱، الکامل لابن عدی: ۱/۵۹۔

(۳) معرفۃ علوم الحدیث ص: ۱۴۱۔

(۴) مقدمہ ابن الصلاح: ۲۲۸۔

(۵) معرفۃ علوم الحدیث ص: ۱۴۱۔

(۶) المصنف: ۸/۴۵۴، رقم الحدیث: ۶۱۸۵۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے کہتے تھے جب تم مجھ سے کوئی حدیث سنو تو آپس میں مذاکرہ کرو، کیونکہ بہت زیادہ قریب ہے کہ اسے تم نہ بھولو۔(۱)

(۲) ایسے محدث سے سماع جو روایت میں سخت ہو، بعض محدث ایسے ہیں جو کسی کو نہیں سناتے یا سناتے بھی ہیں تو خاص جماعت کو جو ان سے تعلق استوار رکھتے ہیں، اس لیے مذاکرہ کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے ان سے حدیث اخذ کرنا آسان نہیں، جیسے محمد بن احمد بن خراش نے کہا کہ محمد بن حسین الازدی نے کہا کہ ہمارے شیخ حدیث کے معاملے میں بہت سخت تھے، میں نے ان سے حدیث مذاکرہ میں لکھا تھا۔(۲)

(۳) راوی کے قوت حافظہ کی معرفت: محمد بن آدم مروزی نے کہا کہ میں نے وکیع اور بشر بن السری کو دیکھا کہ دونوں عشاء سے لے کر رات بھر مذاکرہ کرتے رہے، یہاں تک کہ فجر کی اذان ہوگئی جب ہم نے صبح کیا تو میں نے بشر بن السری سے پوچھا آپ نے وکیع کو کیسا پایا تو انھوں نے کہا میں نے ان سے زیادہ احفظ کسی کو نہیں دیکھا۔(۳)

(۴) نصوص کی اصلاح: مذاکرہ کرنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ راوی کے اسما، کنیت اور متن حدیث میں واقع تحریف وتصحیف کی اصلاح ہو جاتی ہے جیسا کہ علی بن مدینی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے ایک حدیث کا مذاکرہ کیا، جس کا سلسلۂ سند عن ابی ذئب عن عبداللہ بن رافع ہے تو اس مذاکرہ میں مجھے یہ فائدہ ہوا کہ وہ سلسلۂ سند عن عبداللہ بن رافع صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح عن ابی ذئب عن عبداللہ بن ابی رافع ہے جنھوں نے ابو ہریرہ کے پیچھے نماز پڑھی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں "إذا السماء انشقت" تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا۔(۴)

(۵) دلوں کی بیداری: باہم مذاکرہ کرنے اور اس پر دوام برتنے سے دل بیدار رہتا ہے جیسا کہ محمد بن عبدالوہاب الفراء نے کہا: تم مذاکرہ کو لازم پکڑو اس لیے کہ مذاکرہ کرنے سے علم میں وسعت، دل میں بیداری اور نگاہ کو روشنی ملتی ہے۔(۵)

(۶) طلب علم کے لیے سفر کی ترغیب دلانا: محدثین کرام اپنے شاگردوں کو طلب حدیث کے لیے زیادہ سے زیادہ

---

(۱) سنن دارمی: ۱/۱۵۶، رقم الحدیث: ۶۰۷۔

(۲) تاریخ بغداد: ۱/۲۸۸۔

(۳) الجرح والتعدیل: ۱/۲۲۱۔

(۴) سوالات محمد بن ابی شیبہ لابن المدینی، ص: ۱۶۳۔

(۵) المدخل للبیہقی ص: ۲۹۴۔

AshAhleSunnet.com

سفر کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ کسی ایک عالم کے پاس طلب علم کے لیے ٹھہرا رہے یا مختلف جگہوں کا سفر کرے، امام احمد رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ایک طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مختلف مقامات کا سفر کرے تا کہ وہ کوفہ، بصرہ، مدینہ اور مکہ کے تمام علما سے سیکھے اور استفادہ کرے۔(۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ محدثین نے جو حدیثیں نقل کی ہیں ان میں سفر کا بہت بڑا ہاتھ ہے، جب کوئی طالب علم کسی ایسی حدیث کا مذاکرہ کرتا ہے جو اس کے پاس موجود نہ ہو اور اسے وہ حدیث بتائی جائے تو وہ اس سے قانع نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اس کے لیے سفر کرے اور دوسروں سے سنے۔(۲)

(۸) صدوق اور غیر صدوق راوی کا بیان کرنا: اگر مذاکرۂ حدیث کے لیے کوئی ایسا راوی ہے جو تخمینہ اور اندازہ سے کام لیتا ہے تو وہ حدیث میں بھی تخمینہ کرے گا۔امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: احادیث کا مذاکرہ کرنا دوران مذاکرہ صحیح وسقیم کے درمیان امتیاز کرنا، یعنی مذاکرہ کرتے وقت صدوق وغیر صدوق کے بارے میں معرفت حاصل کرنا از حد ضروری ہے۔اس لیے جو مذاکرہ کرنے میں تخمینہ واندازہ سے کام لے گا وہ حدیث بیان کرنے میں بھی تخمینہ سے کام لے گا۔

امام حاکم کہتے ہیں: میں نے اپنے چند اصحاب کے پاس ان احادیث کو لکھ کر بھیجا جو مذاکرہ کے دوران بیان کی گئی تھیں، جس کی ان لوگوں نے تخریج نہیں کی تھی، حالانکہ وہ ہمارے نزدیک ثابت تھیں۔

اسی طرح شیخ ابوعلی الحافظ وغیرہ نے بیان کیا کہ انھوں نے کئی لوگوں سے مذاکرہ کے ذریعہ متعدد حدیثیں حفظ کیں۔(۳)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

(۱) تہذیب الکمال: ۴۸/۵۔

(۲) معرفۃ علوم الحدیث ص: ۱۴۰۔

(۳) معرفۃ علوم الحدیث ص: ۱۴۰۔

AsliAhleSunnet.com

فقہیات

تخیل کو بلندی کی سند دے
تفکر کو توانائی عطا کر

AsliAhleSunnet.com

فقہی اسرار

ساقط کی نماز جنازہ کا حکم

قطب الدین نجاب الدین
فضیلت سال اول

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أمابعد:

انسانی زندگی میں ولادت وموت بڑی اہمیت کے حامل ہیں، کسی ذی روح کو موت سے رستگاری نہیں ہے، البتہ پیدائش کے مقابلے میں موت کے اثرات کہیں زیادہ گہرے اور دیرپا ہوتے ہیں، خاص طور سے جب انسان کا لخت جگر چھن جائے تو آدمی کے شعور واحساس پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے، ایسے موقع پر اسلامی تعلیم یہ ہے کہ آدمی جزع فزع نہ کرے بلکہ صبر وشکیبائی کا دامن تھام کر قضاوقدر سے رضامند ہو اور میت کی تجہیز وتکفین اور صلاۃ جنازہ کا اہتمام کرے۔

ساقط کا لغوی معنی: ساقط لغت میں سقط یسقط سقوطا کا مصدر ہے، معنی گرنا۔ اصطلاحا: بچے کا گرنا نکلنا اپنے ماں کے پیٹ سے۔(۱)

ساقط کی صلاۃ جنازہ کا حکم:

میت اگر بچہ یا بچی ہو اور زندہ پیدا ہونے کے بعد مر گیا ہو، یا چار مہینہ مکمل ہو جانے کے بعد حمل ساقط ہو جائے تو اس ساقط شدہ میت پر بھی صلاۃ جنازہ ادا کی جائے گی، لیکن اگر چار ماہ سے قبل ساقط ہو جائے تو اس پر صلاۃ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی کیوں کہ وہ میت کے حکم میں نہیں ہے۔(۲)

ساقط کی صلاۃ جنازہ کے متعلق چند دلیلیں:

(۱) عن الغيرة بن شعبة أن النبي ﷺ قال: الراكب يسير خلف الجنازة والماشي يمشي خلفها وأمامها وعن يمينها وعن يسارها قريبا منها والسقط يصلى عليه ويدعى لوالديه بالمغفرة والرحمة". (۳)

---

(۱) القاموس المحیط ج ۲، ص: ۵۵۵۔

(۲) جنازہ کے احکام ومسائل ص: ۴۲-۴۳، از مولانا احسن جمیل عبد البصیر مدنی۔

(۳) ابوداود، کتاب الجنائزہ، باب المشی امام الجنازۃ، حدیث نمبر (۳۱۸۰) صححہ الألبانی۔

AsliAhleSunnet.com

حضرت مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سوار جنازہ کے پیچھے چلے اور پیدل آگے پیچھے، دائیں بائیں اس سے قریب رہ کر چلے، اور ناتمام (ساقط) بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے اور اس کے ماں باپ کے لیے رحمت و بخشش کی دعا کی جائے۔

(۲) وعن المغيرة بن شعبة أن النبي ﷺ قال: "الطفل يصلى عليه" قال الترمذي هذا حديث حسن صحيح. (۱)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بچے پر صلاۃ جنازہ پڑھی جائے گی''۔

(۳) عن عائشة قالت أتى رسول الله ﷺ بصبي من صبيان الأنصار فصلى عليه. (۲)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس انصاریوں کا ایک فوت شدہ بچہ لایا گیا تو آپ نے اس کی صلاۃ جنازہ پڑھی۔ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ساقط سے مراد وہ بچہ ہے جس کے چار ماہ مکمل ہو چکے ہوں اور اس میں روح پھونکی گئی ہو، پھر وفات پائے تاہم اس مدت سے پہلے اگر کسی صورت میں ساقط ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، اس لیے کہ وہ مردہ نہیں ہے۔ (۳)

بعض علما نے یہ شرط لگائی ہے کہ جب بچہ زندہ پیدا ہو خواہ ایک ہی دفعہ سانس لیا ہو یا چیخا ہو تو اس پر صلاۃ جنازہ ہے اور وہ وارث بھی ہوگا، انھوں نے بھی اثبات مدعی کے لیے چند دلیلیں پیش کی ہیں، ان دلیلوں کا تحقیقی و علمی جائزہ ذیل کی سطور میں پیش کیا جا رہا ہے:

(۱) حدثنا أبو عمار الحسين بن حريث، نا محمد بن يزيد عن اسماعيل بن مسلم عن أبي الزبير عن جابر عن النبي ﷺ قال: "الطفل لا يصلي عليه ولا يرث ولا يورث حتى يستهل" قال الترمذى هذا حديث قد اضطرب الناس فيه. (۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بچہ پر صلاۃ جنازہ پڑھی جائے گی، نہ وہ وارث ہوگا اور نہ ہی اس کا کوئی وارث ہوگا جب تک کہ وہ نہ چیخے۔

---

(۱) ترمذی کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ترک الصلاۃ علی الطفل حتی یستھل رقم حدیث: ۱۰۳۲، قال الترمذی حسن صحیح۔

(۲) نسائی: کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الصبیان، حدیث نمبر: ۱۹۵۹، صححہ الالبانی۔

(۳) احکام الجنائز و بدعھا للالبانی۔

(۴) ترمذی: کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ترک الصلاۃ علی الجنین حتی یستھل، حدیث نمبر: ۱۰۳۲، ضعیف۔

AsliAhleSunnet.com

اس حدیث میں چند علتیں ہیں: پہلی علت تو یہ ہے کہ اس حدیث میں اضطراب ہے۔لہذا یہ ضعیف حدیث ہے، اور مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ''حسن صحیح'' ہے، لہذا اس کو ترجیح حاصل ہوگی۔

دوسری علت: دوسری علت یہ ہے کہ یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا اور موقوفا دونوں طرح مروی ہے، لیکن موقوف ہونا زیادہ صحیح ہے، كما قاله الترمذی وكان هذا أصح من الحديث المرفوع.

تیسری علت: اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم ضعیف ہے۔(۱) قال الحافظ: "ضعيف الحديث" (۲) قال النسائی: "متروك الحديث" وقال مرة "ليس بثقة" (۳) قال الحافظ ابن حجر في التهذيب قال أبوحاتم: ضعيف الحديث، مختلط. (۴)

(۲) حدثنا هشام بن عمار، ثنا الربيع بن بدر، ثنا أبو الزبير عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: إذا استهل الصبي صلى عليه وورث". (۵)

اس سند میں ربیع بن بدر ضعیف ہے، قال يحيى: "ربيع بن بدر كان ضعيفا" (۶)

وقال البخاري: "ضعفه قتيبة" (۷) وقال الدارقطني وغيره: "متروك" وضعفه أبوداود. (۸) وقال الحافظ: "متروك" (۹) وقال الذهبی والنسائی: "متروك" (۱۰) وقال ابن عدي عامة رواياته لا يتابع عليها. (۱۱)

(۳) حدثنا أبو نعيم، حدثنا شريك، عن أبي اسحاق بن عطاء، عن ابن عباس: قال: "إذا استهل الصبي ورث، وورث وصلى عليه". (۱۲)

---

(۱) تحفة الاحوذی:۲/۱۴۵۔　(۲) تقریب التہذیب:۱/۴۹۔
(۳) کتاب الضعفاء للنسائی ص:۵۲۔　(۴) تہذیب التہذیب: الترجمة:۵۹۹ ص:۳۱۰۔
(۵) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی الطفل، رقم الحدیث:۱۵۰۸۔
(۶) کتاب الضعفاء للعقیلی:۲/۲۰۵، الترجمة:(۴۸۵)
(۷) کتاب الضعفاء الصغیر ص:۴۳۶۔
(۸) الضعفاء والمتروکون للدارقطنی ص:۳۱۱۔
(۹) تقریب التہذیب ص:۱۴۶، الترجمة:۱۸۸۳۔
(۱۰) میزان الاعتدال:۱/۳۳۳، الترجمة:(۲۶۸۳)
(۱۱) الکامل لابن عدی:۴/۲۹۔
(۱۲) مسند دارمی، کتاب الفرائض، باب میراث الصبی، حدیث نمبر ۳۱۶۹، ضعیف۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بچہ (پیدائش کے وقت) چیخ پڑے تو وہ وارث ہوگا اور وارث بنائے گا اور اس کی صلاۃ جنازہ ادا کی جائے گی۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے، اس میں ایک راوی شریک بن عبداللہ بن ابی شریک النخعی ابوعبداللہ الکوفی القاضی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "صدوق يخطئ كثيرا، تغير حفظه منذ ولي القضاء بالكوفة۔ یعنی صدوق ہیں، بہت زیادہ غلطی کرتے تھے، ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا، جب کوفہ میں منصب قضاء پر فائز ہوئے۔(۱)

(۴) حدثنا أبو عبد الله الحافظ، ثنا أبو العباس هو الأصم، ثنا يحيى بن أبي طالب، أنبأ يزيد بن هارون، أنبأ محمد بن اسحاق، عن عطاء عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: إذا استهل الصبي ورث وصلي عليه". (۲)

اس کی سند میں محمد بن اسحاق مدلس ہے، دوسری بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

قال الحافظ في التهذيب قال اليموني: ليس بالقوي، وقال النسائي: ليس بالقوي۔ (۳)

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ پیدائش کے بعد چیخنے یا سانس لینے کی شرط لگانا کسی بھی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے، بلکہ جتنی حدیثیں اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب ضعیف ہیں جن سے کسی بھی طرح دلیل پکڑنا درست نہیں کیونکہ یہ حدیثیں سنداً ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے سے قوی تر حدیث کے معارض ہیں۔

ساقط کی نماز جنازہ کے سلسلے میں علما کرام کا اختلاف:

قال الخطابی: لوگوں نے ساقط کی نماز جنازہ میں اختلاف کیا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا: بچے پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اگرچہ وہ نہ چیخے، یہی ابن سیرین اوسعید بن المسیب کا قول ہے۔

اصحاب الرائے: بچے پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، یہاں تک کہ وہ چیخے، یہی امام مالک وامام شافعی، اور اوزاعی کا قول ہے۔ دلیل: جابر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جو ضعیف ہے پہلے یہ حدیث گذر چکی ہے۔(۴)

---

(۱) تقریب التہذیب، الترجمۃ: ۳۲۶۰، ص: ۱۶۰۔
(۲) بیہقی: باب السقط ویکفن ویصلی علیہ ان استھل: ۸/۸۔
(۳) تہذیب التہذیب، الترجمۃ: (۶۷۵۲) ج ۵ ص: ۴۶۹۔
(۱) معالم السنن لابی سلیمان الخطابی، ص: ۳۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ کہتے ہیں جب بچے کے اندر روح پھونک دی گئی اور چار مہینہ مکمل ہوگیا تو اسے غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔(۱)

اسحاق بن راہویہ نے کہا: میراث کے لیے استہلال شرط ہے، رہا نماز جنازہ تو اس پر پڑھی جائے گی، اس لیے مکمل جان ہے، اس پر شقاوت یا سعادت لکھ دی جاتی ہے، دلیل: "عن عبد الله بن مسعود، حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق، ان أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما نطفة، ثم يكون علقة مثل ذلك، ثم يكون مضغة مثل ذلك، ثم يرسل إليه الملك فينفخ فيه الروح ويومر بأربع كلمات يكتب رزقه، وأجله، وعمله، وشقي أوسعيد". (۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: صادق مصدوق رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بیان فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کی تخلیق یوں ہوتی ہے کہ وہ والدہ کے پیٹ میں چالیس یوم تک نطفہ کی صورت میں، اس کے بعد اتنے ہی روز تک خون بستہ کی شکل میں، اور اس کے بعد اتنے ہی روز گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں رہتا ہے، بعد ازاں اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے، وہ آکر اس میں روح پھونکتا ہے اور اس پیدا ہونے والے کے متعلق چار باتیں رزق، عمر، عمل اور اس کے شقی یا سعید ہونے کے متعلق لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یہی موقف راجح ہے، کیونکہ اس کی تائید احادیث صحیحہ قرینہ سے ہوتی ہے۔ اس کے خلاف جو موقف ہے وہ مرجوح ہے کیونکہ اس پر دلالت کرنے والی تمام احادیث ضعیف ہیں۔

اس بارے میں جو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک ہے وہی مسلک شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے اور اسی موقف کے حامی مفتی اعظم شیخ ابن باز ہیں۔(۳)

یہی موقف میرے نزدیک راجح ہے، کیونکہ اس کی تائید احادیث صحیحہ سے ہوتی ہے، اس کے خلاف جو موقف ہے وہ مرجوح ہے، کیونکہ اس پر دلالت کرنے والی احادیث سب کی سب ضعیف ہیں۔

اخیر میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ ہمیں صحیح وراجح موقف پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

---

(۱) المغنی لابن قدامہ: ج ۳، ص: ۴۵۸۔

(۲) بخاری: کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائک، رقم الحدیث: ۳۲۰۸۔

(۳) فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء، ص: ۴۰۴۔

افتائی دائرۂ کار

افتااور مفتی کے شروط

آصف علی عبدالرشید
فضیلت سال سوم

عملی زندگی کے کارزار میں ایک بندۂ مسلم کوعقائدوعبادات اور معاملات میں مختلف نوعیت کے سوالات، حادثات، واقعات، اشکال اورالجھنیں پیش آتی ہیں، یہ ایک فطری امر ہے کہ ایسے لوگ اگر صاحبان علم وارباب بصیرت ہوں تو ﴿فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول﴾ (۱) کے تحت براہ راست کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی وفتوی حاصل کرلیں گے، بصورت دیگر وہ اپنی ذہنی الجھنوں، درپیش مسائل اور مشکلات کو ﴿فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (۲) کے تحت علمائے کرام، مفتیان عظام اور ارباب تحقیق وبصیرت کے سامنے پیش کریں گے تو علمائے دین ومفتیان شرع متین "إن العلماء ورثة الأنبياء وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما إنما ورثوا العلم" (۳) کے تحت ادلۂ شرعیہ اوراقوال سلف کی روشنی میں انھیں جواب فراہم کریں گے۔

رسول ﷺ کے بعد صحابہ کرام، تابعین عظام، فقہائے امت اور محدثین کرام نے اپنے اپنے دور میں درپیش مسائل کو کتاب وسنت، اصابت رائے، جادۂ مستقیم، اور منہج قدیم پر قائم رہ کر حل کرتے رہے، لیکن جب اسلامی دنیا میں وسعت پیدا ہوئی تو مسائل میں بھی وسعت وجدت پیدا ہوئی، چنانچہ ان درپیش مسائل کو حل کرنے کے لیے ایسے ایسے مفاد پرست، شہرت پسند، منصب خواہ اور دولت پسند علمائے سوء پیدا ہوئے جو "……فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا" (۴) کے تحت خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہی وفتنہ میں مبتلا کرنے کی کوششیں کیں۔

چنانچہ ان گمراہی، فتنہ پردازی اور اختلافی اقوال وفتاوی سے امت کو نجات دلانے کے لیے علمائے راسخین نے افتا ومفتی کے لیے چند شروط وقوانین متعین کیے ہیں تا کہ امت کو فتنہ واختلاف سے بچایا جاسکے، اور درپیش مسائل کو کتاب وسنت اور اقوال سلف کی روشنی میں حل کیا جاسکے، ان شروط کو قلمبند کرنے سے قبل افتا ومفتی کی لغوی وشرعی تعریف کردینا، مناسب سمجھتا ہوں۔

---

(۱) سورۃ النساء:۵۹۔
(۲) سورۃ النحل:۴۳۔
(۳) صحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر:۶۲۹۷۔
(۴) صحیح البخاری، حدیث نمبر:۱۰۰۔

AsliAhleSunnet.com

فتوی کی لغوی تعریف:

لفظ ''فتوی'' ف، ت، ی سے ماخوذ ہے، اس کا واحد "فَتوىٰ" اور "فُتوىٰ" ہے، اس کی جمع "الفتاوىٰ" یا "الفتاوِی" ہے۔(۱)

فتوی کا معنی بیان کرتے ہوئے علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "الفتيا والفتوى: الجواب عما يشكل من الأحكام ويقال استفتيت فأفتاك" (۲) فتیا اور فتوی مشکل احکام کے بارے میں دیے جانے والے جواب کو کہتے ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے: تو نے اس سے فتوی پوچھا تو اس نے تجھے جواب دیا۔

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فتوی کا معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "يقال أفتاه المسألة يفتيه إذا أجابه والإسم: الفتوى" (۳) یعنی جب سوال کا جواب دیا جائے تو أفتى يفتي بولا جاتا ہے اور اس کا اسم "الفتوى" ہے۔

ابن منظور رحمۃ اللہ علیہ ''لسان العرب'' میں اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ما أفتى به الفقيه" یعنی فتوی وہ ہے جو کسی فقیہ کی جانب سے دیا جائے، گویا یہ "أفتى العالم إذا تبين الحكم" (۴) شرعی حکم کے بیان کرنے کو فتوی کہا جاتا ہے۔

قرآن وسنت میں بھی اس لفظ کے بہت سے مشتقات استعمال ہوئے ہیں، مثلا اللہ تعالی کا فرمان: ﴿يستفتونك في النساء قل الله يفتيكم﴾ (۵) (اے نبی ﷺ) لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتوی طلب کرتے ہیں، کہہ دو اللہ تمھیں ان کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان: ﴿يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة﴾ (۶) لوگ تم سے فتوی طلب کرتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تمھیں ''کلالۃ'' کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

نبی ﷺ کا فرمان: "من أفتى بفتيا غير ثبت فإنما إثمه على من أفتاه" (۷) کہ جس نے غیر ثابت شدہ فتوی دیا تو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہے۔

---

(۱) لسان العرب لابن منظور، مادۃ: ف ت ی: ج ۱۰، ص: ۴، باب الفاء۔

(۲) مفردات القرآن للاصفہانی، ص: ۲۷۳۔

(۳) النھایۃ فی غریب الحدیث لابن اثیر: ۳۴۲۔

(۴) لسان العرب لابن منظور، مادۃ: ف ت ی، ۴/۱۰۔

(۵) سورۃ النساء: ۱۲۷۔ (۶) سورۃ النساء: ۱۷۶۔

(۷) سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: ۴۲، حسن بتحقیق البانی، انظر مشکاۃ المصابیح بتحقیق البانی: ۲۴۲۔

AsliAhleSunnet.com

فتوی کی شرعی تعریف:

"فتویٰ" درپیش مسائل سے متعلق احکام شریعت کو بیان کرنے کا نام ہے جیسا کہ فتوی کی تعریف کرتے ہوئے علامہ ابن حمدان لکھتے ہیں: ''فتوی سے مراد پیش آمدہ مسائل اور مشکلات سے متعلق دلائل کی روشنی میں شریعت کا وہ حکم ہے جو کسی سائل کے جواب میں کوئی عالم دین اور احکام شریعت کے اندر بصیرت رکھنے والا شخص بیان کرے''۔(۱)

دکتور عبدالکریم زیدان نے ''فتوی'' کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے: "هي حكم الشرع الذي يخبر عنه المفتي بإفتائه "(۲) یعنی فتوی شریعت کے اس حکم کو کہا جاتا ہے جس کو مفتی اپنے افتا کے ذریعہ خبر دے۔

مفتی کی لغوی وشرعی تعریف:

''مفتی'' یہ مفعل کے وزن پر ہے، اسم فاعل ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ ادلۂ شرعیہ کی روشنی میں لوگوں کے مسائل بیان کرنے والا۔(۳)

مفتی کی شرعی تعریف کے سلسلے میں بہت سارے اقوال وارد ہوئے ہیں، ان میں سے چند تعریفات کو قلمبند کرنے کی سعی کی جارہی ہے:

علامہ ساطبی ''مفتی'' کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "المفتي قائم في الأمة مقام النبي ﷺ لأن العلماء ورثة الأنبياء" (۴) ترجمہ: مفتی امت میں نبی ﷺ کے قائم مقام ہے، کیونکہ علما انبیا کے وارث ہیں۔

مفتی کی ایک دوسری تعریف کچھ اس طرح سے کی گئی ہے: ''مفتی وہ مجتہد مطلق ہوتا ہے جو پیش آمدہ مسائل میں لوگوں کی شرعی رہنمائی کی ذمہ داری قبول کرتا ہے، اور قرآن کے عموم وخصوص اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کا علم رکھتا ہے، اسی طرح حدیث میں بھی مہارت تامہ اور استنباط کے ملکہ کے ساتھ متصف ہو''۔(۵)

شروط مفتی:

مسلم، عاقل، بالغ:

منصب افتا پر فائز ہونے کے لیے اولین اور بنیادی شرط مفتی کا مسلم، عاقل اور بالغ ہونا ہے کیونکہ مفتی نبی ﷺ کا جانشین ہوتا ہے اور جانشین کا حق ایک مسلم ہی ادا کرسکتا ہے، اسی طرح عاقل ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ پاگل کی باتوں کا کوئی

---

(۱) صفة الفتوى والمفتي والمستفتي لابن حمدان، ص:۲۴۔ (۲) اصول الدعوة: عبدالكريم زيدان، ص:۱۶۶۔
(۳) مقدمہ فتاوی البانیۃ، ص:۳۹۔ (۴) الموافقات للشاطبی:۴/۲۴۴۔
(۵) مقدمہ فتاوی البانیہ، ص:۳۹۔

AsliAhleSunnet.com

اعتبار نہیں، اسی طرح مفتی کا بالغ ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ نابالغ کی عقل وفکر پختہ نہیں ہوتی اور بچے کے قول کا کوئی حکم نہیں ہوتا۔(۱)

عالم:

مسند افتا پر فائز ہونے کے لیے علوم شرعیہ اور ادلۂ شرعیہ سے آراستہ وپیراستہ ہونا مفتی کے اساسی شروط میں سے ہے، کیونکہ مفتی مبلغ دین، داعی حق، ہادی رہبر، قانون الٰہی، سنت نبوی اور حلال وحرام کو بیان کرنے والا ہوتا ہے، کسی جاہل شخص سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوسکتا۔

اسی طریقہ سے اگر مفتی علوم شرعیہ، احکام الٰہیہ، احادیث نبویہ اور اصول فقہیہ سے نابلد وناواقف ہوگا تو حلال کو حرام، حرام کو حلال قرار دے گا، اسی لیے قرآن نے ایسے امور سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے، جن کے بارے میں علم نہ ہو: "ولا تقف ما ليس لك به علم"۔ (۲)

شریعت میں بہت زیادہ وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایسے اشخاص کے سلسلے میں جو بغیر علم کے فتوی دیتے ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: "من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار"۔ (۳)

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: "من أفتى بفتيا بغير ثبت فإنما إثمه على من أفتاه" (۴) جس نے غیر ثابت شدہ فتوی دیا تو اس کا گناہ فتوی دینے والے پر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لا يحل لأحد أن يفتي في دين الله الا رجلا عارفا بكتاب الله ...... ثم يكون بعد ذلك بصيرا بحديث رسول الله ﷺ ...... ثم يكون بصيرا باللغة وبصيرا بالشعر وما يحتاج إليه العلم والقرآن ويستعمل مع هذا الانصاف وقلة الكلام ويكون بعد هذا مشرفا على اختلاف أهل الأمصار" (۵) اللہ تعالی کے دین کے بارے میں کسی شخص کے لیے اس وقت تک فتوی صادر کرنا حلال نہیں جب تک قرآن کریم کے بارے میں پوری معرفت نہ رکھتا ہو...... پھر اس کے بعد حدیث رسول ﷺ میں کمال بصیرت رکھنے والا ہو، لغت وشعر کا بھی اس قدر ماہر ہو جو قرآن وسنت کے فہم کے لیے ضروری ہے، اس کے ساتھ

---

(۱) الفقیہ والمتفقہ، ۲/۳۳۰۔ (۲) سورۃ الاسراء: ۳۶۔

(۳) بخاری حدیث نمبر: ۱۰۷، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۔

(۴) ابن ماجہ، حسن، تحقیق البانی: ۵۳۔

(۵) الفقیہ والمتفقہ للخطیب ج ۲ ص: ۳۳۱۔

AsliAhleSunnet.com

انصاف اور قلت کلام کی صفت سے متصف ہو، مزید برآں مختلف علاقوں کے اصحاب قلم کے اختلاف سے بھی آگاہی رکھنے والا ہو"۔

عدالت:

مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ حسن سیرت، با مروت، اقوال وافعال میں عادل، منہیات ومنکرات اور شکوک وشبہات سے کوسوں دور ہو۔ علمانے مفتی کے لیے عدالت کی شرط اس لیے لگائی ہے تا کہ مفتی کبائر وصغائر سے بچے، چنانچہ بعض علمانے عدالت کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے: "العدالة هي ملكة تمنع عن اقتراب الكبائر والاصرار على الصغائر" (۱) عدالت اس ملکہ کو کہتے ہیں جو انسان کو کبائر سے روکے اور صغائر کے اصرار سے محفوظ رکھے۔ مفتی اپنے اقوال واعمال میں اسی وقت عادل ہوسکتا ہے جب وہ گناہوں سے محفوظ ہو۔

کثیر الورع اور قلیل الطمع ہو:

مفتی کے اندر دین داری، امانت داری، تقوی، زہد وورع اور خشیت الٰہی کا پایا جانا از حد ضروری ہے۔ مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود غرض، حریص مال ومتاع اور طالب جاہ ومنصب نہ ہو، نیز مفاد پرستی، شہرت پسندی، عصبیت، طرف داری، جانب داری اور چاپلوسی کو اپنے قریب بھٹکنے نہ دے، اور نہ ہی کسی دوسرے کے فتاوی کو اپنا فتوی باور کرائے، یہ منصب افتا کے خلاف ہے۔

فتوی دینے کے شروط:

جب مفتی مذکورہ شروط سے آراستہ وپیراستہ ہو جائے تو مندرجہ ذیل شروط کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے کی ذمہ داری سنبھالے۔

۱- رجوع الی الکتاب والسنۃ:

یقیناً کتاب اللہ یعنی قرآن مجید منزل من اللہ ہے: ﴿إنا أنزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون﴾ (۲) جو ہر قسم کے تغیر وتبدل، شکوک وشبہات سے بالاتر ہے: ﴿الم ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين﴾ (۳) یہ قرآن بندوں کے لیے روشن ہدایت ہے: ﴿هو الذي ينزل على عبده آيات بينات ليخرجكم من الظلمات إلى

---

(۱) تدریب الراوی ج ۱ص: ۶۲۔

(۲) سورۃ یوسف: ۲۔

(۳) سورۃ البقرۃ: ۲۔

AsliAhleSunnet.com

النور﴾ (۱) اس قرآن حکیم میں بندوں کے لیے مسائل کا حل، ان کے لیے موعظت، نصیحت، ہدایت اور رحمت ہے: ﴿یاأیها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم وشفاء لما في الصدور وهدی ورحمة للمؤمنین﴾ (۲) اس لیے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ وہ پہلے کلام الٰہی کی روشنی میں فتوی دینے کی کوشش کرے، قرآنی نصوص سے استنباط اور استخراج میں احادیث نبوی سے مدد لے، کیونکہ قرآن کریم کی توضیح، تشریح اور تفصیل پیش کرنے والی احادیث نبوی ہی ہیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وأنزلنا إلیك الذکر لتبین للناس ما نزل إلیهم﴾ (۳) جب تک مفتیان حضرات پیش آمدہ مسائل کو کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرتے رہیں گے، رشد وہدایت اور صراط مستقیم پر قائم رہیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: "ترکت فیکم أمرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله وسنة رسوله" (۴) لیکن جب مفتیان کرام مسائل کو حل کرنے میں کتاب وسنت کو ترک کردیں گے، محض رائے زنی، قیاس آرائی، سبقت مسلکی کے اعتبار سے مسائل کو حل کرنے میں مصروف ہوجائیں گے تو ہلاکت کے دہانے پر ہوجائیں گے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: "من رد حدیث رسول الله ﷺ فهو علی شفا هلکة" (۵) اس لیے مفتی پر واجب ہے کہ مسائل کا حل اور استفتا کا جواب تلاش کرنے میں کتاب وسنت کی طرف رجوع کرے۔

۲-سلف صالحین کے اقوال سے فتوی:

مفتی کو چاہیے کہ وہ کتاب وسنت کے نصوص سے استنباط اور استخراج کرتے ہوئے سلف صالحین کے اقوال وفہم کو بھی مدنظر رکھے، کیونکہ اسلاف کرام کتاب وسنت کی روشنی میں فتوی دیتے تھے، فتوی دینے میں ہمیشہ احتیاط برتتے تھے، آرا، اقوال اور قیاس آرائی سے دور رہتے تھے، فتاوی دینے میں کس قدر احتیاط برتتے تھے اس کا اندازہ ابن ابی لیلی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ: "أدرکت العلماء والفقهاء وهم یکرهون أن یجیبوا في المسائل والفتیا حتی لا یجدوا بدا من أن یفتوا"۔ (۶) علماء وفقہاء درپیش مسائل وفتاوی کے سلسلے میں جواب دینا ناپسند کرتے تھے، یہاں تک کہ جب کوئی چارہ نہیں پاتے تھے تب جاکر فتاوی دیا کرتے تھے۔

اسی لیے مفتی کو چاہیے کہ نصوص سے استخراج واستنباط کرتے وقت سلف کے فہم کو مدنظر رکھے۔

---

(۱) سورۃ الحدید:۹۔ (۲) سورۃ یونس:۵۷۔

(۳) سورۃ النحل:۴۴۔ (۴) موطأ للامام مالک حدیث نمبر:۱۷۷۳، ج۴، ص:۲۸۱۔

(۵) مناقب الامام أحمد بن حنبل لابن جوزی، ص:۱۸۲۔

(۶) صفة الفتوی والمفتی والمستفتی لابن حمدان، ص:۱۲۔

۳-ضعیف وموضوع روایات سے اجتناب:

فتوی دینے کے لیے مفتی پر لازم ہے کہ ضعیف اور موضوع روایات سے اجتناب کرے، کیونکہ مختلف ادوار میں بدطینت، کذاب، زنادقہ، مفاد پرست، شہرت پسند اور اسلام دشمن عناصر نے دین میں تحریف ورخنہ اندازی کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ایسی ایسی روایات گھڑیں جن کا عہد رسالت میں کہیں نام ونشان نہیں تھا۔

اس لیے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ روایات سے استدلال کرنے سے قبل ان کی صحت وضعف کو دیکھ لے، صحیح روایات سے حجت پکڑے اور ضعیف وموضوع روایات سے اجتناب کرے، امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے: "انظروا عمن تأخذون هذا الحديث فإنما هو دينكم" (۱) ترجمہ: دیکھو تم یہ حدیث کس سے اخذ کرتے ہو کیونکہ یہ تمہارا دین ہے۔ اس لیے مفتی کو ہمیشہ چاہیے کہ صحیح روایات سے دلیل پکڑے اور ضعیف روایات سے دور رہے۔

۴-تحفظ واحتیاط:

مفتی کے لیے ضروری ہے کہ جب اس کے پیش نظر ایسا سوال ہو جس میں متعدد صورتیں متحمل ہوں اور بہت زیادہ اختلافی نوعیت کا ہو تو سیدھا سادہ مستفتی کے دل ودماغ کو الجھنوں سے محفوظ رکھنے کے لیے احتیاط کا پہلو مدنظر رکھے، اور اختلافی اقوال وآرا کو ذکر کرنے کے بجائے اقرب الی النصوص قول کو ذکر کرکے فتوی صادر فرمائے۔

۵-اجتہاد سے فتوی دینا:

بسا اوقات حالت کے تغیر، زمان کے تبدل اور مکان کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایسے ایسے مسائل پیش آتے ہیں جن کا حل کتاب وسنت اور اقوال سلف میں صراحتاً ونصاً موجود نہیں ہے، تو ان مشکلات سے نجات پانے کے لیے شریعت اسلامیہ نے اجتہاد کی اجازت دی ہے۔ اس لیے مفتیان حضرات درپیش مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنے اجتہاد سے کام لیں۔

اجتہاد کرکے فتوی دینے کی صورت میں مفتی پر واجب ہے کہ:

۱-کتاب وسنت کے ان نصوص سے واقفیت رکھتا ہو جن کا تعلق احکام میں اجتہاد سے ہے۔

۲-وہ اجمالی واختلافی مسائل کو جانتا ہو۔

۳-ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو۔

۴-یہ بھی جانتا ہو کہ کن احادیث سے دلیل پکڑی جاسکتی ہے اور کن سے نہیں۔

۵-علم اصول فقہ سے اچھی طرح واقف ہو، اجتہاد کے قیود، حدود اور شروط سے بھی واقف ہو۔ (۲)

---

(۱) حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص: ۲۷۸۔ (۲) تسہیل الوصول الی فہم علی الاصول، ص: ۱۳۰۔

AsliAhleSunnet.com

۶-مفتی جب اجتہاد سے فتوی دے تو اس طرح کے الفاظ استعمال نہ کرے کہ:

الف-اللہ تعالی نے یہ حلال قرار دیا ہے۔

ب-اللہ تعالی نے یہ حرام قرار دیا ہے۔

ج-اللہ تعالی نے یہ واجب قرار دیا ہے۔

د-اللہ تعالی نے یہ مباح قرار دیا ہے۔

س-اللہ تعالی کا یہ حکم ہے۔(۱)

سلف صالحین اس سلسلے میں بہت زیادہ محتاط رہتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ''کلالۃ'' کے سلسلے میں فرمایا: "أقول فيها برائي فإن كان صوابا فمن الله وإن خطأ فمني ومن الشيطان" (۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جب اجتہاد سے فتوی دیتے تو اس آیت کی تلاوت کرتے: ﴿إن نظن إلا ظنا وما نحن بمستيقنين﴾ (۳) یہ ہمارا اپنا گمان ہے اور ہمیں یقین نہیں ہے۔

۶-اہل علم وبصیرت سے مشورہ:

مفتی فتوی کا جواب چاہے کتاب وسنت کی روشنی میں دے یا اقوال سلف واجتہاد سے دے، ہر حال میں اہل علم وبصیرت سے مشورہ طلب کرے، خصوصاً ایسے مسائل میں جن میں نص واضح نہ ہو یا نص محتمل ہو، تاکہ بشر ہونے کے ناطے خطا کا جو امکان ہے اس کی نشان دہی ہو سکے، سلف صالحین تمام اہم امور میں مشورہ کرتے تھے، مشورہ ہر اس شخص سے طلب کیا جائے گا جو اہل علم وبصیرت ہو، چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ محدث، ملہم، سریع الفہم، صاحب بصیرت، اصابت رائے اور عبقری انسان ہونے کے باوجود ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔(۴)

ابن حمدان رحمہ اللہ مشورہ طلب کرنے کو مفتی کے لیے شرط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "يستحب له أن يقرأ الورقة على الفقهاء الحاضرين الصالحين لذلك وشاورهم فى الجواب ويباحثهم فيه وإن كانوا دونه وتلامذته اقتداء" (۵) مفتی کے لیے مستحب ہے کہ سوال میں پیش آمدہ مسئلہ کو فقہائے حاضرین پر پڑھے اور جواب دیتے وقت ان سے مشورہ کرے، اس سلسلے میں بحث ومباحثہ کرے، اگرچہ مشورہ دینے والا شخص مفتی سے ادنی درجہ کا ہو یا اس کا شاگرد

(۱) مقدمہ فتاوی علامہ ابن باز: ۲۴۔ (۲) صفة الفتوى والمفتي والمستفتي لابن حمدان، ص: ۵۹۔
(۳) سورۃ الجاثیۃ: ۳۲۔ (۴) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۹۷۔
(۵) صفة الفتوى والمفتي والمستفتي، لابن حمدان، ص: ۵۸۔

AhlAlHadeesSunnat.com

ہو۔

۷-محض رائے زنی سے اجتناب:

فتوی دینے میں مفتی کو محض رائے زنی، اور عجلت سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہ مفتی کی شان کے خلاف ہے کہ جلد بازی میں محض رائے زنی کی بنیاد پر فتوی دے، اسلاف کرام اس کو ناپسند کرتے تھے، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے حسن بصری رحمہ اللہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "فلا تفت برأيك أن تكون سنة عن رسول الله أو كتاب منزل" (۱) تم اپنی رائے کے مطابق فتوی نہ دیا کرو مگر نبی ﷺ کی سنت یا نازل شدہ کتاب کی رو سے فتوی دیا کرو۔

۸-رجوع:

جب مفتی کو معلوم ہو جائے کہ فتوی دینے میں اس سے غلطی ہوگئی ہے، اور اس کا فتوی کتاب وسنت کے خلاف ہے، یا اجماع امت کے خلاف ہے تو اس صورت میں اپنے فتوی سے رجوع کرلے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "إذا وجدتم في كتابي خلاف سنة رسول الله فقولوا سنة رسول الله ﷺ ودعوا ما قلته" (۲) جب تم لوگ میری کتاب میں کوئی بات خلاف سنت پاؤ تو سنت رسول ﷺ لے لو اور میرے قول کو ترک کردو۔

مفتی پر یہ بھی واجب ہے کہ جب فتوی کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف ہو تو مستفتی کو مطلع کردے۔

حاصل کلام:

اس مقالہ کا حاصل کلام یہ ہے کہ مفتی عالم بالکتاب والسنۃ، صاحب بصیرت، قوی الاستنباط، جید الملاحظہ، رصین الفکر، اصابت رائے، صحیح الاعتبار، کتاب وسنت کا حامل، دین کا مبلغ اور محافظ ہو۔ ساتھ ہی ساتھ موضوعات، منکرات، مجاہیل، منقطع، علل وشذوذ سے واقف کار اور گہری بصیرت کا حامل ہو۔

مفتی جاہل، ناقص الفہم، قلیل الضبط، معروف بالاختلال، نابلد، ناتجربہ کار اور اناڑی وانجان نہ ہو، ورنہ استنباط واجتہاد کے بحر عمیق میں غوطہ زنی اس کے لیے ہلاکت وتباہی کا موجب ہوگی اور ضال ومضل ہو کر اس کرۂ ارضی پر فتنہ وفساد کو رواج دے گا۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہم علمائے دین کو کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل حل کرنے کی توفیق دے، آمین۔

☆☆☆

---

(۱) مسند الدارمی، حدیث نمبر: ۱۶۵۔

(۲) صفۃ الفتوی والمفتی والمستفتی لابن حمدان، ص: ۳۸۔

AsliAhleSunnet.com

حل عقدۂ پیچدار

زنا کے مرتکب مرد وزن کے باہمی نکاح کی شرعی حیثیت

محمد نثار بن محمد یاسین
فضیلت سال دوم

دور حاضر میں جس طرح عریانیت و بے پردگی عام ہے، مرد وزن کا اختلاط فیشن اور ترقی کا نام اختیار کر چکا ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کا آپس میں ملنا جلنا اور بات چیت کرنا جس طرح رواج پکڑ چکا ہے۔ یہ کبھی کبھی ان کو ایسے موڑ پر لے آتا ہے جہاں وہ زنا جیسے قبیح اور برے فعل کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ آپس میں نکاح کر لیں۔ معاملہ تو اس وقت اور پیچیدہ ہو جاتا ہے جب زنا کی وجہ سے لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں والدین ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے ہر ممکن صورت میں ان کی آپس میں شادی کر دینا چاہتے ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

زنا کی تعریف اور اس کا شرعی حکم:

مندرجہ بالا صورت کے سلسلے میں شریعت کے موقف کو واضح کرنے سے پہلے زنا کی تعریف اور اس کا شرعی حکم بیان کر دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ زنا کی تعریف ہے: ''زنا ایک عربی اصطلاح ہے جس سے اسلامی قوانین میں ایسا جماع مراد ہے جو اپنے وقوع میں قبل از دواجی یا بیرون از دواجی ہو، اور جس میں مرد کے قضیب کا عورت کے مہبل میں ادخال ضرور ہوتا ہے''۔(۱)

زنا کا شرعی حکم:

شریعت اسلامیہ نے زنا کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور زنا کے مرتکب افراد پر باقاعدہ حد مقرر کیا ہے، بشرطیکہ جرم عدالت تک پہنچ کر چار عینی گواہوں کی شہادت یا مجرم کے اعتراف سے ثابت ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں قرآن نے غیر شادی شدہ زانیوں کی سزا سو کوڑے مقرر کیے ہیں: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة﴾ (النور:۲) اور مرد پر ایک سال کی جلاوطنی کی سزا مستزاد۔ "وعلى ابنك جلد مائة وتغريب عام". (۲)

اور اگر شادی شدہ مرد وزن زنا کا ارتکاب کریں تو ان کی سزا رجم ہے: "والرجم في كتاب الله حق على

(۱) ویکیپیڈیا۔ (۲) رواہ البخاری، کتاب الحدود، باب الاعتراف بالزنا: ۶۸۲۸۔

AsliAhleSunnet.com

من زنى إذا أحصن من الرجال والنساء﴾ (۱) اور رجم اللہ کی کتاب میں شادی شدہ مردوعورت زانی پر واجب ہے۔

البتہ یہ بات یادرہے کہ اگر عورت زنا سے حامل ہو تو وضع حمل سے پہلے اس پر حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے: "أن امرأة من جهينة أتت نبي الله وهي حبلى من الزنا فقالت يا نبي الله أصبت حدا فأقمه علي فدعا نبي الله وليها فقال أحسن إليها فإذا وضعت فائتني بها". (۲) ''جہینہ کی ایک عورت نبی ﷺ کے پاس آئی جو زنا سے حاملہ تھی اور کہنے لگی اے اللہ کے نبی میں حد کو پہنچ چکی ہوں، مجھ پر حد قائم کیجیے تو نبی نے اس کے ولی کو بلایا اور کہا اس سے بہتر سلوک کرو اور جب بچہ جن دے تو اس کو لے آنا''۔

زانی مردوزن کے باہمی نکاح کی شرعی حیثیت:

زنا کے مرتکب مردوزن کا معاملہ اگر حاکم وقت تک پہنچ جائے اور چار عینی گواہوں یا ذاتی اعتراف پر جرم ثابت ہوجائے تو ان پر شرعی حد نافذ کی جائے گی۔ پھر اس شرعی سزا کے بعد اگر کنوارے مردوزن آپس میں شادی کرنا چاہیں تو اسلامی طریقے کے مطابق اب یہ شادی کرسکتے ہیں، کیوں کہ شرعی سزا ان کے جرم کا کفارہ بن چکی ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: "ومن أصاب من ذلك شيئا فعوقب فهو كفارة له" (۳) جس شخص نے ان (موجب سزا جرائم) میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا اور پھر اس پر اسے سزا مل گئی تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے۔

لہذا اب یہ تائب کے حکم میں ہے اور تائب کا نکاح بلاشبہ درست ہے۔

اگر زنا کے مرتکب مردوزن کے اس جرم کا لوگوں کو علم نہ ہو تو ان زانیوں کو چاہیے کہ اپنے جرم کی پردہ پوشی کریں حتی کہ اگر کسی تیسرے شخص کو بھی ان کے جرم کا علم ہوجائے تو اسے بھی چاہیے کہ وہ پردہ پوشی کرے کیوں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "لا يستر عبد عبدا في الدنيا إلا ستره الله يوم القيامة" (۴) جو شخص دنیا میں کسی شخص (کے گناہ) پر پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالی بروز قیامت اس کے گناہوں کی پردہ پوشی کرے گا''۔

لہذا اس طرح اگر ان کا معاملہ عدالت میں نہ پہنچا ہو یا عدالت میں پہنچنے کے باوجود مطلوبہ گواہیاں پوری نہ ہو پائی

---

(۱) رواه البخاري، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى في الزنا إذا أحصنت: ۶۸۳۰۔

(۲) رواه مسلم، كتاب الحدود، باب من اعترف على نفسه بالزنا: ۴۴۳۳۔

(۳) أخرجه البخاري، كتاب التفسير، باب إذا جاءك المؤمنات يبايعنك: ۴۸۹۴۔

(۴) رواه مسلم، كتاب البر والصلة، باب بشارة من ستر الله تعالى في الدنيا: ۶۵۹۵۔

AsliAhleSunnet.com

ہوں اور نہ ہی مجرموں نے اپنے فعل کا اقرار کیا ہو تو ان پر شرعی حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ باقی رہا ان کے نکاح کا مسئلہ تو اگر دونوں زنا کرنے والے اپنے کیے پر نادم وشرمسار ہو کر خلوص دل سے توبہ کرلیں اور آئندہ زندگی میں ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم مصمم بھی کرلیں تو پھر ان کا باہمی نکاح ہوسکتا ہے، کیوں کہ حدیث میں ہے: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له"(۱) گناہ سے توبہ کرنے والا شخص اس شخص کے مانند ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ: ''کسی شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں ایک عورت سے حرام کاری کرتا رہا ہوں، پھر اللہ تعالی نے مجھے اس فعل حرام سے توبہ کی توفیق عطا فرمادی اور میں نے ارادہ کیا ہے کہ اب باقاعدہ طور پر اس عورت سے شادی کرلوں مگر لوگوں کا کہنا ہے کہ زانی مرد، زانیہ اور مشرکہ عورت ہی سے نکاح کرتا ہے۔ (تو آپ بتائیں کہ میرا اس عورت سے شادی کرنا درست ہے یا ابھی بھی یہ زنا ہے؟) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے (کہ اسے زنا کہا جائے بلکہ) تو اس عورت سے شادی کرلے اگر اس شادی میں کوئی گناہ ہوا تو وہ مجھ پر ہوگا''۔(۲)

معلوم ہوا کہ سچی توبہ کے بعد زنا کے مرتکب مرد وزن کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رہے کہ مذکورہ واقعہ میں زانی کے اقرار جرم کے باوجود عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے شرعی سزا دلوانا اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ آپ حاکم وقت یا قاضی نہ تھے۔ اس لیے آپ نے اس کے جرم پر پردہ پوشی فرمائی، لیکن اگر ایسا جرم حاکم وقت یا عدالت میں پہنچ جائے تو پھر اس کی مکمل تفتیش ہوگی اور جرم ثابت ہوجانے کے بعد شرعی سزا یا عدم ثبوت کی صورت میں تہمت لگانے والوں پر حد تہمت جاری کی جائے گی۔(۳)

فتوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

زانی مرد وزن کے باہمی نکاح کے سلسلہ میں فتوی دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "نكاح الزانية حرام حتى تتوب، سواء كان زنى بها هو أو غيره، هذا هو الصواب بلا ريب، وهو مذهب طائفة من السلف والخلف، منهم: أحمد بن حنبل وغيره وذهب كثير من السلف والخلف إلى جوازه وهو قول الثلاثة". (۴)

---

(۱) رواه ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر التوبة: ۴۲۵۰، وحسنه الألباني.

(۲) تفسیر ابن کثیر (مترجم) ج ۳، ص: ۵۹۲۔ (۳) جدید فقہی مسائل، ص: ۳۶۶۔

(۴) مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله ج ۳۲، ص: ۱۰۹، ۱۱۰۔

ويقول في موضع آخر: "والعلماء قد تنازعوا في جواز نكاح الزانية قبل توبتها على قولين مشهورين، لكن الكتاب والسنة والاعتبار يدل أن ذلك لا يجوز. (۱)

زانی مرد یا غیر زانی مرد سے زانیہ عورت کا نکاح توبہ تک حرام ہے۔ یہی درست قول ہے، بلاشک وشبہ کے، اور یہی سلف وخلف کی ایک جماعت کا مذہب بھی ہے، جن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔ اور سلف وخلف میں سے بہت سے لوگ (توبہ کے بغیر) نکاح کے جواز کی طرف گئے ہیں اور یہی ائمہ ثلاثہ کا بھی قول ہے۔

اور ایک دوسری جگہ ہے: ''زانیہ کی توبہ سے قبل اس کی شادی کے جواز میں علما کا اختلاف ہے اور اس سلسلہ میں دو مشہور قول ہیں، لیکن کتاب وسنت اور قیاس اس کے عدم جواز پر دال ہیں''۔ لیکن اکثر اہل علم کے بقول: ان دونوں (یعنی زانی مرد وزن) کے توبہ کے بعد ان کا آپس میں نکاح جائز ہے۔

حالت حمل میں زانی مرد وزن کے باہمی نکاح کی شرعی حیثیت:

اگر زنا کی وجہ سے لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے تو اس کے اولیا ذلت کے خوف سے حالت حمل ہی میں اس کا زانی لڑکے سے نکاح کر دیتے ہیں۔ تو کیا ایسا کرنا شرعی اعتبار سے جائز ہے؟

فقہائے مالکیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کا موقف یہ ہے کہ ایسی عورت کا نکاح خواہ اسی زانی سے کیا جائے یا کسی اور سے، یہ اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے۔ ان کے موقف کی ایک دلیل تو یہ حدیث ہے کہ: "لا توطأ حامل حتى تضع" (۲) کسی بھی حاملہ سے وطی جائز نہیں تاوقتیکہ وضع حمل ہو جائے۔

فقہائے شافعیہ اور حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کا حالت حمل میں نکاح جائز ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ روایات میں جس حاملہ سے ہمبستری کی ممانعت ہے اس سے مراد وہ حاملہ عورت ہے جو باقاعدہ نکاح سے حاملہ ہوئی ہو اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب باقاعدہ طور پر صحیح اور محفوظ ہو، لیکن زنا سے حاملہ ہونے والی عورت کا معاملہ ایسا نہیں ہے کیوں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "الولد للفراش وللعاهر الحجر" (۳) بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ زانی کے نطفے کی کوئی حیثیت نہیں، لہذا زنا سے حاملہ ہونے والی عورت حالت حمل میں

---

(۱) مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيمية رحمه الله ج ۳۲، ص: ۱۴۵۔

(۲) رواه أبوداؤد، كتاب النكاح، باب في وطي السبايا: ۲۱۵۷، وصححه الألباني.

(۳) رواه البخاري، كتاب البيوع، باب تفسير الشبهات: ۲۰۵۳۔

AsliAhleSunnet.com

نکاح کرسکتی ہے۔

مندرجہ بالا نصوص کو سامنے رکھ کر مذکورہ مسئلہ میں حافظ مبشر حسین حفظہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ''اس مسئلہ میں ہمیں راجح موقف وہی معلوم ہوتا ہے جو شوافع اور احناف نے اختیار کیا ہے البتہ ہم اس میں چند حدود کا اضافہ ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) زنا سے حاملہ ہونے والی لڑکی کا نکاح اگر حالت حمل میں کرنا مقصود ہو تو پھر اسی زانی سے کیا جائے جس کے نطفے سے یہ حاملہ ہوئی ہے کسی اور شخص سے اس حالت میں نکاح نہیں کیا جائے گا۔

(۲) علاوہ ازیں اس نکاح سے پہلے زانی اور زانیہ کا سچی توبہ کرنا ضروری ہے۔

(۳) اور اگر معاملہ حاکم وقت تک پہنچ چکا ہو تو پھر جرم ثابت ہو جانے کی صورت میں پہلے شرعی حد نافذ ہوگی پھر نکاح پر غور کیا جائے گا۔ اور شرعی حد لگنے کی صورت میں اگر عورت حاملہ ہے تو اس کو وضع حمل کے بعد سزا دی جائے گی۔ اور اس کے بعد ان کے باہمی نکاح پر غور کیا جائے گا۔(۱)

فتوی شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ:

مذکورہ مسئلہ میں شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ مبارک پوری رحمہ اللہ کا فتوی ہے: ''حبلی من الزنا سے زانی کے علاوہ دوسرے لوگ نکاح قبل وضع حمل کے نہیں کر سکتے، ہاں عند الحنفیہ حبلی من الزنا سے نکاح درست ہے، لیکن قبل وضع حمل کے صحبت جائز نہیں''۔(۲)

فتوی سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ:

فتاوی نذیریہ میں مذکورہ مسئلہ کے سلسلہ میں فتوی ہے ''اگر ہندہ کسی کے نکاح میں نہ تھی اور حاملہ ہے تو حبلی من الزنا کے ساتھ نکاح جائز ہے مگر قبل وضع حمل کے صحبت جائز نہیں ہے''۔(۳)

فتوی علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ:

صاحب عون المعبود مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس مسئلہ میں فتوی دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ:

''عورت مذکورہ سے جس شخص نے زنا کیا ہے اور حمل قرار پا گیا، پھر وہی مرد اس عورت سے نکاح کرے تو اس کو وضع حمل کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے''۔(۴)

اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شرعی مسائل میں صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆

(۱) جدید فقہی مسائل، ص: ۳۶۸۔
(۲) فتاوی شیخ الحدیث مبارک پوری ج ۲، ص: ۲۲۴۔
(۳) فتاوی نذیریہ ج ۲ ص ۴۷۱۔
(۴) فتاوی علامہ شمس الحق عظیم آبادی، ص ۲۳۱۔

تحقیقات

جب تک نہ زندگی کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریف سنگ

AsliAhleSunnet.com

معجزۂ شاہکار

اسراء ومعراج صرف روحانی یا جسمانی بھی؟

عرفان مصطفیٰ بن محمد مصطفیٰ
فضیلت سال دوم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم محمد وعلى آله وأصحابه وأزواجه وذرياته أجمعين، أمابعد:

اللہ تعالی نے بہت سارے انبیا کو اس کائنات میں مبعوث فرمایا اور انھیں بہت سارے معجزات سے نوازا۔ اللہ نے جب آخری نبی محمد ﷺ کو مبعوث کیا تو انھیں بھی بہت سارے معجزات سے نوازا، انھیں معجزات میں سے ایک معجزہ ''اسراء ومعراج'' بھی ہے۔

لفظ اسری "سُری" سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی رات کو لے جانا ہے، عربی زبان میں رات میں چلنے کو "أسری به" یا "سری به" بولتے ہیں اور اللہ نے اپنے قول "سبحان الذي أسری بعبده ليلا" میں "ليلا" کے لفظ سے تاکید کر کے اس مفہوم کو اور واضح کر دیا اور لفظ "ليلا" کے نکرہ لانے سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس پورے واقعے میں پوری رات نہیں بلکہ رات کا ایک حصہ صرف ہوا۔(۱)

اللہ نے جو آپ کو اسراء ومعراج کا معجزہ عطا کیا، اس کے دو جز ہیں، ایک مسجد حرام سے مسجد اقصی تک کا سفر جسے "اسراء" کہا جاتا ہے۔(۲)

دوسرا جز ہے مسجد اقصی سے آسمان تک کا سفر۔ اللہ نے آسمان پر متعدد نشانیاں، جنت جہنم اور مختلف قسم کے عذاب دکھلائے اور بہت سارے انبیاء سے ملاقات کروائی اور اسی میں پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی، اس کو ''معراج'' کہا جاتا ہے۔(۳)

معراج کب ہوئی، اس کے بارے میں اہل سیر کے اقوال مختلف ہیں، الرحیق المختوم کے مصنف نے مختلف اقوال

---

(۱) فتح القدیر ج ۳، سورۃ الاسراء آیت: ۱، ص: ۲۷۲۔
(۲) فتح القدیر ج ۳، ص: ۲۷۲، سورۃ الاسراء آیت: ۱۔
(۳) تفسیر قرطبی ج ۵، ص: ۱۳۷، سورۃ الاسراء آیت: ۱۔

AqliAhleSunnet.com

نقل کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) جس سال آپ کو نبوت دی گئی اسی سال معراج بھی واقع ہوئی۔ (یہ طبری رحمہ اللہ کا قول ہے)

(۲) نبوت کے ۵/سال بعد معراج ہوئی۔ (اسے امام نووی اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے)

(۳) نبوت کے دسویں سال ۲۷/رجب کو ہوئی۔ (علامہ منصور پوری رحمہ اللہ)

(۴) ہجرت سے ۱۶/مہینے پہلے یعنی نبوت کے بارھویں سال ماہ رمضان میں ہوئی۔

(۵) ہجرت سے ایک سال دو ماہ پہلے یعنی نبوت کے تیرھویں سال محرم میں ہوئی۔

(۶) ہجرت سے ایک سال پہلے نبوت کے تیرھویں سال ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

ان میں سے پہلے تین اقوال اس لیے صحیح نہیں مانے جاسکتے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نماز پنج گانہ فرض ہونے سے پہلے ہوئی تھی، اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت معراج میں ہوئی ہے، اس کا مطلب ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی اور یہ بات معلوم ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نبوت کے دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی تھی۔ لہذا معراج کا زمانہ اس کے بعد کا ہے، اس سے پہلے کا نہیں، باقی رہے اخیر کے تین اقوال تو ان میں سے کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے لیے کوئی دلیل نہ مل سکی، البتہ سورہ اسراء کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔ (۱)

معراج کے بارے میں اختلاف ہے کہ معراج جسمانی ہوئی تھی یا صرف روحانی۔ لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اللہ نے اپنے بندے محمد ﷺ کو معراج حالت بیداری میں کرائی اور ۴۰/دن کا سفر صرف رات کے کچھ حصے میں پورا کرایا، گرچہ عقل اس کو بعید تصور کرے، لیکن اس کی نسبت اللہ کی طرف کردی جائے تو ذرہ برابر اس میں چوں وچرا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ہم کو ویسے ہی مان لینا ہے جیسے اللہ نے کہا ہے۔ (۲)

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿سبحان الذي أسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام إلى المسجد الأقصى﴾ (سورۃ الاسراء:۱)، رسول اللہ ﷺ کو معراج جسمانی طور پر کرائی گئی تھی نہ کہ صرف روحانی طور پر اور وہ بھی حالت بیداری میں نہ کہ سوتے ہوئے۔ اکثر علماء کی یہی رائے ہے کہ آپ ﷺ کو معراج حالت بیداری میں کرائی گئی۔ (۳)

---

(۱) الرحیق المختوم، ص: ۲۳۷۔ (۲) فتح القدیر ج ۳، ص: ۲۷۳، سورۃ الاسراء آیت: ۱۔

(۳) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، سورۃ الاسراء: ۱، ج ۴ ص ۱۱۴۔

AsliAhleSunnet.com

کچھ لوگ "أسری بعبده" سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ نے محمد ﷺ کو معراج روحانی طور پر کرائی تھی، ان کا یہ استدلال غلط ہے اور ان کی یہ سوچ بعید از قیاس ہے، کیوں کہ اللہ نے متعدد جگہوں پر لفظ أسری کو استعمال کیا ہے، ہر جگہ اللہ نے أسری کو جسمانی معنی کے طور پر بیان کیا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: "فأسر بأهلك بقطع من الليل" (۱)، "ولقد أوحينا إلى موسى أن أسر بعبادي"(۲)، "فأسر بعبادي ليلا إنكم متبعون"۔ (۳)

ان تمام آیتوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کو معراج جسمانی طور پر کرائی گئی تھی، کیونکہ اللہ نے ان آیتوں میں لفظ "أسری" کا استعمال کیا ہے اور اللہ نے ان نبیوں کو صرف روحانی طور پر وہاں سے نکلنے کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ جسمانی طور پر اس جگہ سے نکلنے کا حکم دیا تھا تو ایک جگہ لفظ "أسری" کو صرف روحانی طور پر نکلنے کے معنی میں لینا اور دوسری جگہ اسی لفظ کو جسمانی معنی میں استعمال کرنا کہاں کا انصاف ہے، اللہ نے اپنے بندے محمد ﷺ کو معراج جسمانی طور پر کرائی تھی۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"المعراج حق وقد أسري بالنبي ﷺ وعرج بشخصه في اليقظة إلى السماء ثم إلى حيث شاء الله من العلا وأكرمه الله بما شاء وأوحى إليه ما أوحى ماكذب الفؤاد ما رأى"۔ (۴)

معراج برحق ہے نبی ﷺ کو معراج جسمانی طور پر بیداری کی حالت میں کرائی گئی اور آسمان تک بلکہ وہاں سے اوپر جہاں تک اللہ نے چاہا آپ کو لے جایا گیا اور اللہ نے حسب منشا آپ کی تکریم کی اور جو کچھ اس نے چاہا آپ کی طرف وحی کی۔

اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ نے سورہ اسراء میں واقعۂ معراج کو بیان کرنے سے پہلے اپنی پاکیزگی بیان کی ہے، اس اسلوب کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات بڑی اہم ہے، اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی چیزیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کے بیان کرنے سے پہلے اللہ بطور احسان اور بطور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے، پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو پھر کفار اس طرح جلدی سے آپ کی تکذیب نہ کرتے۔ (۵) اس کی ایک قوی دلیل اللہ کا یہ قول ہے: ﴿وما جعلنا الرؤيا التي أريناك إلا فتنة للناس﴾ (۶) اور جو رؤیا (عینی رؤیت) ہم نے آپ کو دکھائی تھی وہ

---

(۱) سورہ ہود، آیت: ۸۱۔ (۲) سورہ طہ، آیت: ۷۷۔
(۳) سورہ دخان، آیت: ۲۳۔ (۴) شرح العقیدۃ الطحاویۃ ص: ۲۲۳۔
(۵) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) ج ۴، ص: ۱۱۴، سورۃ الاسراء آیت: ۱۔
(۶) سورۃ الاسراء آیت: ۶۰۔

AslibookStore.com

لوگوں کے لیے صاف آزمائش تھی۔(۱)

بخاری میں اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے: "هي رؤيا عين أريها رسول الله ﷺ ليلة أسري به". (۲)

یہ آیت اور حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جب واقعۂ معراج کی خبر بعض کمزور ایمان مسلمانوں کو ہوئی تو وہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہوگئے اور اسی واقعہ کو سن کر پختہ ایمان لوگوں کے ایمان میں اور اضافہ ہوگیا، اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کے لیے کون سی ایسی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان کیا جاتا۔ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ''صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے اس رؤیا کی تفسیر عینی رؤیت سے کی ہے اور مراد اس سے معراج کا واقعہ ہے جو بہت سے کمزور ایمان لوگوں کے لیے فتنے کا باعث بن گیا اور وہ مرتد ہوگئے۔(۳)

بہت سے لوگوں نے رؤیا کو خواب کے معنی میں لیا ہے، ان لوگوں کا رؤیا کو صرف خواب کے معنی میں لینا درست نہیں ہے، کیونکہ ایک عربی شاعر متنبّی نے رؤیا کو آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں لیا ہے:

"ورؤياك أحلى في العيون من الغمض" اور تیرا دیکھنا نہ دیکھنے سے آنکھوں کے لیے شیریں تر ہے۔

نیز اللہ نے کہا: ﴿ما زاغ البصر وما طغىٰ﴾ (۴) نہ نگاہ بہکی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔

اس آیت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی معراج جسمانی ہوئی تھی، اس لیے کہ نگاہ یہ انسان کی ذات کا ایک جز ہے اور دیکھنا یہ انسان کی صفت اور اس کا لاینفک جز ہے، اگر یہ دیکھنا اس سے جدا ہوجائے تو آدمی اندھا شمار کیا جائے گا، لہذا ما زاغ البصر وما طغىٰ یہ آیت اس بات کی بین دلیل ہے کہ جسمانی طور پر آپ ﷺ وہاں موجود تھے، ورنہ اندھے آدمی یا روح کے لیے یہ جملہ استعمال کرنا چہ معنی دارد!

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ: ''نبی ﷺ کی نگاہیں دائیں بائیں ہوئیں اور نہ اس حد سے بلند اور متجاوز ہوئیں جو آپ کے لیے مقرر کردی گئی تھی''۔(۵)

آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اسراء ومعراج جسمانی تھا جیسا کہ حافظ صلاح الدین یوسف کے بقول صحابہ وتابعین کا بھی معناً یہی موقف ہے۔

بعض لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب اقوال سے استدلال کرتے

---

(۱) مولانا محمد جوناگڑھی۔
(۲) بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۱۶، سورۃ الاسراء۔
(۳) أحسن البیان، آیت: ۶۰، سورۃ الاسراء۔
(۴) سورۃ النجم، آیت: ۱۷۔
(۵) أحسن البیان سورۃ النجم آیت: ۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

ہوئے واقعہ معراج کو روحانی مشاہدہ قرار دیتے ہیں۔

یہ دونوں اقوال درج ذیل ہیں:

"قال يعقوب بن عيينة ان معاوية بن أبي سفيان كان إذا سئل عن مسرى رسول الله ﷺ قال: كانت رؤيا من الله صادقة". (۱) یعقوب بن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ کی معراج کی بابت سوال کیا جاتا تو وہ فرماتے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔

"عن محمد (بن اسحاق) قال حدثني بعض آل أبي بكر أن عائشة كانت تقول: ما فقد جسد رسول الله ﷺ ولكن الله أسرىٰ بروحه" (۲) محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض آل ابی بکر نے کہا، حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ کا جسم مبارک مفقود نہیں ہوا، لیکن اللہ آپ کی روح کو لے جایا گیا۔

پہلی روایت منقطع ہے یعقوب بن عیینہ کی حضرت معاویہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں اور دوسری روایت میں بعض آل ابی بکر مجہول ہیں، آل ابی بکر کا کون شخص ہے؟ اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں، اس لیے سند کے اعتبار سے یہ دونوں قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔

نیز تفسیر قرطبی میں ہے: "وقد اعترض قول عائشة ومعاوية بأنها كانت صغيرة لم تشاهد ولا حدثت عن النبي ﷺ وأما معاوية كان كافرا في ذلك الوقت غير مشاهد للحال ولم يحدث عن النبي ﷺ". (۳) حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ کے قول پر اعتراض کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ تو اس وقت بالکل بچی تھیں، انھوں نے تو اس کا مشاہدہ ہی نہیں کیا اور نہ یہ بات انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے، اسی طرح حضرت معاویہ اس وقت کافر تھے، وہ بھی اس وقت کے حالات کا مشاہدہ کرنے والے نہ تھے اور نہ یہ بات انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کی ہے۔

لہذا حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب قول سے یہ استدلال کرنا کہ آپ کو معراج روحانی طور پر کرائی گئی تھی کسی بھی ناحیے سے درست نہیں ہے۔

آپ ﷺ جب معراج سے واپس آئے اور مکہ میں صبح کی اور معراج کے واقعہ کو بیان کیا تو بہت سارے مکذبین

---

(۱) تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۶، ۱۵، ص: ۲۱، سورۃ اسراء۔

(۲) تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۶، ۱۵، ص: ۲۱، سورہ اسراء۔

(۳) تفسیر قرطبی ج ۵ ص: ۱۳۶، سورہ اسراء آیت: ۱۔

AslibeSunnet.com

نے آپ کی تکذیب کردی، اس وقت کفار نے آپ سے مختلف سوالات کیے اور آپ ان کو جواب دیتے رہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: "لقد رأيتني في الحجر وقريش تسألني عن مسراي فسألني عن أشياء من بيت المقدس ثم أثبتها فكربت كُربة ما كربت مثله قط – قال – فرفعه الله لي أنظر إليه ما يسألوني عن شيء" (۱) میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں حجر میں ہوں اور قریش مجھ سے میرے سیر معراج کے بارے میں سوالات کررہے ہیں، انھوں نے بیت المقدس کے بارے میں مجھ سے بہت سی ایسی چیزیں پوچھیں جنھیں میں اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکا تھا، تو میں اتنا پریشان ہوا کہ اتنا پریشان اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا، پس اللہ نے بیت المقدس اٹھا کر اسی طرح میرے سامنے کردیا کہ میں اسے دیکھنے لگا، پھر انھوں نے اس کی بابت جو بھی سوال مجھ سے کیا میں ان کو اس کی بابت بتلاتا رہا۔

یہ حدیث بھی بالکل صاف طور پر اس بات پر دال ہے کہ اسراء ومعراج جسمانی ہوا تھا، کیونکہ نبی ﷺ خود کہہ رہے ہیں کہ کفار نے مجھ سے بیت المقدس کے بارے میں کچھ ایسی چیزیں پوچھیں جنھیں میں اچھی طرح سے یاد نہیں رکھ سکا تھا اور کفار کے ان سوالوں نے مجھے پریشانی میں ڈال دیا، لہذا اگر یہ جسمانی نہ ہوتا تو کفار اس طرح کے بیکار سوال اس شخص سے کبھی نہ پوچھتے جو وہاں گیا ہی نہ ہو اور آپ ﷺ صاف طور سے کہہ دیتے کہ تم لوگ مجھ سے کیوں ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرتے ہو جس کو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

اسراء ومعراج کے بارے میں حق اور راجح بات یہی ہے کہ اسراء ومعراج کا سارا واقعہ جسم اور روح کے ساتھ پیش آیا، اسی بات پر آیت قرآنی آیات اور صحیح ومعتبر روایات دلالت کرتی ہیں۔

اخیر میں اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور حق کی تلاش میں ہماری مدد کرے، آمین۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، آمين، تقبل يا رب العالمين، والصلاة والسلام على النبي الكريم ﷺ.

☆☆☆

(۱) مسلم باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال، حدیث نمبر: ۱۷۲۔

AsliAhleSunnet.com

مسئلۂ آشکار

شکرانے کی نماز: ایک تحقیقی جائزہ

طارق انور بن ابوشمع
فضیلت سال اول

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على من أرشدنا نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وعلى آله وأصحابه الطيبين، أمابعد:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم.

﴿ولقد آتينا لقمان الحكمة أن اشكر لله ومن يشكر فإنما يشكر لنفسه﴾ (سورہ لقمان:۱۲)

قارئین کرام! اللہ تعالی نے تمام بنی نوع انسان کو اس کرۂ ارض پر بسایا، ساتھ ہی ان کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے اور کفر وضلالت کے عمیق گار سے نکالنے کے لیے بے شمار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا، تاکہ چرند وپرند کی طرح بھٹکتے ہوئے انسانوں کو صحیح پلیٹ فارم پر لا کھڑا کرے، چنانچہ رب ذوالمنن نے بنی نوع انسان کی تخلیق کا مقصد اور منشأ کو بتلاتے ہوئے فرمایا: ﴿وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون﴾ (سورۃ الذاریات:۵۶)

چنانچہ انھیں کے متعلق مختلف ظروف وحالات اور کوائف کے پیش نظر اسلام نے بہت ساری عبادتیں وضع کی ہیں، انھیں میں سے ایک عبادت نماز ہے، جو اپنی عظمت وشان کے لحاظ سے تمام عبادتوں میں رأس العبادات کا مقام رکھتی ہے اور دین اسلام کا ایک عظیم ترین شعار بھی ہے، جس کے ذریعہ ایک مومن کا ربط وتعلق اللہ تعالی سے استوار ہوتا ہے، اور اللہ کی تائید ونصرت حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فاذكرونى أذكركم واشكروا لي ولا تكفرون﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۵۲)

قارئین کرام! ایمان کے دو حصے ہیں: اول شکر اور دوسرا صبر، یعنی جب اللہ کی طرف سے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ اس پر اس کا شکر ادا کرے، اور جب کوئی آزمائش یا مصیبت نازل ہو تو وہ اس پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: عجبا لأمر المؤمن إن أمره كله له خير وليس ذلك لأحد إلا للمؤمن إن أصابته سراء شكر فكان خيرا له وإن أصابه ضراء صبر فكان خيرا له. (۱) مومن کا معاملہ بڑا عجیب

(۱) صحیح مسلم، ص:۱۲۹۵، حدیث نمبر:۲۹۹۹۔

ہے اور اس کا ہر معاملہ یقیناً اس کے لیے خیر کا باعث ہوتا ہے، اور یہ خوبی سوائے مومن کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوتی، اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ شکر ادا کرتا ہے، لہذا اس کے لیے وہ خیر کا باعث بن جاتا ہے، اور اگر اسے کوئی غم پہنچتا ہے اور وہ صبر کرتا ہے تو وہ بھی اس کے لیے باعث خیر بن جاتا ہے۔

شکر کی لغوی واصطلاحی تعریف:

ابن منظور رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شکر "شكر يشكر شكرا" سے مشتق ہے، باب "نصر" سے جس کا معنی ہے شکریہ ادا کرنا، سپاس کرنا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے: "الاعتراف بالمعروف المسدى إليك ونشره والثناء على فاعله". (۱) "اچھائی کا اعتراف کرنا اور احسان مند ہونا اور اس احسان کرنے والے کی تعریف کرنا"۔

اصطلاحی تعریف: علامہ ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شکر یہ ہے کہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا اثر بندے کی زبان پر ظاہر ہو وہ اس کی تعریف کرے اور اس کا ثنا خواں ہو، اور دل پر بھی ظاہر ہو کہ اس میں محسن حقیقی کے لیے محبت پیدا ہو، اور اس کے تمام اعضائے بدن پر بھی ظاہر ہو کہ وہ انھیں اللہ تعالی کے سامنے ہی جھکائے اور ان کے ذریعہ اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔ (۲)

شکر کسے کہتے ہیں:

شکر سے مراد یہاں احسانات اور نعمتوں کا دل اور زبان سے اعتراف کرنا اور احسان مند ہونا ہے۔ اور اس میں احسان کرنے والے کی تعریف اور اس کی اطاعت بھی شامل ہے۔

شکر کیسے ادا ہوتا ہے، شکر تین چیزوں سے ادا ہوتا ہے:

(۱) زبان (۲) سجدہ (۳) نماز

(۱) زبان سے شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اللہ تعالی کی تعریف بیان کرے، جیسا کہ نبی ﷺ مختلف نعمتوں سے استفادہ کے بعد اللہ تعالی کے لیے تعریفی کلمات پڑھتے تھے جس سے آپ کا مقصود ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا ہوتا ہے، مثلا جب آپ کھانے سے فارغ ہوتے تو: "الحمد لله الذى أطعمني هذا ورزقنيه من غير حول مني ولا قوة" پڑھتے تھے۔ (۳)

---

(۱) موسوعۃ الفقہیہ ج ۲۶ ص ۱۷۳، لسان العرب ج ۲ ص ۲۴۴۔

(۲) مدارج السالکین ج ۲ ص ۲۴۴۔

(۲) سنن ابن ماجہ للالبانی رحمہ اللہ، باب مایقال إذا فرغ من الطعام ح: ۳۲۸۵، البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

(۲) سجدہ کے ذریعہ شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنی گم شدہ چیزوں کو پالے یا اس جیسی کوئی اور نعمت حاصل ہو جائے جیسے کسی کی منظوری آجائے یا کسی کو کسی ظالم کے ظلم یا کسی مصیبت سے چھٹکارا ملے تو اس وقت انسان بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر رب العالمین کا شکریہ بجالاتا ہے، مثلاً آنحضرت ﷺ کو کسی چیز کی خوشخبری دی جاتی تو آپ فوراً سجدہ میں گر پڑتے تھے، بطور دلیل یہ روایت ملاحظہ ہو: "عن أبي بكرة عن النبي ﷺ أنه كان إذا جاء ه أمر مسرور أو بشر به خر ساجدا شكرا لله" (۱) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو جب کوئی خوشخبری ملتی یا کسی چیز کی بشارت دی جاتی تو آپ اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے سجدہ میں گر پڑتے۔

اس کی مزید توضیح اس حدیث سے ہو جاتی ہے کہ جب کعب بن مالک اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی توبہ قبول ہوئی تو وہ لوگ فوراً سجدہ میں گر گئے۔ (۲)

(۳) نماز۔ نماز سے میری مراد یہاں شکرانے کی نماز ہے۔

قارئین! آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر عبادت توقیفی ہوتی ہے اور عبادت میں اصل حرمت ہے تا آں کہ حلال ہونے کی دلیل آجائے، چنانچہ شکرانے کی یہ نماز بھی ایک ایسی عبادت ہے جو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، لیکن ہمیں اب تک مسلسل جاں فشانی و کد و کاوش اور بغور تلاش و جستجو کے بعد صرف چار حدیثیں ملی ہیں، جن میں سے دو حدیثیں صریح ہیں، اور دو غیر صریح روایتیں جن کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے:

(۱) پہلی حدیث جس سے بعض لوگوں نے شکرانے کی نماز کے جائز ہونے کی دلیل پکڑی ہے، وہ یوں ہے: "وعن عبد الله بن أبي أوفى أن رسول الله ﷺ صلى يوم بشر برأس أبي جهل ركعتين". (۳)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کو جس دن ابوجہل کے سر کے کٹ جانے کی خوشخبری دی گئی تو آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

حکم حدیث: علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ (دیکھئے سنن ابن ماجہ للألبانی ح ۱۳۹۱)

وجہ ضعف: یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک راویہ شعثاء بنت عبداللہ الاسدیہ ہیں جو کہ مجہول ہیں، ان کے سلسلے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لا تعرف" (۴)

---

(۱) سنن أبي داود للالبانی، کتاب الجہاد، باب فی سجود الشکر، ح: ۲۷۷۴، وصححہ الالبانی رحمہ اللہ۔
(۲) صحیح مسلم، کتاب التوبہ ح: ۲۷۶۹۔
(۳) سنن ابن ماجہ للالبانی، باب صلاۃ الشکر ح: ۱۳۹۱، البانی رحمہ اللہ حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔
(۴) تقریب التہذیب، ص ۱۳۵۹، تراجم نمبر: ۷۸۱۵۔

نیز شیخ شعیب ارنؤوط اور حافظ زبیر علی زئی رحمہما اللہ اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے اور اس قدر ضعیف حدیث سے شکرانے کی نماز کے جواز پر استدلال کرنا بالکل صحیح نہیں ہے۔

(۲) دوسری حدیث یوں ہے: عن كعب بن عجرة أن رسول الله ﷺ أمر كعب بن مالك حين تيب عليه وعلى أصحابه أن يصلي ركعتين أو سجدتين۔ (۱)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب کعب بن مالک اور ان کے اصحاب کی توبہ قبول ہوئی تو آپ ﷺ نے کعب بن مالک کو حکم دیا کہ دو رکعت نماز پڑھیں یا دو سجدہ کریں۔

حکم حدیث: یہ حدیث منکر ہے۔

اس حدیث میں تین علتیں ہیں:

(۱) پہلی علت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسحاق بن کعب ہے جو کہ مجہول الحال ہے۔ (۲)

(۲) دوسری علت یہ ہے کہ اس میں ایک اور راوی زکریا بن ابی کنانہ ہے جو کہ مجہول ہے۔ (۳)

(۳) تیسری علت یہ ہے کہ اس میں یحییٰ بن مثنی ایک راوی ہے جو صحیح نہیں ہے، کیوں کہ خود امام عقیلی رحمہ اللہ اس کی جرح نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حديثه غير محفوظ لايعرف بالنقل". (۴)

دو غیر صریح روایتیں جن سے بعض لوگ شکرانے کی نماز کے جائز ہونے پر استدلال کرتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عن عمرو بن مرة قال سمعت عبد الرحمن بن أبي ليلى يقول ما حدثنا أحد أنه رأى النبي ﷺ يصلي الضحى غيرأم هاني فإنها قالت: إن النبي ﷺ دخل بيتها يوم فتح مكة فاغتسل وصلى ثمان ركعات فلم أر صلاة قط أخف منها غير أنه يتم الركوع والسجود". (۵)

ترجمہ: حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے

---

(۱) مستدرک حاکم علی الصحیحین ج ۴، ص ۵۵۰، ح: ۵۹۱۸۔

(۲) تقریب التہذیب، رجال نمبر: ۳۸۰۔

(۳) تہذیب الکمال ج ۲، ص: ۴۷۰، رجال: ۳۷۹۱۔

(۴) الضعفاء الکبیر، ج ۴، ص: ۴۳۲۔

(۵) صحیح البخاری، باب صلاۃ الضحی فی السفر، ح: ۱۱۷۶۔

AsliAhleSunnet.com

سنا، وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے سوا کسی (صحابی) نے یہ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا ہے، صرف ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ فتح مکہ کے دن آپ ان کے گھر تشریف لائے، آپ نے غسل کیا اور پھر آٹھ رکعات (چاشت کی) نماز پڑھی کہ میں نے ایسی ہلکی پھلکی نماز کبھی نہیں دیکھی، البتہ آپ رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کرتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ شکرانے کی نماز نہیں تھی جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر جو نماز پڑھی تھی وہ شکرانے کے طور پر نہ تھی بلکہ وہ چاشت کی نماز تھی جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تبویب سے واضح ہے: "باب صلاة الضحى في السفر".

جس سے معلوم ہوتا کہ یہ چاشت کی نماز تھی، اس کی مزید توثیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ راوی حدیث ام ہانی رضی اللہ عنہا اور شارح بخاری داؤد راز رحمہ اللہ دونوں خود فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی جس نماز کا ذکر ہے، وہ چاشت کی نماز تھی، البتہ شارحین نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض نے اسے شکرانے کی نماز قرار دیا ہے، مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ چاشت کی نماز تھی، کیونکہ ابوداود میں بھی وضاحت موجود ہے کہ "صلى سبحة الضحى"(۱) یعنی آپ نے چاشت کی نفل نماز ادا فرمایا اور مسلم نے کتاب الطہارۃ میں نقل فرمایا: "ثم صلى ثمان ركعات سبحة الضحى" یعنی پھر آپ ﷺ نے چاشت کی نماز آٹھ رکعت ادا فرمائی، اور تمہید لابن عبدالبر میں ہے کہ: "قالت قدم عليه السلام مكة فصلى ثمان ركعات فقلت ما هذه الصلاة قال هذه صلاة الضحى".

حضرت اُم ہانی فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ مکہ تشریف لائے، آپ نے آٹھ رکعات ادا کی، میں نے پوچھا کہ یہ کیسی نماز ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ ضحیٰ کی نماز ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے دلیل پکڑا ہے کہ صلاۃ الضحی کا مسنون طریقہ آٹھ رکعت ادا کرنا ہے۔(۲)

(۲) دوسری حدیث: بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ شکرانے کی نماز جس حدیث سے ثابت ہے، وہ یوں ہے: عن عبد الرحمن بن عوف قال كان لا يفارق النبي ﷺ، أوباب النبى ﷺ خمسة أو أربعة من أصحابه، فخرج ذات يوم، فاتبعته، فدخل حائطا من حيطان الأسواف، فصلى، فأطال السجود فقلت: قبض الله روح رسوله ﷺ لا أراه أبدا، فحزنت وبكيت، فرفع رأسه، فدعاني

(۱) سنن أبي داود، كتاب التطوع، باب صلاة الضحى، ص:۱۹۲، ح:۱۲۹۰۔

(۲) ترجمہ شرح البخاری، از: داؤد راز، ج۱ ص۲۷۳۔

AsliAhleSunnet.com

فقال: ما الذي بك؟ أو ما الذي أرى بك؟ قلت: يا رسول الله أطلت السجود، فقلت: قد قبض الله رسوله لا أراه أبدا، فحزنت وبكيت، قال: سجدت هذه السجدة شكرا لربي فيما أبلاني في أمتي "أنه قال: من صلى عليك منهم صلاة كتبت له عشر حسنات". (۱)

اس حدیث کے اندر ایک جگہ جولفظ فصلی ذکر کیا گیا ہے وہی محل استشہاد ہے، اور اس حدیث میں لفظ صلی کو روایت کرنے والے راوی موسی بن عبیدہ الزبدی ہیں جو کہ ضعیف ہیں، کیوں کہ خود امام ہیثمی رحمہ اللہ اپنی کتاب مجمع الزوائد ومنبع الفوائد میں صلاۃ الشکر کا باب باندھ کر نیچے بتا رہے ہیں: "قال رواه البزار وفيه موسى بن عبيدة وهو ضعيف وله حديث في سجود الشكر". (۲)

اسی طرح حافظ نے بھی موسی بن عبیدہ الزبدی کو ضعیف کہا ہے۔(۳)

رہی بات علامہ البانی رحمہ اللہ کی جنھوں نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو یہ حدیث تو صحیح ہے، لیکن اس حدیث میں جو لفظ فصلی ہے، یہ ٹکڑا زائد ہے، اور اس کو روایت کرنے والا راوی ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ رحمہ اللہ نے تقریب میں کہا ہے۔

اس کی مزید توثیق مندرجہ ذیل روایتوں سے ہوتی ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب مسند احمد میں اس روایت کو ذکر کیا ہے جو کہ لفظ فصلی سے خالی ہے، مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایت تین چار طرق سے آئی ہے، لیکن کسی میں بھی لفظ فصلی نہیں ہے، اور نہ ہی کسی شیخ نے اس سے اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور نہ کسی راوی نے اس لفظ کے ساتھ متابعت کی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ لفظ فصلی کو روایت کرنے میں موسی بن عبید منفرد ہیں اور یہی روایت دوسرے طریق سے غیر متصل ہے۔(۴)

جیسا کہ امام بزار رحمہ اللہ اپنی کتاب کشف الاستار میں رقمطراز ہیں کہ موسی بن عبیدہ الزبدی اس لفظ کو روایت کرنے میں منفرد اور دوسرے طریق سے یہ روایت غیر متصل ہے۔(۵)

---

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، باب صلاۃ الشکر ح:۳۶۸۱۔ اسی لفظ کے ساتھ یہ حدیث مسند ابویعلی میں بھی ہے، ص۱۶۵ ج ۲، ح:۸۵۸، حسین سلیم الدارانی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، نیز فضل الصلاۃ علی النبی ج ۷، ص:۲۵، میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو حسن کہا ہے، لیکن یہ محل نظر ہے، کیونکہ خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے موسی بن عبیدہ کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے ارواء الغلیل ج ۲، ص:۲۲۸۔

(۲) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۲، ص:۴۷۲، باب صلاۃ الشکر۔

(۳) تقریب التھذیب، تراجم نمبر:۶۹۸۹۔ (۴) مسند احمد، ج ۳، ص:۲۰۱، ح:۱۶۶۴۔

(۵) کشف الأستار عن زوائد البزار، ج ۱، ص:۳۵۸۔

AsliAhleSunnet.com

اسی طریقے سے امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب ''مستدرک حاکم علی الصحیحین'' میں لفظ فصلی کے بغیر ذکر کیا ہے، اور اس میں بھی سجدۂ شکر ہی کی بات ہے، جیسا کہ امام حاکم رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ولا أعلم في سجدة الشكر أصح من هذا الحديث". (۱)

اسی طرح امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب السنن الکبری میں اس روایت کو ذکر کیا ہے، لیکن اس میں بھی لفظ فصلی نہیں ہے۔(۲)

لہذا ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ لفظ فصلی کو روایت کرنے میں موسی بن عبیدہ الزبدی منفرد ہے نیز یہ راوی ضعیف ہے، اس لیے اس سے شکرانے کی نماز کے جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

جہاں تک حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بات ہے کہ وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے شکرانے کی نماز کو مشروع قرار دیتے ہیں، وہ حدیث یوں ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، اسی دوران رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ میں نے کہا: یہ فلاں عورت ہے، جو رات کو نہیں سوتی اور یہ اپنی نماز کا تذکرہ کر رہی تھی، آپ نے فرمایا: "خذوا من الأعمال ما تطيقون، فإن الله لا يمل حتى تملوا". (۳)

ترجمہ: تم اپنی طاقت کے مطابق ہی عمل کرو جتنا تمھاری طاقت میں ہو کیونکہ اللہ تعالی نہیں اکتاتا یہاں تک کہ تم خود اکتا جاؤ''۔

علامہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "فيه مشروعية الصلاة الشكر". (۴)

لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اس حدیث میں جو بات کہی گئی ہے، وہ ان مشروع اور ثابت شدہ عبادتوں کے سلسلے میں ہے جو نبی کریم اور صحابہ و تابعین عظام اور تبع تابعین اور محدثین کرام سے ثابت ہے، نا کہ ان اعمال کے بارے میں ہے جو غیر مشروع ہیں۔

لہذا اس حدیث سے شکرانے کی نماز کا استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس مذکورہ میں نفل نماز کی بات ہے، اس

---

(۱) مستدرک حاکم علی الصحیحین ج۱، ح:۸۴۱۔ (۲) السنن الکبری للبیہقی ج۳، ح:۴۰۴۱۔
(۳) صحیح البخاری ح:۱۹۷۰، صحیح ابن حبان ج۶، ح:۲۵۸۶۔
(۴) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۳، کتاب التہجد، باب قیام النبی ﷺ اللیل، ح:۱۱۳۰۔

AsliAhleSunnet.com

سے یہ بات اور عیاں وبیاں ہوجاتی ہے کہ یہ قیام اللیل کے سلسلے میں ہے، اس لیے اس سے شکرانے کی نماز کا استدلال کرنا بالکل ہی صحیح نہیں ہے۔

صلاۃ شکر مشروع ہے یا نہیں اس سلسلے میں ہم یہاں چند علماء ومحدثین کرام کے مزید اقوال کا تذکرہ کریں گے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) وقال الشيخ ابن باز لا أعلم أنه ورد شيء في صلاة الشكر وإنما الوارد في سجود الشكر". (۱)

ترجمہ: شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ صلاۃ شکر کے سلسلے میں کچھ بیان ہوا ہے، اور جو بیان آیا ہے وہ سجدۂ شکر کے تعلق سے ہے۔

(۲) اسی طرح شیخ عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سنت کے اندر کوئی ایسی نماز نہیں پاتا ہوں کہ جس کو صلاۃ شکر کہا جاتا ہے، لیکن اس میں سجدۂ شکر کا ذکر پاتا ہوں، جسے سجدۂ شکر کہا جاتا ہے۔ (۲)

خلاصۂ کلام: ان تمام حدیثوں اور علما ومحدثین کرام کے اقوال کو بنظر غائر دیکھتے ہوئے اکثر جمہور علماء اس کے عدم مشروعیت کی طرف گئے ہیں۔

قارئین کرام! مذکورہ تفاصیل سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ اس کی کوئی اصل بنیاد نہیں ہے، یہ ایک بدعت نو ایجاد شدہ چیز ہے، کیونکہ شکرانے کے طور پر نماز پڑھنا نہ نبی اکرم سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام اور سلف صالحین اور نہ ہی علماء کرام ومفتیان عظام اور ائمہ حدیث کے عمل سے ثابت ہے، بلکہ اس کے برعکس صحابہ کرام اور اسلاف کرام سے اس کی نکیر ثابت ہے، اور نہ ہی شریعت میں اس کا کوئی تصور ہے اور جن دلائل سے بعض لوگوں نے سہارا لیا ہے وہ بے بنیاد کمزور اور ضعیف ہیں۔

اخیر میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالی ہم تمام مسلمانوں کو تحقیق وتفتیش وریسرچ کر کے ان کا قلع قمع کرنے کے لیے جوہر علم وفن سے آراستہ وپیراستہ کرے نیز ژرف نگاہی کے ساتھ رموز شناسی سے مالا مال کرے اور کتاب وسنت کی صحیح سمجھ عطا کرے، آمین۔

☆☆

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه.

---

(۱) مجمع الفتاوی لابن باز رحمہ اللہ، باب الوارد سجود الشکر ولیس صلاۃ الشکر، ج ۱۱، ص ۴۲۴۔

(۲) فتاوی نور علی الدرب ج ۶، ص: ۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

معاشرت

تجھے آبا سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار تو ثابت وہ سیارہ

AsliAhleSunnet.com

عرفان اقدار

باہمی تعامل میں مناصب ومراتب کی رعایت

عبدالالہ رضوان محمد رضوان
فضیلت سال اول

اس دنیا میں لوگوں کے مناصب ومراتب مختلف ہوتے ہیں۔ ہر شخص کو اللہ تعالی کوئی نہ کوئی خوبی اور خصوصیت سے نوازتا ہے، جس سے وہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے، ہم میں سے بعض کو اللہ تعالی نے مال ودولت سے نوازا ہے، بعض کو جاہ ومنزلت ودیعت کی ہے اور بعض کو علم وفضل کے نور سے منور کیا ہے، تو بعض کو جہالت ولاعلمی اور فقیری محتاجگی سے دوچار کیا ہے۔ اللہ رب العالمین قرآن مجید کے اندر ارشاد فرماتا ہے: ﴿هو الذي جعلكم خلئف الأرض ورفع بعضكم فوق بعض درجات ليبلوكم﴾ (سورۃ الانعام: ۱۶۵) (اللہ) وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تا کہ تم کو آزمائے، ان چیزوں میں جو تم کو دی ہے۔ (جونا گڑھی)

یہ بات مسلم ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اور فطرتا دوسرے انسانوں کی طرف مائل، ان کا محتاج اور ان کے تعاون کا خواستگار ہوتا ہے، کوئی انسان اس دنیا میں تنہا زندگی نہیں بسر کرسکتا، بلکہ قدم قدم پر اسے دوسرے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یوں تو فطری طور پر لوگ بعض اشیا کو پسند وناپسند کرنے میں یکساں ہوتے ہیں، یہ امر بھی انسانی طبیعتوں اور مناصب ومراتب کا لازمہ ہے کہ بعض لوگ اگر کسی چیز کو پسند کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں تو بعض افراد اسی چیز کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کے وجود کو گراں سمجھتے ہیں۔ مثال کے طور پر تقریبا سبھی لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ان سے ملنے والا خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملے۔ تیور چڑھے، غصے میں تلملائے اور اداس چہروں کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ دوسری جانب بعض افراد ہنسی مذاق اور کھیل کود پسند کرتے ہیں اور طنز ومزاح کے عادی ہوتے ہیں۔ ایک آدمی چاہتا ہے کہ لوگ کثیر تعداد میں اس سے ملنے آئیں اور اسے اپنے یہاں مدعو کریں، جب کہ دوسرا کم آمیز اور تنہائی پسند ہوتا ہے، بعض لوگ بولنا اور باتیں کرنا پسند کرتے ہیں اور بعض خاموشی پسند کرتے ہیں، اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو شخص طبیعت سے میل کھاتا ہے اور ہم آہنگ ہوتا ہے ہر ایک کو اچھا لگتا ہے اور اس کی رفاقت پاکر ہر انسان کو راحت محسوس ہوتی ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم بھی ہر فرد کے ساتھ اس کے طبع ومزاج اور مناصب ومراتب کے موافق ہی اس سے برتاؤ کریں اور ایسا طریقۂ تعامل اپنائیں جس سے اسے سکون حاصل ہو، کیونکہ اللہ رب العالمین فرماتا ہے: ﴿وإذا قلتم

AsliAhleSunnet.com

فاعدلوا﴾ (سورۃ الانعام:۱۵۲) اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو۔ (جونا گڑھی)

اسی طرح ایک دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إذهبا إلى فرعون إنه طغى فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أو يخشى﴾ (سورہ طہ:۴۳-۴۴)

باہمی تعامل میں مناصب ومراتب کی اہمیت پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے اندر ذکر کیا ہے: أن عائشة مرّ بها سائل فأعطته كسرة، ومرّ بها رجل عليه ثياب وهيئة فأقعدته، فأكل، فقيل لها في ذلك، فقالت: قال رسول الله: "أنزلوا الناس منازلهم". (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے ایک سائل گزرا تو انھوں نے اس کو (روٹی کا) ایک ٹکڑا دیا، اور پھر ایک دوسرا آدمی گزرا جو لباس زیب تن کیے ہوئے اور بارعب تھا، تو انھوں نے اس کو بیٹھایا، پھر اس نے کھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو ان کے مقام ومرتبے میں رکھو۔

صاحب عون المعبود علامہ شمس الحق صاحب عظیم آبادی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: "أي عاملوا كل واحد بما يلائم منصبه في الدين والعلم والشرف" (۲) یعنی یہ کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے دین، علم اور شرافت میں منصب کے موافق معاملہ کرو۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ فیض القدیر میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ ہر کسی کا اس کی قدر ومنزلت کے اعتبار سے احترام کرو، اور معاملات میں عمر، دین، علم اور شرف کے مناصب ومراتب کی رعایت کرو، تم غلام اور مالک کو برابر مت کرو اور نہ ہی حاکم اور رعایا کو کیونکہ یہ آپسی بغض وعناد اور دشمنی کا بیج بوتا ہے۔ (۳)

معلوم ہوا کہ آپسی تعامل میں ہر کسی کے ساتھ ایک جیسا طرز عمل نہیں اپنایا جاسکتا بلکہ ہمیں اصحاب علم وفضل کے ساتھ ان کے علم وفضل کے موافق، اصحاب عہدہ ومنصب کے ساتھ ان کے عہدہ اور منصب کے موافق اور معمر لوگوں سے ان

---

(۱) سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی تنزل الناس منازلهم، رقم الحديث: ٤٨٤٢، قال شعيب أرنؤوط رحمه الله في تخريجه له، جزء: ٧ ص: ٢١٠، حديث حسن ان شاء الله، وجزم الحاكم بصحته في علوم الحديث، ص: ٤٩.

(۲) عون المعبود شرح سنن أبي داؤد، ج ٨، ص: ٢١٨.

(۳) فيض القدير ج ٣، ص: ٧٥.

AsliAhleSunnet.com

کی پسند کے اعتبار سے ہی برتاؤ کرنا چاہیے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خود اپنی زبانی ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

اہل علم وفضل کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: "فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب" (۱) یعنی عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسے چاند کی فضیلت چودھویں رات میں تمام ستاروں پر۔

ارباب عہدہ ومنصب اور سلاطین کی برتری کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: "من أكرم سلطان الله أكرمه الله ومن أهان سلطان الله أهانه الله" (۲) یعنی جس نے اللہ کے سلطان کی عزت کی اللہ اس کی عزت کرے گا اور جس نے اللہ کے سلطان کی توہین کی اللہ اس کو رسوا کرے گا۔

بڑے لوگوں کی تعظیم وتوقیر کی طرف رغبت دلاتے ہوئے فرمایا: "من لم يرحم صغيرنا ويعرف حق كبيرنا فليس منا" (۳) جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ جانے، وہ ہم میں سے نہیں۔

اسی طرح ہم جب نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا طرز عمل اصحاب قدر ومنزلت کے ساتھ ان کے مناصب ومراتب کے موافق ہوتا تھا، جیسا کہ آپ ﷺ جب کسی بادشاہ کے پاس خط لکھتے تو اس میں اس کے منصب کو بھی لکھتے، مثلاً: "من محمد إلى عظيم .....", اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبی کو حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو لونڈی بنانے سے روک دیا جب آپ سے ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سیدہ کو دحیہ کے حوالے کر دیا، حالانکہ وہ صرف آپ کے شایان شان ہیں، پھر نبی ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ (۴)

اس سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کے مناصب ومراتب اور طبع ومزاج کے فطری فرق کو آپسی معاملات میں مدنظر رکھتے تھے اور اس کے موافق ہی لوگوں سے برتاؤ کرتے تھے۔

خانگی زندگی میں بھی آپ ﷺ کا طرز تعامل قدر ومنزلت اور طبع ومزاج کے موافق ہوتا تھا، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کشادہ دل اور کھلی طبیعت کی مالک تھیں تو نبی ﷺ ان سے ہنسی مذاق اور لطافت کا اظہار کیا کرتے تھے، جیسا کہ

---

(۱) سنن ترمذي، كتاب العلم، باب ما جاء في فضل الفقه عن العبادة، رقم: ۲٦۸۲ (قال الألباني: صحيح).
(۲) السنة لابن أبي عاصم، رقم: ۱۰۵۸، حديث حسن.
(۳) سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في الرحمة، رقم: ٤٩٤٣، قال الألباني: صحيح.
(٤) الرحيق المختوم، ص: ٦۰۷.

AsliAhleSunnet.com

حضرت عائشہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں: "خرجت مع النبي ﷺ في بعض أسفاره وأنا جارية لم أحمل اللحم ولم أبدن، فقال للناس: تقدموا، فتقدموا، ثم قال لي: تعالى حتى أسابقك، فسابقته، فسبقته، فسكت عني، حتى إذا حملت اللحم وبدنت نسيت، خرجت معه في بعض أسفاره، فقال للناس: تقدموا، فتقدموا، ثم قال: تعالى، حتى أسابقك، فسابقته فسبقني، فجعل يضحك وهو يقول: هذه بتلك" (۱) یعنی میں نبی ﷺ کے ساتھ ان کے بعض سفر میں نکلی، میں نوجوان تھی، موٹی اور بھاری بھرکم جسم والی نہیں ہوئی تھی، تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ بڑھو، چنانچہ لوگ بڑھے، پھر مجھ سے کہا کہ آؤ دوڑ لگاتے ہیں، تو میں نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی اور میں سبقت لے گئی، تو آپ خاموش رہے، یہاں تک کہ جب میں موٹی اور بھاری بھرکم جسم والی ہوگئی، میں بھول گئی، (پھر دوبارہ) میں آپ ﷺ کے ساتھ بعض سفر میں نکلی، تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ تم لوگ بڑھو تو لوگ بڑھے، پھر کہا: آؤ دوڑ لگاتے ہیں، تو میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی، آپ مجھ پر سبقت لے گئے، آپ ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ پہلے والی (دوڑ) کا بدلہ ہے۔

اس کے برعکس ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ ﷺ کا طرز عمل سنجیدہ اور ان کے مزاج کے مطابق تھا، کیونکہ وہ عمر میں آپ سے پندرہ (۱۵) سال بڑی تھیں اور اس وجہ سے بھی کہ عموماً بڑی عمر کی عورت کے مزاج پر متانت اور سنجیدگی کا اثر غالب ہوتا ہے۔

پتہ چلا کہ باہمی تعامل میں وسیع الظرفی کا مظاہرہ کرنا چاہیے، ہر شخص کے ساتھ اس کے عہدہ ومنصب اور اس کی طبیعت ومزاج کے موافق طرز اپنانا چاہیے، ہر شخص کی اس کے موافق تعظیم وتکریم کرنی چاہیے، اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ ارباب مناصب ومراتب کے مقابلہ میں عام لوگوں کو حقیر جانا جائے اور ان سے دوسرے درجہ کا سلوک کیا جائے، بلکہ ان کی بھی ہر ممکن عزت وتکریم کرنی چاہیے اور انھیں بھی ان کے موافق محبت دینی چاہیے، نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ اپنی ایک ران پر اپنے نواسے حسن کو اور دوسری ران پر اپنے غلام زید بن حارثہ کے لڑکے اسامہ کو بیٹھاتے تھے، اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ نبی ﷺ کا طرز تعامل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "خدمت النبي ﷺ عشر سنين فما قال لي أف، ولا لِمَ صنعتَ، ولا ألا صنعت" (۲) یعنی میں نے نبی ﷺ کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھے اف نہیں کہا، اور نہ ہی (یہ کہا کہ) تم نے کیوں کیا، اور نہ ہی (یہ کہا کہ) تم نے نہیں کیا؟

---

(۱) مسند أحمد ج ٤٣، ص: ٢١٣، رقم الحديث: ٢٦٢٧٧، قال شعيب أرنؤوط: اسناده جيد ورجاله ثقات.

(۲) صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء وما يكره من البخل، رقم الحديث: ٦٠٣٨.

AsliAhleSunnet.com

خلاصۂ کلام یہ کہ اس کائنات میں اللہ نے لوگوں کو مختلف مناصب ومراتب کا مالک بنایا ہے، تاکہ دنیا کا نظام جاری وساری رہے، اور ہر کسی سے تعامل کا طریقہ بھی بیان کردیا اور بتایا کہ ہر ایک سے اس کے علم وفضل اور عہدہ ومنصب کے موافق برتاؤ کیا جائے اور ایسا رویہ نہ اپنایا جائے جس سے کسی کی دل شکنی ہو، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه" (۱) یعنی جب تمھارے پاس قوم کا باعزت شخص آئے تو تم اس کی عزت کرو) مگر یہ کہ عزت وتکریم اسلامی حدود کے اندر ہی ہو نہ کہ ان کی تعظیم میں غیر اسلامی حرکتیں انجام دی جائیں، مثلاً تعظیماً جھکا جائے یا استقبال میں کھڑا ہوجایا جائے یا کسی کے مقابلے میں دوسرے کو حقیر جانا جائے، کیونکہ شریعت میں ان اعمال سے سختی سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے سوال کیا "يا رسول الله! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه، أينحنى له؟ (اے اللہ کے رسول ہم میں سے ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے کیا اس کے لیے جھک سکتا ہے؟) تو آپ نے فرمایا: "لا" (۲) (نہیں)۔ اسی طرح اس شخص کو سخت وعید سنائی گئی ہے جو یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے استقبال میں کھڑے ہوجائیں، ارشاد نبوی ہے: "من أحب أن يمثل له الرجال قياما فليتبوأ مقعده من النار" (۳) (جو یہ پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لیے کھڑے ہوجائیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے) کسی کو حقیر جاننے والے شخص کے بارے میں فرمایا: "بحسب امريء من الشر أن يحقر أخاه المسلم" (۴) آدمی کے برا ہونے کے لیے کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر جانے۔

اللہ رب العالمین تمام مسلمانوں کو باہمی تعامل میں ہر ممکن اسلامی احکامات وفرامین پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

(۱) سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب إذا أتاكم كريم قوم فأكرموه، رقم الحديث: ۳۷۱۲، قال الألباني: حسن.
(۲) جامع ترمذي، كتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله، باب ما جاء في المصافحة، رقم: ۲۷۲۸، حديث حسن.
(۳) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك، رقم: ۵۲۲۹، حديث صحيح.
(٤) صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، رقم: ٦٥٤١.

AsliAhleSunnet.com

وبائے جاں ازار

خوف کی تجارت

عبدالقادر محمد منیرالدین
فضیلت سال دوم

ہر دور میں سماج و معاشرے کے اندر ایسے خود غرض عناصر پائے گئے اور پائے جاتے رہے ہیں جو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر، دہشت زدہ اور ہراساں کر کے اپنی جیب گرم کرنے کی فکر کرتے ہیں، بلیک میلنگ کر کے لوگوں کی مجبوریوں سے غلط فائدے اٹھاتے ہیں، طرح طرح کا ڈر دکھا کر مختلف قسم کے کاروبار چلاتے ہیں اور سیکڑوں من چاہے کام نکالتے ہیں۔

بطریق تہدید و تخویف اٹھائے جانے والے یہ فوائد کئی طرح کے ہوتے ہیں، کبھی مذہبی، کبھی جنسی، اور کبھی سیاسی ہوتے ہیں تو کبھی مادی اور اقتصادی۔ کسی شخص کے خوف کا غلط استعمال کر کے اس کا مذہبی، سیاسی، اقتصادی یا کسی اور قسم کے استحصال ہی کو ''خوف کی تجارت'' سے تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ ذیل کی سطور میں کسی کے ذاتی خوف و ہراس یا اسے خوفزدہ اور ہراساں کر کے اس کی مرعوبیت اور سراسیمگی کے غلط استعمال کی چند شکلیں پیش کی گئی ہیں:

بطریق تخویف دین سے منحرف کرنے کی کوشش:

اس جہان میں جب سے دین اسلام کا خورشید نمودار ہوا، اور اپنی نورانی کرنیں بکھیرنا شروع کیا تب سے باطل نے اس کی راہ میں مر مٹنے والوں کو خوفزدہ اور ہراساں کر کے اس سے منحرف کرنے کی انتھک کوششیں کیں، چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے کافروں نے حضرت شعیب اور ان کے متبعین کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے اور کفر کو گلے لگوانے پر انتہائی زور صرف کرتے ہوئے دھمکی دی تھی، اور کہا تھا جو اللہ تعالی نے بیان فرمایا ہے: ﴿قال الملأ الذين استكبروا من قومه لنخرجنك يا شعيب والذين آمنوا معك من قريتنا أو لتعودن في ملتنا قال أو لو كنا كارهين﴾. (۱)

ملاحظہ ہو ان متکبر اور سرکش سرداران قوم کی شرپسندی کہ انھوں نے اہل ایمان و توحید کو اپنے موقف سے ہٹانے کے لیے سب سے مناسب حربہ جسے سمجھا وہ یہی تخویف مجرمانہ اور تہدید ظالمانہ ہے کہ یا تو اپنے آبائی مذہب پر واپس آ جاؤ، نہیں تو ہم تمھیں بستی سے نکال دیں گے۔

---

(۱) الاعراف: ۸۸۔

AsliAhleSunnet.com

شعیب علیہ السلام اوران کی قوم کو ہی نہیں تقریباً تمام انبیا اوران کے متبعین کو اس طرح کے تہدید آمیز چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا، چنانچہ اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿وقال الذين كفروا لرسلهم لنخرجنكم من أرضنا أو لتعودن في ملتنا﴾ (۱) ترجمہ: کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمھیں ملک بدر کردیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ (ترجمہ جوناگڑھی)

فرعون لعین نے حضرت موسی علیہ السلام پر پروانہ وار ایمان لانے والے جادوگروں کو اس کی ربوبیت کا انکار کرنے کے جرم میں دھمکی دی تھی اور کہا تھا: ﴿لأقطعن أيديكم وأرجلكم من خلاف ثم لأصلبنكم أجمعين﴾ (۲) ترجمہ: میں تمھارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا، پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ (ترجمہ جوناگڑھی)

یہ دردناک اور روح فرسا سزا کیوں؟ صرف اس لیے کہ انھوں نے اس کی ربوبیت کا انکار کردیا تھا، گویا اس دھمکی اور تہدید کا مفاد یہ تھا کہ تمھاری جان کی خیر تبھی ہے کہ میری ربوبیت کے آگے سر تسلیم خم کرو۔ مندرجہ بالا تمام آیات وواقعات سے یہ نتیجہ مترشح ہوتا ہے کہ کفار اہل توحید کو خوفزدہ اور مرعوب کرکے اپنا مدعا منوانا چاہتے تھے۔ چنانچہ یہی خوف کی تجارت ہے۔

غلط افواہ اور پروپیگنڈوں کا استعمال:

اسی خوف کا ناپاک کاروبار کفار مکہ نے کیا تھا، چنانچہ ''حمراء الاسد'' اور کہا جاتا ہے کہ بدر صغری کے موقع پر ابوسفیان نے بعض لوگوں کی خدمات مالی معاوضہ دے کر حاصل کیں اوران کے ذریعہ سے مسلمانوں میں یہ افواہیں پھیلائیں کہ مشرکین مکہ لڑائی کے لیے بھرپور تیاری کررہے ہیں، تاکہ یہ سن کر مسلمانوں کے حوصلے پست ہوجائیں۔ بعض روایات کے مطابق شیطان نے یہ کام اپنے چیلے چپاٹوں سے لیا۔ (۳)

اسی تعلق سے اللہ رب العالمین نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إنما ذلكم الشيطان يخوف أولياءه، فلا تخافوهم وخافون إن كنتم مؤمنين﴾ (۴) ترجمہ: یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو۔ (جوناگڑھی)

آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا منحوس اقدام صرف مسلمانوں کو ڈرانے اوران کے حوصلے پست کرنے کے

(۱) ابراہیم: ۱۳۔ (۲) الأعراف: ۱۲۴۔
(۳) تفسیر أحسن البیان ص ۱۹۰۔ (۴) آل عمران: ۱۷۵۔

AsliAhleSunnet.com

لیے کیا گیا تھا۔

آج دشمنان اسلام، اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے دن ورات ایک کررہے ہیں۔ بے شمار ہتھکنڈے اور پروپیگنڈے استعمال کررہے ہیں۔ کبھی تو دہشت گردی کا ہوا کھڑا کر کے مسلمانوں سے منسوب کرتے ہیں، کبھی لو جہاد جیسے بے بنیاد معاملے کو پتنگڑ بنا کر اچھالتے ہیں تو کبھی تشدد اور انتہا پسندی کا الزام عائد کرتے ہیں۔ ان سب کے پیچھے ایک ہی مقصد کارفرما ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو بدنام کر کے اتنا خوفزدہ اور ہراساں کردیا جائے کہ وہ خود تمام دعوتی سرگرمیوں سے برگشتہ اور دل برداشتہ ہوکر بیٹھ جائیں، اور پروپیگنڈہ کی تعریف ہی یہی ہے کہ ''پروپیگنڈہ میڈیا کے ذریعہ غیر جانب دار اور دشمن جماعت کے افراد کے قلوب واذہان اور وجدان وجذبات پر خاص حکمت عملی اور مخصوص ٹکنک کے تحت اثر انداز ہونے کی کوشش ہے''۔(۱) چنانچہ دشمنان اسلام اسے انتہائی نفع بخش تجارت کے طور پر استعمال کررہے ہیں۔

مالی استحصال کا ذریعہ: کڈنیپ:

کڈنیپ بھی جملہ تجارت ہائے خوف میں سے ایک ہے جس میں خوف کا سودا کر کے زبردست منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ کوئی بدقماش انسان کسی مالدار کے پاس دیکھتا ہے کہ خاصی رقم دستیاب ہے، اب اس کے منہ سے رال ٹپکنے لگتی ہے، جب تک اسے ہتھیا نہ لے اس کی نیند حرام ہوجاتی ہے، چنانچہ اسے اغوا کی سبیل سوجھتی ہے، اور اس مالدار شخص کے کسی بچے یا قریبی رشتہ دار کو لے بھاگتا ہے، پھر اس کے گارجین سے بھاری رقم کا مطالبہ کرتا ہے، مطلوبہ رقم نہ ادا کرنے کی صورت میں اغوا شدہ کی جان کا خوف دلاتا ہے، اپنے عزیز کی جان کے لالے پڑتے دیکھ کر بچارہ منہ مانگی رقم ادا کر کے اسے ظالم کے چنگل سے بچالاتا ہے۔ چنانچہ آکسفورڈ اڈوانسڈ لرنرس ڈکشنری میں "Kidnap" کی تعریف یوں کی گئی ہے:

To take sb away illegally and keep them as a prisoners, specially in order to get money or sth else for returning them. (2)

یعنی کسی کو غیر قانونی طور پر لے کر فرار ہونا، اور بندی بنائے رکھنا، بالخصوص انھیں رہا کرنے کی صورت میں پیسے حاصل کرنے کی غرض سے۔ حصول زر کا یہ طریقۂ کار سراسر تخویف وتہدید پر مبنی ہے۔ گویا یہ خوف کی تجارت ہے اور ناجائز

---

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۲۹۷۔

(۲) Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English

AsliAhleSunnet.com

ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾۔ (۱)

بلیک میلنگ:

بلیک میلنگ کا چلن آج پوری دنیا میں عام ہے۔اس کی دوصورتیں ہوتی ہیں: ایک تو یہ کہ کوئی فرد یا جماعت فریق مخالف کے کسی راز سربستہ سے واقف ہوجائے، اب اسے افشائے راز کی دھمکی دے کر، اور بھانڈا پھوڑنے کا خوف دلا کر انگلی پر نچانا شروع کردے اور بھاری رقم کا مطالبہ کرے، یا اپنی مرضی کا کام کرنے پر مجبور کرے۔

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی طاقتور اور غالب فرد یا پارٹی اپنے مخالف کو طرح طرح کی دھمکیاں دے کر مجبور کرکے یا خواہ مخواہ قصوروار و مجرم ٹھہرا کر ایسا کام کرنے پر مجبور کرے جسے وہ کرنا نہیں چاہتا ہے، چنانچہ بلیک میلنگ (Black Mailing) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

Black mail: (1) The crime of demanding money from a person by threating to tell sb else a secret about them.

(2) The act of putting pressure on a person or a group to do sth they do not want to do for example by making threats or by making them feel guity. (2)

ترجمہ: (۱) افشائے راز کی دھمکی دے کر کسی سے پیسے کا مطالبہ کرنا۔

(۲) کسی فرد یا جماعت کو کوئی ناپسند کام کرنے پر مجبور کرنا، مثلا: دھمکی دے کر یا اسے مجرم ٹھہرا کر۔

مذکورہ بالا تعریف سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بلیک میلنگ بھی مخالفین کو محض خوف وہراس کے بل بوتے پر دبانے اور لوٹنے کا ایک ظالمانہ طریقہ ہے، لہذا یہ خوف کی تجارت ہے۔

رہزنی:

کسب مال کا ایک وحشیانہ دھندہ ڈکیتی اور رہزنی کی شکل میں ہے، جس کے ذریعہ کسی بے قصور و بے گناہ کو جان کا خوف دلا کر، سر پر تلوار لہرا کر یا بندوق کی نال دکھا کر منہ مانگی رقم ادا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ وہ بچارہ اپنی جان کے لالے پڑتے دیکھ کر اپنا سب کچھ منٹ بھر میں لٹا دیتا ہے، اور یہ درندہ صفت قزاق لمحوں میں برسوں کی کمائی لے کر چمپت ہوجاتا ہے،

---

(۱) البقرۃ: ۱۸۸۔

(۲) Oxford Advanced Learner's Dictionary of Current English

AsliAhleSunnet.com

جوسراسر تہدید وتخویف کی دین ہے، ایسے لوگوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "من انتهب نهبة فليس منا"(۱) یعنی جوشخص لوٹ کر کوئی چیز حاصل کرے وہ ہم میں سے نہیں، کاش ہمارا معاشرہ ایسے موقع پرستوں کی غلاظت سے پاک ہوجاتا۔

ڈردکھا کر جنسی استحصال:

ڈردکھا کر زر کمانے والوں کی فہرست میں وہ سادھوسنت اور نام نہاد مذہبی رہنما بھی ہیں جو مذہب کا ٹھیکیدار بن کر وحشیانہ طور پر جنسی استحصال کرتے ہیں، یہ غداران قوم سادہ لوح عوام کو رام کرنے کے لیے بری آتماؤں اور ڈراؤنے دیو مالائی قصوں کو عنوان بنا کر خوفزدہ اور ہراساں کرتے ہیں، پھر وہ سب کچھ کرتے ہیں جو عقیدت مندوں کے پردۂ خیال میں بھی نہیں آسکتا، چنانچہ بدنام زمانہ سادھو آسارام کے تعلق سے یہ اقتباس ملاحظہ ہو: ''آسارام کے بارے میں یہ پتہ چلا کہ وہ کنواری لڑکیوں کا عادی شکاری تھا، اور اس کے لیے اس نے اپنا الگ گینگ بنایا ہوا تھا، پہلے اپنے درشن کو آنے والی لڑکیوں میں سے اپنی پسند کی لڑکی کو منتخب کرتا، اس کا گینگ اس لڑکی کے پیچھے لگ جاتا، اور بری آتماؤں سے مکتی دلانے کے نام پر اس لڑکی کو بہلا پھسلا کر شکاری کے جال میں ڈال دیا جاتا''۔(۲)

لڑکیوں کو خوفزدہ کر کے جنسی استحصال کی یہ ایک بدترین مثال ہے، ایسی سیکڑوں مثالوں سے اخبار ومجلات کے صفحات بھرے پڑے ہیں، اور یہ سب خوف کی تجارت ہے۔

شیطان کی تجارت خوف:

اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿الشيطان يعدكم الفقر ويأمركم بالفحشاء﴾ (۳) یعنی شیطان تمھیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے۔(ترجمہ جوناگڑھی)

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''یعنی بھلے کام میں مال خرچ کرنا ہو تو شیطان ڈراتا ہے کہ مفلس اور قلاش ہوجاؤ گے، لیکن برے کام پر خرچ کرنا ہو تو ایسے اندیشوں کو نزدیک نہیں پھٹکنے دیتا، بلکہ ان برے کاموں کو اس طرح سجا اور سنوار کر پیش کرتا ہے، اور ان کے لیے خفیہ آرزوؤں کو اس طرح جگاتا ہے کہ ان پر انسان بڑی سے بڑی رقم بے دھڑک خرچ کر ڈالتا ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ

---

(۱) صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۵۱۷۰۔

(۲) افکار ملی، جنوری ۲۰۱۴ء، ص: ۱۸۔

(۳) البقرۃ: ۲۶۸۔

AsliAhleSunnet.com

مسجد، مدرسہ یا اور کسی کارخیر کے لیے کوئی چندہ لینے پہنچ جائے تو صاحب مال سو دو سو کے لیے بار بار اپنے حساب کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور مانگنے والے کو بسا اوقات کئی بار دوڑاتا اور پلٹاتا ہے، لیکن یہی شخص سنیما، ٹیلی ویژن، شراب، بدکاری اور مقدمے بازی وغیرہ کے جال میں پھنستا ہے تو اپنا مال بے تحاشا خرچ کرتا ہے۔ اور اس سے کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تردد کا ظہور نہیں ہوتا''۔(۱) نیز اسی شیطانی وعدۂ فقر سے ڈر کر ہر قسم کا سودی کاروبار بھی کرتا ہے۔ گویا شیطان اللہ کے بندوں کو فقر اور غربت سے ڈرا کر اپنے مقصد تضلیل میں خوب کامیاب ہے۔ یہی خوف کی تجارت ہے۔

بدعنوانیوں کا سب سے کارآمد آلہ: تخویف:

''ایک عالمی تجزیاتی ادارے نے جمہوریۂ ہند کو بدعنوان ترین ملکوں کی طویل فہرست میں اعلیٰ مقام تفویض کرتے ہوئے چوتھے مقام پر فائز کیا ہے''۔(۲) واضح رہے کہ تمام بدعنوان کارکنان اپنے اس شنیع فعل کی انجام دہی میں تخویف وتہدید کا نسخۂ زود اثر کام میں لاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ٹی ٹی ای بڑی آن بان کے ساتھ مسافر سے ٹکٹ کا مطالبہ کرتا ہے۔ ٹکٹ نہ ملنے کی شکل میں پہلے تو قانون کی رو سے متعین کردہ بھاری رقم ادا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، بصورت دیگر جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنے کی دھمکی دیتا ہے، جب متعلقہ شخص مکمل طور پر سہم جاتا ہے، اس کی رگ رگ میں لرزش طاری ہو جاتی ہے تو یہ انتہائی مجرمانہ رحم وکرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے تھوڑا سا تنازل اختیار کرتا ہے اور پھر ''خرچہ پانی'' کے نام پر جیب گرم کر کے کھسک جاتا ہے (جو سو فیصد بدعنوانی ہے) اب کون خبر لیتا ہے ٹکٹ کی، کون پوچھتا ہے مجرم کون؟؟

ہو بہو یہی غدارانہ رویہ ٹیکس وصول کرنے والے عملہ کا ہوتا ہے۔ اور اسی پر قیاس کر لیں مختلف قسم کے لائسنس کی تفتیش کرنے والے وطن کے نگہبان اور امن وشانتی کے محافظ (بزعم خویش) پولس افسران کو کہ پہلے مجرم کو قانونی کارروائی کی دھمکی دے کر رام کرتے ہیں، پھر چائے پانی کا خرچ لے کر بلڈنگیں ٹھونکتے ہیں۔ یہ سب خوف کی تجارت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موقع پرستوں اور غرض کے بندوں کے کالے کرتوتوں سے محفوظ رکھے، آمین۔

☆☆☆

---

(۱) تفسیر أحسن البیان ص: ۱۸۸۔

(۲) افکار ملی اکتوبر ۲۰۱۱ء، ص: ۳۸۔

AsliAhleSunnet.com

تاریخ

صرف زنداں کی حکایت ہی پہ موقوف نہیں
ایک تاریخ سفر کرتی ہے زنجیر کے ساتھ

AsliAhleSunnet.com

رخ داغدار

تاریخ ہند میں آر ایس ایس کی ریشہ دوانیاں

ہلال احمد ہدایت اللہ
فضیلت سال سوم

آر ایس ایس ایک شدت پسند، سخت گیر ہندو تنظیم ہے، اس کا وجود مسلم مخالفت کے سبب ہوا، اس تنظیم پر تین بار حکومت ہند کی جانب سے پابندی لگائی جا چکی ہے، آر ایس ایس اپنے کو غیر سیاسی اور خالص مذہبی تنظیم کہتی ہے، ملک کے گوشے گوشے میں اس کی شاخیں قائم ہیں، چھوٹے معصوم بچوں کے ذہنوں کو مسلم مخالف جذبات سے پراگندہ کیا جا رہا ہے، اس کا مطمح نظر خاص طور سے نوجوان طبقہ ہے، آر ایس ایس ہندوستانی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کرتا ہے اور اپنے زیر سایہ چلنے والے ''ششو مندر اور ودیا بھارتی'' کی نصابی کتابوں میں شامل کرتا ہے، تاریخ نویسی کے لیے انفرادی کوششوں کے علاوہ ''بھارتیہ اتہاس سنکلن سمیتی'' کے نام سے قائم ادارہ سرگرم ہے، آر ایس ایس کا خاص مقصد ہندوستانی تاریخ وثقافت کو ہندو موافق اور جمہوری ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانا ہے۔ اسی لیے وقفے وقفے سے مسلم مخالف بیانات اور جمہوری ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کی بات کہی جا رہی ہے۔ موجودہ مرکزی حکومت کے وزرا بڑے فخر سے خود کو آر ایس ایس کا پروردہ کہہ رہے ہیں۔ اس صورت حال میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصر طور پر آر ایس ایس کی تاریخ، پس منظر اور محرکات بیان کیے جائیں۔

''ڈاکٹر ہیڈ گیوار جن کا پورا نام کیشو بلی رام ہیڈ گیوار ہے، انھوں نے ۲۷ ستمبر ۱۹۲۵ء میں وجے دشمی کے موقع پر اس تنظیم کو قائم کیا، انھوں نے اس موقع پر اپنے گھر کے لوگوں کو مدعو کیا اور اس میں اعلان کیا کہ آج سے ہم آر ایس ایس کا آغاز کرتے ہیں، ہم میں سے ہر ایک کو آج ہی ذہنی اور جسمانی غرض یہ کہ ہر طرح سے اپنے کو تیار کر لینا چاہیے، ہر اتوار کی شام کو وہ لوگ ایک خاص یونیفارم میں ایک جگہ جمع ہوتے اور ہر جمعرات کو کسی ماہر وعظیم شخصیت سے ملکی معاملات کی خصوصیات واہمیت کے بارے میں تقریر سنتے۔

۱۷ اپریل ۱۹۲۶ء کو ڈاکٹر مذکور کے گھر میں موجود لوگوں نے چار نام انتخاب کے لیے پیش کیے جن میں ۱- چری پاٹک منڈل، ۲- بھارت ادھارک منڈل، ۳- ہندو سیوک سنگھ، ۴- راشٹریہ سویم سیوک سنگھ (آر ایس ایس) تھے۔ ان چاروں ناموں میں سے راشٹریہ سویم سیوک سنگھ نام کو چنا گیا اور اسی دن بھگوا جھنڈے کو تنظیم کے جھنڈے کی حیثیت دی گئی۔ ناگپور کے موہت باڑا میں ہر دن ایک گھنٹہ جمع ہونے کا منصوبہ بنایا گیا اور ۲۸ مئی ۱۹۲۶ء سے یہ مشن پورے زور وشور سے

AsliAhleSunnet.com

شروع ہوگیا، جس میں لاٹھی ڈنڈا اور دیگر جسمانی ورزش، تعلیم وتربیت اور دچھ وغیرہ، جس میں تہذیبی وثقافتی تعلیم شروع ہوئی۔ بھگوا جھنڈے کو پھہرا کر کر میٹنگ شروع کرنے اور پرارتھنا سے میٹنگ کرنے کا اہتمام کیا جانے لگا۔ پرارتھنا پہلے ہندی اور مراٹھی میں ہوا کرتی تھی۔ اس موقع پر ''پتھ سنچالن'' ہوا، جس میں ۳۰ر رضا کاروں نے حصہ لیا۔

مئی ۱۹۲۷ء میں سب سے پہلا تربیتی کیمپ لگا، ۴۰ر دن کے قیام کے درمیان ۱۷ر طلبہ نے اس میں حصہ لیا، اس تربیتی کیمپ کے خطاب وتقریر کے دوران بودھک قسم کے الفاظ کا استعمال کیا گیا، ۱۹۲۸ء میں گرودکشنا پہلا جشن منایا گیا، جس میں ۸۴ر روپیہ چندہ جمع کیا گیا اور یہ چندہ سردار پٹیل کے بھائی وٹیل پٹیل نے دیا تھا۔ ۱۹۲۸ء تک ناگپور میں آر، ایس، ایس کی ۲۸ر شاخیں قائم کی جاچکی تھیں۔

۹-۱۰ر نومبر ۱۹۲۹ء کو ڈوکے مٹھ ناگپور میں ایک اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس میں ڈاکٹر کیسو بلی رام ہیڈگیوار (ڈاکٹر جی) کو آر ایس ایس کا چیف (سرسنچالک) بالاجی ہُدّار کو جنرل سکریٹری اور مارتھنڈ راؤ جوگ کو چیف ٹریز (سپہ سالار) بنایا گیا''۔(۱)

''عدم تعاون کی تحریک کی ناکامی کے بعد ۲۳-۱۹۲۱ء میں بڑے پیمانے پر فسادات شروع ہوگئے، بہت سے ہندوؤں کو خیال ہوا کہ ہندوؤں کی کمزوریوں کا علاج یہ ہے کہ ان کے اندر ایک ہونے کا احساس مضبوط ہو اور اس سے چھتری خصوصیات کو پروان چڑھانے پر زور دیا۔ اگست ۱۹۲۱ء میں مالابار (کیرالہ) میں فسادات ہوئے، کسانوں نے حکومت اور زمینداروں کے خلاف بغاوت کردی، کسان موپلا مسلمان تھے اور زمیندار ہندو۔ زبردستی مذہب تبدیلی کے دو تین واقعات بھی ہوئے، اس کے بعد شمالی ہند میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہوگیا، سنگھ کے خیال میں مسلم مخالفت ہندو سماج کے اتحاد کے لیے لازمی ہے، اپنی اسی سوچ کی وجہ سے اس کا طریقۂ کار اور ایجنڈا کافی منفی ہوگیا ہے، یہ ہے مسلم مخالفت اور ہندو اتحاد کی اصل وجہ، کیونکہ بھیڑوں کو اپنے گلہ سے نکل بھاگنے کا ڈر انھیں اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ بھیڑیوں کا خوف دلاتے رہیں، انھیں وجوہات وعوامل کے سبب ہیڈگیوار کی تحریک وجود پذیر ہوئی اور آر ایس ایس کا قیام عمل میں آیا''۔(۲)

''ہندوؤں کو متحد اور منظم کرنا ہندو نظریۂ تاریخ کا خاص مقصد رہا ہے، ساور کر نے اس کی قابل تقلید مثال چھوڑی تھی، عام علمی سطح پر اس نظریۂ تاریخ کو ہندوستانی ہونے پر فخر سے تعبیر کیا گیا ہے، جس میں قدیم ہند پر خاص زور دیا گیا ہے، اس نظریۂ تاریخ کی بنیاد کچھ تصورات پر ہے:

---

(۱) گوگل وکیپیڈیا رگول جنرل Google Wikipedia

(۲) سہ روزہ دعوت نئی دہلی: ۱۰ر جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۳۵، مقالہ از جاوید علی بنام ''آر ایس ایس ایک مطالعہ''، آر ایس ایس ایک مطالعہ از حارث بشیر ص: ۱۱-۱۴۔

AsliAhleSunnet.com

(الف) ہندوستان کی قدیم تہذیب دنیا کی سب سے زیادہ روشن مبنی بر عدم تشدد اور اختلافات کو برداشت اور انگیز کرنے والی تھی، قدیم ہند کی یہ تصویر کشی کچھ انگریز اور کچھ مستشرقین کی دین رہی ہے، جنگ آزادی اور اس کے بعد کئی عوامل کی وجہ سے اس تصور میں مضبوطی ہی آئی ہے۔

(ب) آریہ ہی یہاں کے اصل اور قدیم باشندے تھے، پہلا انسان یہیں پیدا ہوا تھا، یہ دیوتاؤں کی سرزمین ہے، وید اور سنسکرت قدیم اور سب سے اعلی ہیں، ان کا کلچر سب سے بہتر اور قدیم تھا اور یہ کہ انھوں نے ہی دنیا کو تہذیب سکھائی۔

(ج) ہندوستانی قوم کی تعمیر میں مسلمانوں کا کوئی رول نہیں رہا ہے، بلکہ انھوں نے تو اس کو لوٹا اور برباد ہی کیا ہے، ان کا دور غلامی کا دور ہے، قوم پرستی یہ ہے کہ اس کے اثرات سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ سنگھ اپنی کتابوں اور تعلیمی نظام میں درج بالا باتوں کو پیش کرتا رہا ہے۔ چنانچہ سنگھ کے نظریہ کے مطابق ہندوستانی تاریخ کی ہندو، مسلم اور برطانوی ادوار کی تقسیم غلط ہے، غلط ہونے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ برطانیہ کے اس قدیم اور زہریلے نظریہ کو مان لیا جائے کہ ہندو اس سرزمین میں مسلمانوں اور انگریزوں کے ہی سطح پر ہیں، جب کہ اس کے خیال میں حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی تاریخ ایک لمبے ہندو دور کا نام ہے۔

جس میں وہ ایک وقت تک آزاد، عظمت اور وقار کے ساتھ رہتے تھے، جب کہ کچھ وقت وہ غیر ملکی حملہ آوروں سے قومی آزادی اور عزت کے لیے لڑتے رہے، سنگھ کی ۱۹۸۲ء کی ایک قرارداد میں بھی تاریخ کی کتابیں تیار کرنے والوں کو NCERT کی اس ہدایت کی تائید کی گئی ہے"۔(۱)

"آر ایس ایس کا نیا شگوفہ: دہلی کا قطب مینار قطب الدین ایبک نے نہیں راجہ سمدر گپت نے بنوایا تھا"۔ چنانچہ پانچویں کلاس کے لیے "گوروگاتھا" نامی کتاب کے اقتباسات جسے ۱۹۹۲ء میں سرسوتی ششو مندر پرکاشن نے لکھنؤ سے شائع کیا، کہا گیا ہے کہ دہلی کا قطب مینار آج بھی اس قطب الدین ایبک کے نام سے مشہور ہے، اسے اس نے نہیں بنایا، وہ اسے بنا بھی نہیں سکتا تھا، اسے دراصل راجہ سمدر گپت نے بنوایا تھا، اس کا حقیقی نام "وشنو استمبھ" تھا، اس سلطان نے اس کے کچھ حصوں کو گرادیا اور اس کا نام بدل دیا۔" (گوروگاتھا، ص:۱۷۳) اسی طرح عروج اسلام کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے "وہ جہاں کہیں بھی گئے ان کے ہاتھوں میں تلوار ہوا کرتی تھی، ان کی فوج چاروں سمت میں آندھیوں کی طرح روانہ ہوئی؛ ان کے راستے میں جو کوئی ملک آیا اسے برباد کردیا گیا، عبادت گاہوں اور یونیورسٹیوں کو مسمار کردیا گیا، لائبریریوں کو آگ لگادی گئی، مذہبی کتابیں تباہ کردی

(۱) آر ایس ایس ایک مطالعہ از حارث بشیر، ص:۸۲-۸۳۔

AsliAhleSunnet.com

گئیں، ماؤں اور بہنوں کو بے عزت کیا گیا، یہ لوگ رحم وانصاف سے بے خبر تھے۔ (حوالۂ سابق، ص:۵۱-۵۲)

سرسوتی ششومندر پرکاشن، لکھنؤ سے ۱۹۹۱ء میں پانچوں کلاس کے لیے شائع کی گئی کتاب ''اتہاس گارہا ہے'' کے اقتباسات ''حملہ آور آئے جن کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی اور دوسرے ہاتھ میں قرآن، تلوار کی نوک پر زبردستی ہندوؤں کو مسلمان بنایا گیا، جدوجہد آزادی مذہبی جنگ میں تبدیل ہوگئی، مذہب کے لیے لاتعداد قربانیاں دی گئیں، ہم ایک لڑائی کے بعد دوسری لڑائی جیتتے چلے گئے، ہم نے غیر ملکی حکمرانوں کو یہاں ٹھہرنے نہیں دیا، لیکن ہم اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو دوبارہ ہندو نہیں بنا سکتے تھے''۔ (حوالۂ سابق، ص:۳)

گوروگا تھا نامی کتاب کے صفحہ ۳۰-۳۱ میں قدیم بودھ راجہ اشوک کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''راجہ اشوک کے زمانے میں اہنسا (عدم تشدد) کی وکالت شروع ہوگئی، تشدد کے ہر کام کو جرم سمجھا جانے لگا، یہاں تک کہ شکار کرنا، یگیہ کے وقت قربانی دینا اور ہتھیاروں کے استعمال کو بھی برا تصور کیا جانے لگا، اس سے فوج پر برا اثر پڑا، بزدلی آہستہ آہستہ پوری سلطنت میں پھیل گئی، بودھ سادھوؤں کے کھانے کا انتظام کرنے کا بوجھ ریاست کو اٹھانا پڑتا تھا، اسی لیے لوگ سادھو بننے لگے، ہتھیاروں کے ذریعے جیت کو برا سمجھا جانے لگا، سرحدوں کی نگرانی کرنے والے سپاہیوں کا حوصلہ پست ہونے لگا، اہنسا کی تعلیم نے شمالی ہندوستان کو کمزور کر دیا''۔ (۱)

آر ایس ایس مسلم حکمرانوں کی کردار کشی کرتا ہے، اور ان کی حکومت کو ظالمانہ وجابرانہ دور حکومت گردانتا ہے، آر ایس ایس کے مطابق مسلم بادشاہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کا جبراً مذہب تبدیل کروایا، مندروں کو منہدم کر کے مساجد کی تعمیر کروائی، اسی لیے آر ایس ایس اور ۲۰۰۲ء سیشن کی این ڈی اے حکومت کے دوران (Archeological Survey of India - ASI) نے ہر تاریخی اور شاہی عمارت کے نیچے کھدائی کی اور مندر و مورتی یا دوسرے غیر مسلم نشانات تلاش کرنے کی کوشش کی، چنانچہ فتح پور سیکری کی جامع مسجد کے نیچے کھدائی کروائی گئی جس میں نیچے مورتیوں کے ٹکڑے ملے، اسی لیے آر ایس ایس مسلم حکمرانوں کی طعن وتشنیع کرتا ہے۔

''آر ایس ایس کی بٹوارے والی نفرت بھری آئیڈیالوجی اور تعلیمی نظام کے ذریعے اسے پھیلانے کی حکمت عملی پر بات کرنا بھی ضروری ہے، سرسوتی ششومندر، جس کا پہلا اسکول آر ایس ایس چیف ایم ایس گولوالکر کی موجودگی میں ۱۹۵۲ء میں قائم کیا گیا تھا، اس کا اثر ورسوخ اب کئی گنا بڑھ چکا ہے، ۱۹۹۲ء میں اسکولی نصاب کی کتابوں کا جائزہ لینے کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جس کا نام تھا ''نیشنل اسٹیئرنگ آن ٹیکسٹ بک ایویلوئیشن'' اور اس میں معروف اور قابل احترام دانشوروں

(۱) آر ایس ایس کی سازش: ۲۶/۱۱، از عزیز برنی ص:۳۰-۳۱۔

AsliAhleSunnet.com

کومقرر کیا گیا تھا، جس میں پروفیسر بپن چنرا (چیرمین)، پروفیسر روندر کمار اور کئی پروفیسران شامل تھے، اس کمیٹی نے جنوری ۱۹۹۳ء اور اکتوبر ۱۹۹۴ء کو ہونے والی اپنی میٹنگ میں ان رپورٹوں پر غور وخوض کیا جسے نیشنل کونسل فار ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (NCERT) نے متعدد ریاستوں اور آر ایس ایس کے ذریعہ چلائے جانے والے سرسوتی ششو مندر اور ودیا بھارتی پرکاشن کے ذریعہ پڑھائی جانے والی نصابی کتابوں کا جائزہ لیا اور حکومت ہند فروغ انسانی وسائل کی وزارت (MHRD) کو اپنی رپورٹ سونپی، جس میں کہا گیا ہے کہ ''سرسوتی ششو مندر میں پرائمری سطح پر جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں ان میں سے چند نصابی کتابوں میں ہندوستانی تاریخ کے نہایت زہر آلود اور فرقہ وارانہ نظریات کو پیش کیا گیا ہے، اس میں مزید کہا گیا ہے کہ نوجوان نسلوں کو کلچر کی تعلیم دینے کے نام پر ہٹ دھرمی اور مذہبی جنون کو بڑھاوا دیا جارہا ہے، تاریخی حقائق کو جس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے اس کا مقصد حب الوطنی کو فروغ دینا نہیں بلکہ پوری طرح ہٹ دھرمی اور فسطائیت پر مبنی ہے''۔(۱)

''آر ایس ایس ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کا خواب دیکھ رہا ہے، اس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا ہے، اسی کی ایک کڑی یہ ہے کہ تاریخ ہند کو اپنے ہندوانہ طرز ثقافت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ سنگھ کے مطابق پہلا انسان Upper Sarasvati Region شمالی ہریانہ میں پیدا ہوا تھا اور آریہ اصلا یہیں کے باشندے تھے، ویدک اور موہنجوداڑو ہریانہ یا سندھ کی قدیم تہذیب ایک ہی تھی، بلکہ سندھ کی تہذیب کو سرسوتی تہذیب کا نام دیا گیا، نیشنل میوزیم دہلی میں ہڑپان تہذیب گیلری قائم کی گئی ہے جس میں اس تہذیب کو ویدک رسنسکرت بنا کر پیش کیا گیا ہے، اس کے تعارفی فولڈر میں اس کو Indus Saraswati (سندھ سرسوتی) تہذیب کا نیا نام دیا گیا ہے، اسی طرح سے ہڑپہ میں پائے جانے والے آگ کے چولھے کو آگ کی پوجا سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ ویدک تہذیب کی روایت رہی ہے، اسی طرح یہاں شیولنگ اور یوگا کی نشان دہی بغیر کسی بنیاد اور ثبوت کے کی گئی ہے، ان سب کا مقصد یہی ہے کہ ویدک اور آریائی تہذیب کی قدامت اور اس کے باہر نہ آنے کو ثابت کیا جائے اور اس کو ہندو راشٹر کی بنیاد بنایا جائے''۔(۲)

☆☆☆

(۱) آر ایس ایس ایک سازش ۱۱/۲۶، از عزیز برنی ص ۶۲۸-۶۲۹۔

(۲) آر ایس ایس ایک مطالعہ از حارث بشیر ص ۸۴-۸۵۔

AsliAhleSunnet.com

آئینۂ آبدار

برصغیر میں کلمۂ اہل حدیث کی تاریخ

احسان الٰہی احمد مولوی
عالم سال دوم

اہل حدیث دولفظوں سے مرکب ہے: اہل اور حدیث سے۔

حدیث لغت میں: پرانے کا الٹا یعنی نیا۔

اصطلاح میں: وہ قول یا فعل یا تقریر یا صفت جس کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کی گئی ہو، یا صحابی کی طرف یا تابعی کی طرف۔(۱)

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی پاک باتوں کو حدیث کہا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فبأي حديث بعده يؤمنون﴾۔ (۲)

ترجمہ: اس کے بعد کون سی بات پر ایمان لاؤ گے۔

قرآن مجید کو بھی حدیث کہا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿الله نزل أحسن الحديث﴾ (۳) اللہ تعالی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔ (جوناگڑھی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ جمعہ کے خطبہ میں جہاں ایک بڑا مجمع سامنے ہوتا تھا پر زور اور بلند آواز میں ارشاد فرمایا کرتے تھے: "فإن خير الحديث كتاب الله" (۴)

بلاشبہ بہترین حدیث اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید ہے۔

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح اور آشکارا ہو گیا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالی کی حدیث ہے اور رسول اللہ ﷺ کا قول، فعل، تقریر اور صفت حدیث ہے۔

لفظ ''اہل'' کا معنی بہت ظاہر اور واضح ہے یعنی ''صاحب''۔(۵)

---

(۱) حاشیہ نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص: ۱۳۔
(۲) سورۃ المرسلات: ۵۰۔
(۳) سورۃ الزمر: ۲۳۔
(۴) صحیح مسلم: ۲۸۴/۱۔
(۵) فیروز اللغات، ص: ۹۶۔

AsliAhleSunnet.com

پس ثابت ہوا کہ ''اہل حدیث'' کا معنی ہے اللہ تعالی کی حدیث (قرآن مجید) اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو ماننے والا اور اس پر بغیر کسی قید کے عمل کرنے والا۔

لفظ اہل حدیث اصطلاحی معنی میں کب مستعمل ہوا ہے؟ اور برصغیر میں اس کی کیا تاریخ ہے؟ زیر نظر مقالہ میں ان شاء اللہ ہم اس پر روشنی ڈالیں گے۔

حضرت امام ابوبکر بن داؤد فرماتے ہیں: میں سجستان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت تصنیف کر رہا تھا، میں نے خواب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کا رنگ گندمی داڑھی گھنی ہے اور وہ موٹے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، میں نے کہا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں "فقال أنا أول صاحب حديث كان في الدنيا" تو انھوں نے فرمایا کہ دنیا میں پہلا صاحب حدیث ''اہل حدیث'' میں تھا۔(۱)

۲۲۶۰/ حدیثوں کے راوی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اصحاب الحدیث (اہل حدیث) کہا گیا ہے۔(۲)

سیر التابعین امام شعبی رحمہ اللہ کا اہل حدیث ہونا بھی ثابت ہے۔(۳)

امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ آٹھویں طبقہ کے محدث ثقہ حافظ اور فقیہ گذرے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس تحصیل علم حدیث کے لیے بیٹھے اور ان سے روایت کی۔ آپ (سفیان بن عیینہ) کا قول ہے کہ پہلے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی نے مجھ کو اہل حدیث بنایا تھا۔(۴)

اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی اہل حدیث تھے۔

امام مالک رحمہ اللہ کو امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے اپنی صحیح مسلم کے مقدمہ میں صفحہ نمبر: ۲۳/ پر ائمہ اہل حدیث میں شمار کیا ہے، علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ الذھبی رقم طراز ہیں: قال وهيب امام أهل الحديث مالك. (۵) امام وہیب رحمہ للہ نے کہا کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ اہل حدیث کے امام ہیں، امام شافعی کے متعلق شیخ الاسلام امام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رقم طراز ہیں: أخذ مذهب أهل الحديث واختاره لنفسه. امام شافعی نے اپنے لیے اہل

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹۔
(۲) تاریخ بغداد: ج ۳، ص: ۲۲۷، ج ۹، ص: ۱۵۴۔
(۳) تاریخ بغداد: ج ۳، ص: ۲۲۷، ج ۹، ص: ۱۵۴۔
(۴) حدائق الحنفیۃ، ص: ۱۳۴۔
(۵) تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص: ۱۶۵۔

AsliAhleSunnet.com

حدیث کا مذہب اختیار کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے متعلق شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: كان على مذهب أهل الحديث. امام احمد بن حنبل مذہب اہل حدیث پر تھے۔(۱)

مذکورہ بالا تمام اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ، تابعین وتبع تابعین تمام لوگ اہل حدیث تھے، اور جب سے ان کا ورود مسعود برصغیر میں ہوا تبھی سے کلمۂ اہل حدیث کا وجود ہوا، لیکن درمیان میں چند مذاہب کی اغلبیت کی بنا پر یہ لفظ ناپید ہو چکا تھا، لیکن مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نمودار ہونے کے بعد اس کلمہ کا عروج ہوا۔

۱-آل دیوبند کے مفتی رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا: ''تقریبا دوسری تیسری صدی ہجری میں پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے، یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث''۔(۲)

۲-آل دیوبند کے شیخ الحدیث محمد زکریا تبلیغی نے کہا: ''میں نے اپنی جوانی کے زمانہ میں بڑی تحقیق کی، قادیانیوں اور بدعتیوں اور اسی طرح اہل حدیث کو خطوط لکھے''۔(۳)

اب ہم یہاں سے بالتفصیل بیان کرتے ہیں:

۱۵ر ہجری حضرت عمر کے دور خلافت میں ۱۲ر صحابہ کرام برصغیر میں تشریف لائے جن میں حضرت عثمان بن ابو العاص ثقفی اور حکم بن ابی العاص ثقفی وغیرہم تھے۔(۴)

۱۶ر ہجری میں جنگ فارس کے دوران اہل ہند سے کچھ لوگ مسلمان ہوئے، جو فارس میں مقیم تھے، اہل فارس کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف بڑھ رہے تھے، پھر ابو موسی اشعری نے ان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ وہ اس سے متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔(۵)

خلافت عثمانی میں تقریبا پانچ صحابہ کرام ہند تشریف لائے جن میں سے حکیم بن جبلہ اسدی بنو عبد القیس میں سے مدرک صحابی تھے، فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے عبداللہ بن عامر کو عراق کا والی مقرر کیا تو ان کو ہدایت فرمائی کہ کسی کو بھیج کر ہند کے حالات معلوم کر لیے جائیں، چنانچہ حکیم بن جبلہ اسدی کو بھیجا گیا پھر وہ دربار خلافت میں حاضر ہوئے

---

(۱) منہاج السنۃ ج ۴، ص: ۱۴۳۔
(۲) أحسن الفتاوی ج ۱، ص: ۳۱۶۔
(۳) تقریر بخاری: ۵۹۔
(۴) تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں ص: ۱۲۷، ۱۲۸۔
(۵) فقہائے ہند ج ۱، ص: ۴۔

AsliAhleSunnet.com

اور ہند کی رپورٹ پیش کی۔(۱)

صفی بن فسیل شیبانی تابعی ہیں، حضرت عثمان کے دور میں بسلسلۂ جہاد قندابیل (سندھ) گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں برصغیر میں آنے والے اہل حدیثوں کی تعداد تقریباً ۳ ہے، خریت بن راشد ناجی سامی ۳۷ھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں وارد مکران ہوئے اور عبید اللہ بن سوید تمیمی مخضرم صحابی تھے حضرت علی کے دور میں سندھ کی ایک جنگ میں شریک ہوئے۔(۲)

دور امیر معاویہ میں برصغیر میں آنے والے اہل حدیث میں سے مہلب بن ابی صفوۃ ازدی عتکی صحابی، عہد امیر معاویہ ۴۴ھ میں حدود ہند میں داخل ہوئے۔

راشد بن عمر بن قیس ازدی تابعی تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انھیں سندھ میں کسی جگہ کا امیر مقرر کیا اور یہیں مقیم رہے۔(۳) حجاج بن یوسف کے دور میں عبدالملک (زمانہ حکومت ۷۲ھ تا ۸۵ھ) نے سندھ کے کسی علاقے میں انھیں انتظامی عہدہ دیا تھا اور وہ وہاں حدیث بھی پڑھاتے تھے۔

ابوعثمان یزید بن مغرغ حمیری تابعی تھے، اموی دور کے مشہور شاعر تھے، رن کچھ (گجرات) میں بھی جہاد کیا۔(۴)

حجاج بن یوسف نے سب سے پہلے ۸۶ھ کے شروع میں محمد ہارون کو ایک لشکر کے ساتھ مکران کی طرف بھیجا اور اس شہر کو فتح کرلیا، یہاں کے باشندے مشرف بہ اسلام ہوگئے، اسی زمانے سے سندھ میں اسلام کی اشاعت شروع ہوئی اور جابجا مسجدیں تعمیر ہوئیں۔(۵)

۹۳ ہجری میں محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان کو فتح کیا، یہ تابعی تھے، مفتوحہ علاقوں میں حجاج بن یوسف کے بعد مساجد و مدارس بنوائی، اس میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی گئی، اس وقت فقہ کا دور تک پتہ نہیں تھا۔(۶)

حکیم بن عوانہ کلبی تابعی دو مرتبہ سندھ آئے۔ ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک انہیں امیر سندھ مقرر کیا گیا۔ اور سندھ میں شہادت پائی۔(۷)

---

(۱) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۳۶۔
(۲) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۳۸، ۳۹۔
(۳) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۳۷۔
(۴) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۴۱۔
(۵) تاریخ فرشتہ مترجم ج ۲، ص: ۷۸۵، ۷۸۶۔
(۶) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۴۵۔
(۷) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۴۷۔

AsliAhleSunnet.com

بنی عباس کے دور ۱۴۱ھ میں عینیہ کو گورنر سندھ بنایا گیا۔(۱)

شیخ ابوتراب جو تبع تابعی بتائے جاتے ہیں موجودہ سندھ میں عہد اسلامی کی سب سے قدیم قبر انھیں کی ہے، اس پر ۱۷۱ھ کی تاریخ درج ہے۔(۲)

منصورہ کے اہل حدیث کے متعلق سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں: شمس الدین محمد بن احمد بشاری نے (۳۷۵ھ) میں اپنی کتاب ختم کی اور انھوں نے کتاب کے اواخر حصے میں سندھ کا سفرنامہ درج کیا ہے، اس لیے کہ انھوں نے سب سے آخر میں سندھ کا سفر کیا تھا۔(۳)

تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے محدثین کی فہرست بہت طویل ہے، لیکن چند کا تذکرہ درج ذیل ہے:

۱-عبداللہ بن حسین السندی (م ۳۳۵ھ)(۴)

۲-محمد بن علی سندھی اور ابوالعباس احمد بن محمد منصوری۔ یہ دونوں چوتھی صدی کے ان رجال حدیث میں سے ہیں جن سے عراق، دمشق اور شام کے محدثین نے روایتیں کی ہیں۔(۵)

جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں: اس ملک و دیار (ہندوستان) میں ابتدائے سلطنت مغلیہ سے زمانہ ظہور مذہب اہل حدیث تک حنفیہ کا مذہب معمول و مروج رہا، مذہب اہل حدیث تو قدیم ہے اور عرب وغیرہ بلاد اسلام میں وہ ابتدا سے معمول و مروج چلا آیا ہے، مگر اس کا ظہور ہندوستان میں شاہ ولی اللہ کے زمانہ میں ہوا، پھر مولانا اسماعیل اور مولانا اسحاق سے کچھ اس کی نشو و نما ہوئی، اب اس زمانہ میں وجود باوجود شیخنا شیخ الکل فی الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے تمام ہندوستان میں اس کا شیوع وقوع میں آیا۔(۶)

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں امام حسن صنعانی لاہور میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے، آپ لغت اور حدیث کے امام ہوئے۔(۷)

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری (۶۶۱ھ-۷۸۲ھ)(۸)

---

(۱) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۵۳۔
(۲) آب کوثر ص: ۴۰۳۹۔
(۳) عرب و ہند تعلقات ص: ۴۰، ۳۴۷، ۳۴۸۔
(۴) ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء۔
(۵) خلافت راشدہ ہند، ص: ۲۲۲۔
(۶) اشاعۃ السنۃ ج ۹، ص: ۳۴۴، ۳۴۹۔
(۷) آب کوثر: ۸۱، ۸۲۔
(۸) تاریخ دعوت و عزیمت۔

AsliAhleSunnet.com

نویں اور دسویں صدی ہجری میں صوبہ گجرات نے علی شیخ متقی برہان پوری صاحب کنز العمال (م ۹۷۵ھ) اور محمد طاہر پٹنی (م ۹۸۶ھ) جیسے بلند پایہ محدث پیدا کیے۔(۱)

ہندوستان صحاح ستہ اور اس کے مصنفین کی کتابوں سے نا آشنا تھا، جنھوں نے نقل حدیث اور رد بدعت کا کام کیا اور سنت صحیحہ اور احادیث ثابتہ کی روشنی میں زندگی کا نظام العمل پیش کیا۔

دسویں صدی ہجری میں عبدالحق محدث دہلوی (۹۱۸ھ) میں پیدا ہوئے۔(۲)

شیخ نورالحق رحمۃ اللہ علیہ ۹۸۳ھ میں پیدا ہوئے، ۱۰۷۳ھ میں وفات پائی۔ آپ مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے صاحبزادے تھے۔

شیخ نورالدین احمد آبادی ۱۰۶۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۵۵ھ میں وفات پائی۔(۳)

امام الہند حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۲ویں صدی ہجری (۱۱۱۴ھ) میں پیدا ہوئے۔ اور علم کی مشعل اٹھانے کے بعد کلمہ اہل حدیث کو اجاگر کیا۔ ۱۱۷۶ھ میں وفات پائی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ صاحب کے متعلق کہا کہ وہ اہل حدیث تھے۔(۴)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۶ھ میں وفات پائی۔ شاہ ولی اللہ صاحب کے بعد مسند درس کو آپ نے ہی سنبھالا۔

شاہ رفیع الدین صاحب نے ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔ شاہ عبدالعزیز کے بعد تدریس کا کام انجام دیا۔

شاہ عبدالقادر قدس سرہ نے ۱۲۳۰ھ میں وفات پائی۔(۵)

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی ۱۱۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۲ھ میں وفات پائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے ہیں اور شاہ عبدالعزیز کے بعد مسند تدریس پر بیٹھے۔(۶)

شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴۶ھ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ۱۳ویں صدی ہجری میں مسلک اہل حدیث کے سب سے بڑے داعی تھے۔ ملک ہندوستان میں سب سے پہلے کھلم کھلا طور پر

---

(۱) تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵، ص: ۱۷۴۔
(۲) فقہائے ہند ج ۴، حصہ اول ص: ۲۳۲۔
(۳) تاریخ اہل حدیث ص: ۴۰۱ تا ۴۰۵۔
(۴) الفرقان ولی اللہ نمبر، ص: ۳۶۸۔
(۵) تاریخ اہل حدیث ص ۴۱۷ سے ۴۱۹۔
(۶) تاریخ اہل حدیث، ص: ۴۲۳۔

AsliAhleSunnet.com

شاید شاہ اسماعیل ہی نے خود کو محمدی کہلوایا اور حنفی شافعی کہلانے پر اس کو ترجیح دی۔(۱)

شیخ الکل فی الکل مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۲۰ھ اور وفات ۱۳۲۰ھ میں ہوئی۔(۲)

آپ کی وفات کے بعد آپ کے تلامذہ برصغیر میں قرآن وسنت کی دعوت کو عام کرنے میں مشغول رہے۔

مولانا عبد الوہاب صدری، مولانا محمد بن ہاشم سامرودی، حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی، علامہ ثناء اللہ امرتسری، حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی وغیرہم اور ان کے بعد مولانا محمد جونا گڑھی، مولانا محمد یوسف سورتی، مولانا ابو القاسم سیف بنارسی، مولانا عبد الجلیل سامرودی وغیرہم مسلک اہل حدیث کی خدمت میں لگے ہوئے تھے۔

۱۴ر ویں صدی ہجری میں آل انڈیا اہل حدیث لیگ کا دوسرا اجلاس ۱۰ر دسمبر ۱۹۳۲ء = ۲۱ شعبان ۱۳۵۲ھ کو چھپرہ میں زیر صدارت ڈاکٹر سید محمد عبد القادر جیلانی آف مدراس منعقد ہوا۔ شرکت کرنے والوں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابو القاسم سیف بنارسی، جناب محمد دہلوی وغیرہم تھے۔(۳)

الحمد للہ اس دور میں ہندوستان میں کثرت سے مدارس اہل حدیث موجود ہیں، جن میں جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس، جامعہ دار السلام عمر آباد، جامعہ امام ابن تیمیہ بہار، مدرسہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں، جامعہ اسلامیہ سنابل دہلی وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان اداروں کے ذریعہ اس دور میں اتنی کثرت کے ساتھ مذہب اہل حدیث عروج پر پہنچ رہا ہے کہ ہم کو کلمۂ اہل حدیث کے متعلق آج لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔

اللہ تعالی ہم کو حق پر ثابت رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔

☆☆☆

---

(۱) تاریخ اہل حدیث ج ۲، ص: ۲۸۸۔

(۲) تاریخ اہل حدیث، ص: ۴۳۵۔

(۳) مسلم اہل حدیث گزٹ ج ۱، شمارہ ۶، ص: ۴، فروری ۱۹۳۴ء۔

AsliAhleSunnet.com

سائنس

زندگی قطرے کی سکھلاتی ہے اسرار حیات
یہ کبھی گوہر کبھی شبنم کبھی آنسو ہوا

AsliAhleSunnet.com

سائنسی رفتار

پلاسٹک سرجری کی حقیقت

توحید عالم امداد الحق کشن گنجوی
فضیلت سال دوم

میڈیکل سائنس کی ترقی کی بدولت، امراض کی تشخیص اور ان کے طریقہائے علاج کے سلسلے میں حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، بہت سے ایسے امراض جو کبھی نا قابل علاج خیال کیے جاتے تھے اب ان کے طریقہائے علاج دریافت ہو چکے ہیں، حتی کہ انسانی جسم کے بہت سے اہم اعضا مثلاً دل، گردہ، آنکھ اور جلد وغیرہ ناکارہ ہو جائیں تو ان کی جگہ مصنوعی، حیوانی اور انسانی اعضا کی پیوندکاری کر کے اسے درست کیا جاسکتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ طبی میدان کی اس حیرت انگیز ترقی اور سائنسی پیش رفت کو بری نگاہوں سے نہیں دیکھا جاسکتا بلکہ یہ تو انسانیت کی خدمت ہے اور خدمت ہونے کے ناطے اسے قابل صد تحسین نگاہوں سے دیکھنا اور اس کی حوصلہ افزائی کرنا چاہیے، تاہم بحیثیت مسلمان ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اس کے مختلف پہلوؤں کا ازروئے شریعت جائزہ لیں اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس نوع کی تبدیلیوں اور علاج سے فائدہ اٹھائیں۔

پلاسٹک:

پلاسٹک ہماری زندگی کا ایک اہم جز بن چکا ہے، پلاسٹک اصل میں سائنسی معلومات کے تصرف یعنی ٹیکنالوجی سے حاصل شدہ ایک مصنوعی شئی ہے، اسے پٹرولیم اور اس سے حاصل ہونے والی دیگر اشیا جیسے ایندھن تیل، کوئلہ اور قدرتی گیس وغیرہ سے اخذ کیا جاتا ہے، پلاسٹک کا مطلب ہے: ''حسب خواہش صورت پذیر'' یا ''سانچے میں ڈھلنے کے لائق'' چونکہ یہ مادہ کسی بھی شکل وصورت میں ڈھالا جاسکتا ہے اس لیے اس کے استعمالات بھی کثیر ہیں۔

پلاسٹک کا استعمال اتنا عام اور وسیع ہو چکا ہے کہ جدید معاشرے کا کوئی فرد اس کے بغیر روزمرہ کا تصور نہیں کر سکتا، پلاسٹک، میڈیکل انڈسٹری میں طبی آلات، دندان سازی، جلد کی سرجری، آنکھوں کے لیے شیشے اور لینس، ہڈی کے مختلف مصنوعی جوڑ وغیرہ پر حکومت قائم کر چکی ہے۔(۱)

پلاسٹک سرجری کیا ہے؟:

مقاصد کے اعتبار سے پلاسٹک سرجری کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(الف) اصلاحی عمل جراحی (Reconstructive Surgery)، پلاسٹک سرجری کا مقصد بسا اوقات یہ ہوتا

(۱) ماہنامہ سائنس اردو، جون ۲۰۱۴ء، ص: ۱۲، جلد ۲۱، شمارہ ۶۔

AshAhleSunnet.com

ہے کہ جسم میں پائے جانے والے کسی ایسے عیب یا نقص کو دور کیا جائے، جس سے انسان دیکھنے میں بدہیئت نظر آرہا ہو یا کسی ایسے عضو کی کارکردگی کو بحال کیا جائے یا بہتر بنایا جائے جس کی منفعت ختم یا کم ہوگئی ہو، یہ عیب یا نقص خلقی (Congenital) بھی ہوسکتا ہے اور حادثاتی (Accidental) بھی، جن صورتوں میں اس قسم کی سرجری کی ضرورت پڑتی ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

پیدائشی نقائص (Congenital disorder) جیسے ہونٹ کا کٹا ہونا (Cleft Lip)، تالو کا کٹا ہونا (Cleft Palate)، کان کا بیرونی حصہ نہ ہونا، سر کی ہڈیوں کا باہم ملا ہونا (Craniosynostosis)، ہاتھ کے پیدائشی نقائص (Congenital Deformities of hands)، بچوں کی نشوونما کے نقائص (Developmental Abnormalities)، چوٹ لگنے کی وجہ سے پہنچنے والا زخم جیسے سر اور چہرے کی ہڈیوں کا ٹوٹ جانا (Craniofacial Fracture of Skeleton)، جسم کا جھلس جانا (Burns)، جلد کا کینسر (Skin Cancer)، گنجاپن (Baldness)۔

(ب) تجمیلی عمل جراحی (Aestheticor Cosmetic Surgery):

بسا اوقات پلاسٹک سرجری کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اعضا کی ساخت میں مناسب تبدیلی کر کے انسان کی ظاہری ہیئت کو خوبصورت اور پرکشش بنایا جائے، اسی طرح عمر ڈھلنے کے ساتھ انسان کے اعضا میں ڈھیلا پن آجاتا ہے، پلاسٹک سرجری کے ذریعہ اس کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، سرجری کی اس قسم کے ذریعہ جو افعال انجام دیے جاتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

ناک کو نئی شکل دینا (Rhinoplasty)، کان کو نئی شکل دینا (Otoplasty)، کولھوں کو اوپر اٹھانا (Buttock Augmentation)، ڈھلک جانے والی پلکوں کو نئی شکل دینا (Blepharoplasty)، چہرے سے جھریاں اور بڑھاپے کی علامت دور کرنا (Rhytidectomy)، مردوں کا سینہ کشادہ کرنا (Implantation of Pectoral Male)، چھوٹے پستان کو بڑا کرنا (Breast Augmentation)، بڑے پستان کو چھوٹا کرنا (Breast Reduction)، رخسار کو اوپر اٹھانا (Cheek Augmentation)۔(۱)

پلاسٹک سرجری کا تاریخی پس منظر:

انسان فطری طور پر چاہتا ہے کہ وہ صحت مند رہے، اسے کوئی بیماری لاحق نہ ہو، اس کے اعضائے بدن ٹھیک طریقہ سے کام کرتے رہیں، ان کے افعال میں کوئی نقص وخلل واقع نہ ہو، ظاہری طور پر بھی ان میں کوئی عیب دکھائی نہ دے اور اس

---

(۱) www.google.plastic....surgery.com

AsliAhleSunnet.com

کی شخصیت پرکشش اور جاذب نظر معلوم ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اس کے کسی عضو میں بدصورتی پیدا ہو جائے تو وہ اس کے ازالہ کی کوشش کرتا ہے۔

دنیا کی تمام قوموں میں علاج ومعالجہ کی جن اولین تدابیر کا سراغ ملتا ہے ان میں اس پہلو کے بھی اشارے پائے جاتے ہیں، مورخین کے مطابق ہندوستان میں دو ہزار سال قبل مسیح اس عمل کا پتہ چلتا ہے۔

مشہور ہندوستانی طبیب سشرت (Sushruta) نے (جس کا زمانہ چھٹی صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے) پلاسٹک سرجری کے میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں، قدیم مصری طب میں بھی چہرے کے عمل جراحی سے متعلق بعض تفصیلات ملتی ہیں، اسی طرح پہلی صدی قبل مسیح میں رومی طب میں اس مخصوص عمل جراحی کی سادہ تکنیک کا سراغ ملتا ہے، یہ لوگ زخمی اور کٹے ہوئے کان کی اصلاح اور درستگی کا کام انجام دیتے تھے، اس طریقۂ علاج میں ہندوستانی اطبا کی مہارت سے دیگر ممالک میں بھی فائدہ اٹھایا گیا، "Sushruta" اور "Charaka.b" کی طبی تصانیف کا عباسی عہد خلافت میں عربی میں ترجمہ کیا گیا ان سے عرب اطبا واقف ہوئے پھر یہ ترجمے یورپ پہنچے تو ان سے بھرپور استفادہ کیا گیا۔

بتایا جاتا ہے کہ اٹلی میں Branca Family of Sicily اور Gospare Taglia Cozzi Bologna سشرت (Sushruta) کی تکنیک سے بخوبی واقف تھے، اٹھارھویں صدی کے اواخر میں کچھ برطانوی اطبا نے ہندوستان کا سفر کیا تاکہ ناک کی پلاسٹک سرجری کا مشاہدہ کریں جو یہاں مقامی طریقوں سے انجام دی جاتی تھی، اس کی رپورٹیں Gentleman's Magazine میں شائع ہوئیں، اسی طرح پلاسٹک سرجری کے مقامی طریقوں کا مطالعہ کرنے کے لیے "Joseph Constantine Carpue - 1764 -1846" نے ہندوستان میں بیس سال گزارے، چوں کہ عمل جراحی میں بہت زیادہ خطرات تھے، خاص طور سے اس صورت میں جب معاملہ سر اور چہرہ کا ہو، اس لیے ناگزیر حالت ہی میں اس کو انجام دیا جاتا تھا۔

۱۹رویں صدی میں پلاسٹک سرجری کو کچھ زیادہ رواج ملا اور اس میدان میں نئی نئی تکنیکیں ایجاد ہوئیں اور نئے نئے تجربات کیے گئے۔ اس کا اندازہ درج ذیل تجربات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

۱۸۱۵ء میں Joseph Carpue نے ایک برطانوی فوجی آفیسر کی پلاسٹک سرجری کی جو Mercury Treatment کے سمی اثرات کے نتیجہ میں اپنی ناک گنوا بیٹھا تھا، ۱۸۱۸ء میں جرمن سرجن "Carl Ferdinand Von Graefe - 1787-1840" نے اپنی کتاب Rhinoplastic شائع کی، اس میں اس نے اطالوی طریقۂ جراحی میں تبدیلی کرتے ہوئے Original Delayed Pedicle Flap کے بجائے بازو کی کھال لگانے (Free

(۱) http://en.wikipedia.org/wiki/plastic-surgery

AshAhleSunnet.com

Skin Graft) کا طریقہ ایجاد کیا، ۱۸۲۷ء میں امریکن سرجن - Dr. John Peler Mattauer (1787 1875) نے اپنے ہی تیار کردہ آلات سے تالو میں شگاف (Cleft Palate) کا پہلا آپریشن کیا، ۱۸۳۵ء میں Johann Friedrich Dieffenbach نے ناک کی پلاسٹک سرجری پر ایک مبسوط تحریر لکھی جس کا عنوان "Operatiue Chirurgie" تھا، اس میں اس نے اصلاح شدہ ناک کے جمالیاتی مظہر کو بہتر بنانے کے لیے دوبارہ آپریش کا تصور پیش کیا، ۱۸۸۹ء میں امریکن سرجن George Monks (1853-1933) نے درمیان میں پچکی ہوئی ناک کے نقص کو دور کرنے کے لیے دوسرے مقام کی ہڈی استعمال کرنے کا کامیاب تجربہ کیا، ۱۸۹۱ء میں کان، ناک اور حلق کے امراض کے امریکی ماہر John Orland Roe (1848-1915) نے ایک نوجوان خاتون کی ناک کے پچھلے ابھار کو کم کرنے کے لیے آپریشن کیا، ۱۸۹۲ء میں Robert Weir نے پچکی ہوئی ناک درست کرنے کے لیے بطخ کے سینے کی ہڈی استعمال کرنے کا تجربہ کیا، لیکن کامیابی نہیں ملی، ۱۸۹۴ء میں جرمن سرجن James Adolf Israel (1848-1926) نے ناک کے نقص کو دور کرنے کے لیے دوسرے مقام کی ہڈی استعمال کی، ۱۸۹۸ء میں جرمن آرتھوپیڈک سرجن Jacques Joseph نے ناک کا آپریشن کیا۔(۱)

پلاسٹک سرجری کی شرعی حیثیت:

اللہ تعالی کا نظام ہے کہ ماں کے پیٹ سے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ساخت و بناوٹ اور شکل وصورت کے لحاظ سے مکمل ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات قدرتی اسباب کے پیش نظر غذائی مواد کی کمی یا کیمیائی تبدیلی کی وجہ سے بچہ ناقص الخلقت پیدا ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں اگر علاج ممکن ہے تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے، آنکھوں کی بینائی اگر ختم ہو جائے تو آپریشن کر کے اسے بحال کیا جا سکتا ہے، پیدائشی ٹیڑھے پاؤں اور اوپر نیچے دانت ہموار کیے جا سکتے ہیں، شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔(۲)

"عن عبد الرحمن بن طرفة أن جده عرفجة بن أسعد قُطع أنفه يوم الكلاب فاتخذ أنفا من ورق فأنتن عليه فأمره النبي ﷺ فاتخذ أنفا من ذهب" (۳) عرفجہ بن اسعد کی ناک دور جاہلیت میں جنگ کلاب کے دوران کٹ گئی تھی تو انھوں نے چاندی کی ناک لگوائی، لیکن اس میں تعفن پڑ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں سونے کی ناک لگوانے کی اجازت دے دی، لیکن اگر کسی عیب کے ازالہ کے لیے نہیں بلکہ محض حسن و جمال میں اضافہ کی خاطر اس عمل کو اختیار کیا جائے تو یہ حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بال اکھیڑنے والی اور اکھڑوانے والی، بال ملانے

---

(۱) www.kitaben.urdulibrary.org/pages/plastic.com، پلاسٹک سرجری اسلامی نقطۂ نظر، اردو کی برقی کتابیں۔

(۲) www.urdufatwa.com/..1259/، فتاوی اصحاب الحدیث ج ۲، ص: ۴۴۹۔

(۳) سنن أبي دود، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی ربط الاسنان بالذهب، ح: ۴۲۳۴۔

AsliAhleSunnet.com

والی اور ملوانے والی اور گودنا گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت فرمائی ہے، حدیث ہے: "لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة" (۱) کیونکہ اس صورت میں کسی عیب کا ازالہ نہیں بلکہ حسن و جمال میں اضافہ اور کمال مقصود ہوتا ہے۔

حسن کے لیے اعضاء کی سرجری:

اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جسم اللہ کی امانت اور اس کا پیکر اللہ کی تخلیق کا مظہر ہے جس میں کسی شرعی اور فطری ضرورت کے بغیر کوئی خود ساختہ تبدیلی درست نہیں ہے، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مصنوعی طور پر بال لگانے، خوبصورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے کو ناجائز، قابل لعنت اور اللہ کی خلقت میں تغیر قرار دیا ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ محض زینت اور فیشن کی غرض سے اس قسم کا کوئی آپریشن اور جسم میں کوئی تغیر قطعاً درست نہ ہوگا، جیسا کہ آج کل ناک، جلد، رخسار وغیرہ کے سلسلے میں کیا جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے: "لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات" اللہ کی لعنت ہو گودنا گودنے اور گدوانے والیوں اور بالوں کو اکھاڑنے والیوں پر۔ (۲)

نیز حضرت ابو رحیانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ان رسول الله ﷺ حرم الوشر والوشم والنتف" (۳) آپ ﷺ نے دانتوں کو نوک دار بنانے سے بھی منع فرمایا، دانتوں کے درمیان تھوڑے فصل کو حسن سمجھا جاتا ہے، اسلام سے قبل خواتین مصنوعی طور پر ایسا کیا کرتی تھیں، اس کی ممانعت کی گئی، حدیث میں ہے کہ: "عن عبدالله لعن الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله تعالى" (۴) حسن و جمال کے لیے دانتوں کے درمیان مصنوعی فصل پیدا کرنے والی، خدا کی تخلیق میں تغیر پیدا کرنے والی عورتوں پر لعنت ہو۔

ہاں اگر عام فطرت کے خلاف کوئی عضو زیادہ ہو گیا مثلاً پانچ کی جگہ چھ انگلیاں ہو گئیں تو آپریشن کے ذریعہ اس کو علاحدہ کیا جاسکتا ہے، "إذا أراد الرجل أن يقطع أصبعا زائدة أو شيئا آخر إن كان الغالب على من قطع مثل ذلك الهلاك فإنه لا يفعل وإن كان الغالب هو النجاة فهو في سعة من ذلك" (۵) جب آدمی زائد انگلی یا کسی دوسری چیز کو کاٹ دینا چاہے تو اگر غالب امکان اس کے کاٹنے کی وجہ سے ہلاکت کا ہو تو ایسا نہ کرے اور اگر غالب امکان بچ جانے کا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ ☆☆

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر: ۵۹۳۳، ۵۹۳۴، ۵۹۳۶، ۵۹۳۷۔

(۲) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب المستوشمة، ح: ۵۹۴۸۔

(۳) سنن النسائی، کتاب الزینة، باب تحریم الوشر، ح: ۵۱۲۷۔

(۴) بخاری شریف، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن ح ۵۹۳۱۔

(۵) الفتاوی الهندیة: ۳۹۰/۵۔

AsliAhleSunnet.com

میزان شرع وافکار

متعدی امراض اسلام اور سائنس کی نظر میں

عبدالحسیب اکبر علی
عالمیت سال دوم

صحت ایک فطری حالت ہے:

صحت وتندرستی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، یہ جتنی بڑی نعمت ہے اتنی ہی عام بھی ہے، اللہ کی بے شمار مخلوقات اس سے بہرہ یاب ہیں، صحت وتندرستی اس دنیا میں کسی بھی جاندار کی اصل حالت ہے، مرض اور بیماری اس کے لیے ایک عارض کی حیثیت رکھتی ہے یا استثنائی صورت کی، انسان بالعموم صحیح سالم اور تندرست پیدا ہوتا ہے اور فطری طور پر نشو ونما پاتا ہے۔(۱)

حفظان صحت کے متعلق اسلام نے جو تعلیم دی ہے وہ جدید میڈیکل سائنس کے عین مطابق ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ:

Preventive and Social Medicine (Hygiene and Public health)

حفظان صحت سے متعلق اسلامی تعلیمات کا موڈرنائز ڈروپ ہے، اس لیے کہ حفظان صحت سے متعلق جن جن نکات اور امور کا ذکر Hygiene میں کیا گیا ہے، تقریباوہ تمام نکات اور امور قرآن کریم اور احادیث نبوی میں چودہ سو سال پہلے سے مذکور ہیں، مثلا: Preventive and Social Medicine کی رو سے انسان کو صحت مند رہنے کے لیے درج ذیل چیزیں درکار ہیں، یہ عبارت ملاحظہ کیجئے:

"To promote and maintain a state of positive health an individual needs the following prerequistes. Supply of fresh air and sunlight, safe and potable watersupply, balanced diet, healthfull, shelter, adequate clothing, hygienic, environmental sanitation and protection from communicable diseases".

یعنی ایک شخص کو اپنی صحت کی نشو ونما اور اسے برقرار رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں: تازہ ہوا اور دھوپ کی سپلائی، پینے کا صاف پانی، متوازن غذا، صحت بخش رہنے کی جگہ، پہننے کے لیے کافی (معقول) کپڑے، گرد

(۱) متعدی بیماریاں اور اس کا علاج، ص: ۳۴۔

AsliAhleSunnet.com

وپیش کی صحت بخش صفائی ستھرائی کا پاس ولحاظ نیز متعدی امراض سے تحفظ۔(۱)

صحت وتندرستی کے چند عناصر:

صاف ستھرے پانی کا استعمال: اسلام نے صحت وتندرستی کو برقرار رکھنے کے لیے صاف ستھرا پانی پینے اور استعمال کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "غطوا الإناء وأوكوا السقاء، فإن في السنة ليلة ينزل فيها وباء لا يمر بإناء ليس عليه غطاء أو سقاء ليس عليه وكاء إلا نزل فيه من ذلك الوباء". (۲)

عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ برتنوں کو ڈھک دو اور مشکیزوں کو باندھ دو اس لیے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں بلائیں (مصیبتیں) نازل ہوتی ہیں، جو برتن یا مشکیزہ ڈھکا یا بندھا نہیں رہتا اس میں اتر جاتی ہیں۔

متوازن غذا(Balanced Diet):

انسان کے جینے اور اس کی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالی نے کرۂ ارضی کو Balanced Diet سے بھر دیا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿هو الذي أنزل من السماء ماء فأخرجنا به نبات كل شيء فأخرجنا منه خضرا نخرج منه حبا متراكبا ومن النخل من طلعها قنوان دانية وجنات من أعناب والزيتون والرمان مشتبها وغير متشابه انظروا إلى ثمره إذا أثمر وينعه إن في ذلكم لآيات لقوم يؤمنون﴾ (۳)

ترجمہ: اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے ہر طرح کی نباتات اگائی، اس سے سرسبز کھیتی پیدا کی، پھر اس سے ہم نے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے کے گچھے پیدا کیے، جو بوجھ کے مارے جھکے پڑتے ہیں، اور انگور اور زیتون اور انار کے باغ پیدا کیے، جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور جدا جدا بھی ہیں، یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان کے پھل لانے اور ان کے پکنے کی کیفیت ذرا دیکھو، ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔(جونا گڈھی)

---

(۱) اسلام اور متعدی بیماریاں میڈیکل سائنس کی روشنی میں: ۸-۹۔
(۲) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۱۴۔
(۱) سورۃ انعام: ۹۹۔

AslimeSunnet.com

ایک دوسری جگہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿فلينظر الإنسان إلى طعامه، أنا صببنا الماء صبا، ثم شققنا الأرض شقا، فأنبتنا فيها حبا، وعنبا وقضبا وزيتونا ونخلا، وحدائق غلبا، وفاكهة وأبا، متاعا لكم ولأنعامكم﴾ (۱)

ترجمہ: انسان ذرا اپنے کھانے پر غور کرے، ہم نے اوپر سے خوب پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا، پھر اس سے اگائے غلے وانگور اور ترکاری، زیتون اور کھجور اور گھنے باغات اور میوہ وچارہ (اس میں) متاع زیست ہے تمھارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے۔ (جوناگڑھی)

رہنے کے لیے صحت بخش مقام (Healthful Shelter):

رہنے سہنے کے مقام کو صاف ستھرا رکھنے اور اسے صحت بخش بنانے کی اسلام کے اندر کافی تاکید آئی ہے، حضرت سعید بن مسیّب اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں: "إن الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظافة كريم يحب الكرم فنظفوا أفنيتكم ولا تشبهوا باليهود" (۲)

بیشک اللہ تعالی پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے، نظافت والا ہے نظافت کو پسند کرتا ہے، کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے، سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہذا تم بھی (نظافت اختیار کرو اور) اپنے گھروں کے صحن کو پاک رکھو، گندگی میں یہودیوں کی طرح نہ بن جاؤ۔

معقول لباس (Adequate Clothing):

انسان کی زندگی کے لیے لباس ایک ضروری چیز ہے، یہ ستر پوشی کے ساتھ ساتھ انسان کو سردی گرمی سے بھی محفوظ رکھتا ہے اور جنگوں میں بھی انسان کے جسم کی حفاظت کرتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وجعل لكم سرابيل تقيكم الحر وسرابيل تقيكم بأسكم﴾ (۳)

ترجمہ: اللہ تعالی نے تمھارے لیے کرتے (لباس) بنائے جو گرمی اور (سردی) سے تمھاری حفاظت کرتے ہیں اور ایسے کرتے (لباس) بھی بنائے جو جنگ میں تمھاری حفاظت کرتے ہیں۔ (جوناگڑھی)

چونکہ صحت کے لیے پاکیزہ اور صاف ستھرا لباس ضروری ہے، اس لیے آپ ﷺ نے ایک شخص کو گندہ کپڑا پہنے

---

(۱) سورہ عبس: ۲۴-۳۲۔

(۲) الجامع الصغیر، ح: ۳۵۳۹، ضعفہ الالبانی رحمہ اللہ: "العلل المتناهية لابن الجوزی" ح: ۱۱۸۶، هذا حديث لا يصح۔

(۳) سورۃ النحل: ۸۱۔

AsliAhleSunnet.com

ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ: "أما كان يجد هذا ما يغسل به ثيابه" کیا اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ اپنے کپڑے دھولے۔(۱)

گردوپیش کی صحت بخش صفائی (Hygienic Environmental Sanitation):

اسلام چونکہ صفائی وستھرائی والا مذہب ہے، اس لیے یہ بھی میڈیکل سائنس کی طرح پورے ماحول کو صاف ستھرا اور صحت بخش رکھنے کی تاکید فرماتا ہے، لباس، گھروں، مسجدوں کے ساتھ ساتھ اسلام راستوں کو بھی صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اتقوا اللعانين، قالوا: وما اللعان يا رسول الله! قال: "الذي يتخلى في طريق الناس أو في ظلهم" ان دو کاموں سے بچو جن پر لوگ لعنت بھیجتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے دریافت کیا کہ لعنت والے وہ دو کام کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ میں پاخانہ کرنا۔(۲)

چند متعدی بیماریوں کے متعلق تجربہ:

آج کی میڈیکل سائنس اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ چند بیماریاں متعدی ہیں، جو چھوت چھات یا قریب رہنے سے ایک دوسرے میں منتقل ہو جاتی ہیں، جیسے:

۱- جذام: یہ ایسا مرض ہے جو چھوت چھات سے ایک دوسرے میں منتقل ہو جاتا ہے۔

۲- طاعون: یہ بھی ایسا مرض ہے کہ اگر طاعون زدہ مقام سے بھاگا نہ جائے تو سب کو لاحق ہو جائے گا۔

۳- آج میڈیکل سائنس کتے سے ہونے والی بیماری کو متعدی بتاتی ہے وغیرہ۔

بیماری کے متعدی ہونے کے متعلق اسلام کا نظریہ:

بیماری کیسی بھی ہو متعدی نہیں ہوتی بلکہ اللہ نے جو تقدیر میں لکھ دیا ہے وہی ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا﴾ (۳) یعنی کہہ دو (اے محمد ﷺ) ہم لوگوں کو ہرگز نہیں پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہم لوگوں کے واسطے لکھ رکھا ہے۔ (جونا گڑھی) اور آگے اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿قل لن ينفعكم الفرار إن

---

(۱) ابوداود، ح:۴۰۶۲، صححہ الالبانی رحمہ اللہ: مسند احمد، ح:۱۰۸۵، سندہ جید۔

(۲) صحیح مسلم، ح:۲۶۹۔

(۳) سورۃ التوبہ:۵۱۔

AshAhleSunnet.com

فررتم من الموت أو القتل﴾ (۱) یعنی ہرگز نفع نہیں دے گا بھاگنا تم لوگوں کو اگر تم لوگ موت سے یا قتل ہونے سے بھاگو گے۔ (جوناگڑھی)

صحیح بخاری میں ہے: "عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: لا عدوى" الحديث. یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ کسی مرض میں تعدی نہیں ہے یعنی کسی بیمار کی بیماری کسی دوسرے کو لگتی نہیں۔

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: لا عدوى ولا صفر ولا هامة فقال أعرابي: يا رسول الله! فما بال الإبل التي تكون في الرمل كأنها الظباء فيجيء البعير الأجرب فيجربها؟ فقال رسول الله ﷺ: فمن أعدى الأول؟". (۲)

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کی بیماری کسی دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ ھامہ (☆) اور نہ صفر (☆)، پس ایک اعرابی نے کہا اے اللہ کے رسول (ﷺ)! تو کیا وجہ ہے کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کے مثل ہوتے ہیں پھر خارشی اونٹ ان میں ملتا ہے تو ان کو خارشتی بنا دیتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو پہلے اونٹ کو کس نے خارشتی بنایا"۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ ہی نے دوسرے اونٹوں کو بھی ابتداءً خارشتی بنایا جیسا کہ اسی نے پہلے اونٹ کو ابتداءً خارشتی بنایا۔ ان دونوں حدیثوں کے عموم سے صاف معلوم ہوا کہ طاعون متعدی نہیں ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرارا منه" (۳) یعنی جس جگہ طاعون واقع ہو اور تم وہاں ہو تو وہاں سے راہ فرار اختیار مت کرو۔ یہ حدیث نص صریح ہے اس بات پر کہ طاعون متعدی نہیں ہے کیونکہ اگر طاعون متعدی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ طاعونی مقام سے بھاگنے کی ممانعت نہ فرماتے، بلکہ وہاں سے بھاگنے کا حکم دیتے، اگر کوئی کہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "فر من المجذوم كما تفر من الأسد" (۴) یعنی "مجذوم سے تم ایسا بھاگو جیسا کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔ اور فرمایا: "لا يورد ممرض على

---

(۱) سورۃ الأحزاب: ۱۶۔ (۲) صحیح مسلم: (۲۲۲۰) (۳) صحیح مسلم: (۲۲۱۸)

(☆) عرب کا خیال تھا کہ بڑے آدمیوں کی روحیں الو پرندے کی شکل میں آتی رہتی ہیں اور وہ اس سے بدفالی لیتے تھے۔

(☆) صفر پیٹ کے کیڑے کو کہتے ہیں۔ عربوں کا اعتقاد تھا کہ یہ کیڑا بھوک لگنے پر دوڑتا ہے اور درد کے مارے اس میں مبتلا شخص کبھی کبھی مر بھی جاتا ہے۔ یہ لوگ اس بیماری کو بھی متعدی مانتے تھے۔ (۴) صحیح بخاری (۵۷۰۷)

AsliAhleSunnet.com

مصح" (۱) یعنی بیمار اونٹ والا اپنے بیمار اونٹوں کو صحیح اونٹ والے کے صحیح اونٹوں میں نہ ملائے۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جذام اور اونٹ کی بیماری متعدی ہے۔ پس ان دونوں حدیثوں اور احادیث مذکورہ میں جمع وتوفیق کی صورت کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان احادیث میں باہم جمع وتوفیق کی بہت سی صورت ائمۂ دین نے بیان کی ہیں۔ ہم یہاں صرف ایک وجہ لکھتے ہیں جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اولی کہا ہے اور جس کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبہ (ص ۵۶) میں لکھتے ہیں کہ حدیث "لا عدوی" اور حدیث "فر من المجذوم" میں جمع وتوفیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ عدوی کی نفی جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے وہ اپنے عموم پر باقی ہے اور کیونکر اپنے عموم پر باقی نہیں رہے گی، حالانکہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا ثابت ہے کہ کسی کی کوئی بیماری کسی کو نہیں لگتی۔ اور آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا بھی ثابت ہے کہ کس نے پہلے اونٹ کو خارشتی بنایا" (اس اعرابی کے جواب میں جس نے کہا تھا کہ خارشتی اونٹ جب اچھے اور تندرست اونٹوں میں ملتا ہے تو ان کو بھی خارشتی بنا دیتا ہے) یعنی اللہ تعالی ہی نے دوسرے اونٹوں کو بھی ابتداءً خارشتی بنایا جیسا کہ اس نے پہلے اونٹ کو ابتداءً خارشتی بنایا لیکن مجذوم سے بھاگنے کا حکم سو یہ من باب سد ذرائع ہے تا کہ تعدیہ کا غلط اعتقاد کسی کے دل میں نہ آئے یا وہ اس واسطے کہ جو شخص مجذوم سے میل جول رکھتا ہو اور اس کو محض اللہ کی تقدیر سے ابتداءً جذام ہو جائے، نہ میل جول رکھنے کی وجہ سے تو اس کے دل میں یہ غلط اعتقاد پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کو جو یہ بیماری ہوئی سو مجذوم سے میل جول رکھنے کی وجہ سے اور جب یہ غلط اعتقاد اس کے دل میں پیدا ہوگا تو وہ گناہ میں پڑے گا، پس رسول اللہ ﷺ نے مجذوم سے بھاگنے اور اس سے میل جول نہ رکھنے کا حکم دیا کہ دل میں اس غلط اعتقاد کے آنے کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ (۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قانون شریعت کی رو سے طاعون متعدی مرض نہیں ہے اور عقلاً بھی اس کا متعدی ہونا ثابت نہیں ہے اور اس کے تعدیہ کے جو ثبوت پیش کیے جاتے ہیں وہ مخدوش اور نا قابل تسلیم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سر میجر کل گہارن اور ہیفکن نے بمبئی کے طاعون میں مزید تحقیقات کے بعد جو رائے ظاہر کی اور لکھا وہ یہی کہ طاعون متعدی مرض ہی نہیں ہے اور کل گہارن کی تحقیقاتی کمیٹی کی تنہا یہ رائے نہیں ہے بلکہ یورپ کے ایک گروہ کا بھی یہی خیال ہے۔

☆☆☆

(۱) صحیح مسلم، ح: ۲۲۲۱۔ (۵) مقالات محدث مبارکپوری رحمہ اللہ۔

AsliAhleSunnet.com

جغرافیائی آثار

انسانی زندگی پر ماحولیات کا اثر

مختار احمد عبدالوہاب
فضیلت سال دوم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أمابعد:

اللہ تعالی کی جو بے شمار نعمتیں انسان کو حاصل ہیں، ان میں ایک اہم ترین نعمت اس کے گرد پھیلے ہوئے ماحول کا اس کے موافق ہونا ہے۔ قدرت نے اگر کچھ ایسی چیزیں پیدا کیں، جن کے استعمال سے آلودگی جنم لیتی ہے تو ایسے قدرتی وسائل بھی پیدا کیے جو ان آلودگیوں کو ہضم کر جاتے ہیں، لیکن سائنس کے قدم آگے بڑھانے کی وجہ سے جہاں ایک طرف اشیا کی پیداوار بڑھی اور راحت وآسائش کے اسباب وجود میں آئے، وہیں دوسری طرف ان صنعتوں سے خارج ہونے والے فضلات سے فضائی، آبی، اور صوتی آلودگی نے جنم لیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کرۂ ارض کے اوپر اوزون بھی اب محفوظ نہیں رہی ہے، جس کے اثرات فصلوں، انسانوں اور دیگر جانداروں پر مرتب ہوتے رہے ہیں۔

۱- ماحولیات کی تعریف وتشریح:

لفظ ماحولیات (Ecology) یونانی لفظ "Oikos" سے لیا گیا ہے جس کا معنی گھر کے ہیں اور Logos کے معنی مطالعہ کے ہیں تو ماحولیات کے معنی گھر کے مطالعہ کے ہوئے۔ اس کو میدانی نباتات بھی کہتے ہیں۔(۱)

ماہر ماحولیات اے پی اوڈم (A.P.Odum) نے اپنے پیش کردہ جدید نظریہ کی روشنی میں ماحولیات کی تعریف اس طرح کی ہے کہ یہ فطرت کی ساخت اور فعل کا مطالعہ ہے۔ یہ تعریف عضویوں اور ماحول اکائی یا منظم کل کی طرح پیش کرتی ہے۔ ان کے درمیان امتیاز کو مٹانے کی کوشش کرتی ہے۔ مزید اس تعریف کے مطابق فطرت میں علاقے کے تمام جاندار اجسام شامل ہیں، یعنی یہ کہا جاتا ہے کہ ماحولی نظام علاقے کے تمام جاندار عضویے ان کے گرد طبعی ماحول سے بنتے ہیں، جس میں یہ دونوں اجزا ایک دوسرے پر فعلیاتی اثر ڈالتے ہیں۔(۲)

ٹیلر (Taylor 1936) نے ماحولیات کی تشریح کے سلسلے میں اس بات کی صحیح نشان دہی کی ہے کہ ماحولیات

---

(۱) جامع اردو انسائیکلوپیڈیا، جلد ۶، ص: ۳۸۶۔

(۲) ماحولیاتی مطالعہ برائے بی، اے، سال اول، ص: ۳۔

AsliAhleSunnet.com

حیاتیاتی سائنس کی ایک ایسی شاخ ہے جو ان جاندار اجسام اور ان کے ماحول کے درمیان تعلقات کا مطالعہ کرتی ہے جو ماحولیاتی نظام کے تحت اپنی زندگی کی تکمیل کرتے ہیں، ماحولیات ماحول کے ہر گوشہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔(۱)

لفظ ماحولیات کا سب سے پہلے استعمال ۱۸۸۵ء میں جرمن ماہر حیوانیات ریٹر (Reiter) نے اپنے ایک مقالہ میں کیا تھا۔(۲)

۲-ماحولیات کے اجزائے ترکیبی:

ماحولیات کے اجزائے ترکیبی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) قدرتی ماحول (۲) انسانوں کے ذریعہ تشکیل شدہ ماحول۔ قدرتی ماحول میں پانی، ہوا، مٹی، پہاڑ، دریا، نباتات اور حیوانات وغیرہ ہیں جبکہ انسانوں کے ذریعہ تشکیل شدہ ماحول میں بلڈنگ، ریلوے لائن، پارک، پل، سڑکیں، صنعت اور قدیم وجدید بلند وبالا عمارتیں وغیرہ ہیں۔ یہ انسانی زندگی پر اور معیشت پر ماحولیات کے اجزائے ترکیبی کو تشکیل دینے میں اہم کردار کرتے ہیں۔ (۳) انسانوں کی مثبت ومنفی حرکات ماحولیات کو عمدہ بنانے یا بگاڑنے میں اہم رول ادا کرتی ہیں، جن کا اثر کرۂ ارض (Biosphere) پر پڑتا ہے، مثلاً انسانوں کا ارتقا ماحولیات میں تبدیلیوں کی وجہ سے ہوتا رہتا ہے، قدرتی آب وہوا میں تبدیلی کی وجہ سے انسانی ماحولیات میں بھی تبدیلیاں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ (۴)

۳-ماحولیاتی نظام اور اہمیت:

بنیادی طور پر ماحولیاتی نظام دو عناصر پر مشتمل ہوتا ہے: حیاتی عناصر (Biotic) اور غیر حیاتی عناصر (Abiotic) ان ماحولیاتی نظام اجسام کو تین زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) پیدا کنندگان (Producers)، (۲) صارفین (Consumers)، (۳) تحلیل کندگان (Decomposers) (۵)۔ حیاتی عناصر اور غیر حیاتی عناصر ایک نامیاتی جسم دوسرے کے لیے غذا بن جاتا ہے، یہ دونوں عوامل ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، یہ دونوں اجزا باہمی طور پر ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں، ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ (۶)

---

(۱) ماحولیاتی مطالعہ بی، اے، سال اول، ص:۳۔

(۲) جامع اردو انسائیکلوپیڈیا، ج۳، ص:۵۱۵۔

(۳) اردو ماہنامہ سائنس نئی دہلی، نومبر ۲۰۱۴، ص:۱۷، ج۲۱، شمارہ:۱۱۔

(۴) اردو ماہنامہ سائنس نئی دہلی، نومبر ۲۰۱۴، ص:۱۸، ج۲۱، شمارہ:۱۱۔

(۵) ماحولیاتی مطالعہ بی، اے، سال اول، ص:۵، ۶۔

(۶) ماحولیاتی مطالعہ بی، اے، سال اول، ص:۶۔

AsiAbleSunnat.com

انسانی نقطۂ نظر سے علم ماحولیات کی کافی اہمیت ہے، اس علم کے ذریعہ بہت سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں، مثلاً ایک کاشت کار کو ماحول کے متعلق معلومات حاصل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے پودے ماحول کے اعتبار سے اگا سکے، اسی طرح ان معلومات کی مدد سے انسان بہت سے آنے والے نقصانات سے بچ سکتا ہے۔

۴-ماحولیاتی آلودگی کے اسباب:

انسانی استعمال کی کسی بھی چیز کے غیر معیاری ہونے کو آلودگی کہا جاتا ہے، چنانچہ آلودگی سے مراد ہوا، پانی اور زمین کی طبعی کیمیا اور حیاتیاتی خصوصیات میں وہ ناپسندیدہ اور نامناسب تبدیلیاں ہیں جن سے انسان اور دیگر جانداروں کی زندگیوں کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، چنانچہ فضا، پانی اور مٹی میں ناپسندیدہ غیر فطری اجزا کی شمولیت سے ان سب کے حقیقی وفطری اجزائے ترکیبی میں تبدیلی آگئی ہے جن کے اثرات تمام حیوانات ونباتات پر پڑ رہے ہیں۔

ماحولیاتی آلودگیوں کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: (۱) فضائی آلودگی (۲) آبی آلودگی (۳) زمینی یا مٹی کی آلودگی (۴) صوتی آلودگی (۵) سمندری آلودگی۔(۱)

ماحولیاتی آلودگیوں کی وجوہات کو دو بڑے حصوں قدرتی اور انسانی وجوہات میں تقسیم کر سکتے ہیں، قدرتی وجوہات میں آتش فشاں کا پھٹ جانا، زلزلہ کی وجہ سے زمین سے نکلنے والی گیس، معدن، جانوروں کے مرنے سے پھیلنے اور پیدا ہونے والی بدبو وغیرہ ہیں، جبکہ انسانی سرگرمیوں سے پیدا ہونے والی وجوہات مصنوعی ہوتی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ہر سال ۱۶ر کروڑ صنعتی فضلہ زمین پر ڈالا جاتا ہے، مختلف صنعتیں مل کر سالانہ دو کروڑ ٹن راکھ پیدا کرتی ہیں، جو زمین کی مٹی پر جمع ہو کر مٹی کی زرخیزی کو ختم کر رہی ہیں۔ ہندوستان کے ۴۵ر بڑے شہروں میں ہر دن ٹھوس کچرے کی مقدار اور اوسط تقریباً ۵۰ر ہزار ٹن ہے اور صرف امریکہ میں سالانہ ۵۰ر ملین کمپیوٹرس بیکار ہو کر الکٹرانک کچرے میں شامل ہو رہے ہیں۔(۲)

فضائی آلودگی میں گاڑیوں، سواریوں، جہاز، بجلی گھروں کا دھواں، کارخانوں کا سیال، ٹھوس فضلہ، اسلحہ ساز فیکٹریوں سے نکلنے والی تابکاری شعاعیں اور فضا میں پھیلنے والی زہریلی گیس وغیرہ یہ سب خصوصاً فضائی آلودگی کو پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں، ۹۲٪ آلودگی کارخانوں اور سواریوں سے نکلنے والے دھویں کی وجہ سے ہوتی ہے اور فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ کی بھاری مقدار پیدا ہوتی ہے اور آکسیجن کی مقدار میں کمی آتی ہے جن سے

---

(۱) اسلام اور ماحولیات، ص: ۸۴۔

(۲) ماحولیاتی مطالعہ بی۔اے، سال اول، ص: ۵۳۔

AsliAhleSunnet.com

جانداروں کی زندگی کو خطرہ پیدا ہوتا ہے۔(۱)

گھروں کی نالیوں سے نکلا ہوا پاخانہ پیشاب (Seawages) کارخانوں سے نکلتے ہوئے بیکار کیمیائی مادے اور پانی ڈیٹرجینٹ (Detergent) جسے ڈی ٹی ٹی فینائل، گمکسن وغیرہ صنعتی فضلات، فضائی آلودگی کے بادل، جہاز رانی کی غلاظتیں، ان کے ذریعہ ندیوں، تالابوں، سمندروں کا پانی زہریلا ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ ہر سال تقریباً ۱۱/۱۰×۵.۴ ٹن آلودگیاں سمندر میں ڈالی جاتی ہیں اور ہر سال ۸۸/ملین ٹن تیل بہ جاتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک اندازے کے مطابق سویڈن میں ۲۵۰۰/جھیلیں مچھلیوں کی بقا کے لیے خطرہ ہیں اور ۵۵۰۰/جھیلوں میں تیزاب خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔(۲)

۵-ماحولیاتی آلودگی کے مضر اثرات:

قدرتی نظام یا فطری عمل میں تبدیلی کا اثر تمام جانداروں پر پڑتا ہے، چنانچہ مٹی کی فطری ترکیب میں تبدیلی اور غیر فطری عوامل کی اس میں شمولیت سے مٹی کا نظام تبدیل ہو جاتا ہے، اس سے انسان، حیوان، پودے اور آب وہوا سب کچھ متاثر ہو جاتے ہیں، صنعتی وشہری کچرے، ریڈیائی تابکار شعاعیں ان سب نے مل کر زمین کو جانداروں کے رہنے کے لیے ناممکن اور غیر محفوظ بنا کر رکھ دیا ہے، مجموعی طور پر مٹی کی آلودگی کے اثرات سے آب وہوا متاثر ہوتی ہے، بیماریاں پھیلانے والے بیکٹیریا اور جرثوموں کی افزائش ہوتی ہے۔ کیڑے، چوہے اور گھونس پیدا ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے انسان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، مٹی کی پیداواری صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔(۳)

انسانی فضلہ میں بیکٹیریا اور کیڑے ہوتے ہیں، جو مختلف امراض کو پیدا کرتے ہیں اور زمین پر گرنے کے بعد مٹی میں مل کر طویل عرصہ تک زندہ رہتے ہیں، ٹائفائڈ، پیچش وغیرہ بیماریاں ان ہی کی وجہ سے پرورش پاتی ہیں جو صحت مند لوگوں کو متاثر کرتی ہیں۔(۴)

آبی وسمندری آلودگی کی وجہ سے نکلنے والی خوشگوار ہواؤں میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے عالمی ہواؤں کے رخ، بو اور کیفیت میں تبدیلی ہو جاتی ہے، جس کا اثر زمینی زندگی کے تمام اجسام پر پڑتا ہے، پانی پر تیرتے تیل کی وجہ سے سورج کی شعاعیں پانی کے اندر تک نہیں پہنچ پاتی ہیں جس کی وجہ سے زیر سمندر بھی متاثر ہوتی ہے اور آبی پرندے، مچھلیاں متاثر ہوتی ہیں، سمندر کے تیل کھانے یا آکسیجن کی کمی کی وجہ سے مر جاتی ہیں۔(۵)

---

(۱) ماحولیاتی مطالعہ بی،اے، سال اول، ص: ۳۷۔ (۲) اسلام اور ماحولیات، ص: ۱۲۱۔
(۳) ماحولیاتی مطالعہ بی،اے، سال اول، ص: ۵۵۔ (۴) ماحولیاتی مطالعہ بی،اے، سال اول، ص: ۵۴۔
(۵) ماحولیاتی مطالعہ بی،اے، سال اول، ص: ۵۷۔

AhlAlHeSunnet.com

ایک سروے کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں ۲۵/ملین انسان آلودہ پانی کے سبب موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں، ہر گھنٹہ میں تقریبا ایک ہزار معصوم بچے موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں، اور بیمار ہونے والوں کی تعداد ۸۰۰/ملین افراد سالانہ ہے۔(۱)

صاف پانی کی عدم دستیابی کا ہی نتیجہ ہے کہ ۹۸٪ ترقی یافتہ ممالک کے ۹۷/کروڑ ۲۰/لاکھ افراد مناسب خوراک سے محروم ہیں حتی کہ صنعتی طور پر ترقی یافتہ ملکوں میں بھی تین کروڑ ۴۰/لاکھ افراد کو مناسب خوراک نہیں ملتی۔(۲)

فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور دیگر زہریلی گیسوں کی مقدار میں اضافہ ہونے سے اوزون کی چادر (Ozon Layer) کو کافی نقصان پہنچا ہے، ہوائی آلودگی کا شکار دوملین افراد ہیں، تپ دق (Tuberculosis, T.B.) ٹی بی ایک متعدی بیماری ہے جو ہوا کے ذریعہ پھیلتی ہے اور پھیپھڑوں کو متاثر کرتی ہے، آج دنیا میں دوملین لوگ اس سے متاثر ہیں، ہر سال تقریبا نوملین لوگ اس مرض سے متاثر ہو رہے ہیں، اور ان میں سے تین ملین لوگ مر رہے ہیں۔(۳)

عالمی صحت کے ادارے (W.H.O) نے ۲۰۱۲ء کے اعداد و شمار شائع کیے ہیں جس کے مطابق ہر سال تقریبا ۷۰/لاکھ لوگ ماحولیاتی آلودگی سے جاں بحق ہو جاتے ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق ہر آٹھ موت میں سے ایک کا سبب ہوائی آلودگی ہوتی ہے۔(۴)

۶-تحفظ ماحولیات میں حیوانات ونباتات کا کردار:

پیڑ پودے اور جنگلات تحفظ ماحولیات کے باب میں خاص اہمیت رکھتے ہیں، اس لیے کہ صنعتی کارخانوں اور دیگر انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی زہریلی گیس کاربن ڈائی آکسائیڈ وہائیڈروجن وغیرہ کو جذب کر کے آکسیجن میں تبدیل کرنے کا کام بھی یہی جنگلات و پیڑ پودے کرتے ہیں، اس لیے ماہرین درختوں اور پیڑ پودوں کو آکسیجن کی فیکٹریاں کہتے ہیں۔(۵)

جانور ۷۰/فیصد جنگلوں میں رہتے ہیں اور بعض جانوروں کے اقسام انسانی آبادی میں گھل مل کر رہتے ہیں جو تحفظ ماحولیات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، چنانچہ بہت ایسے زہریلے جانور ہیں جو فضا میں موجود زہریلی گیسوں کو پی لیتے ہیں،

---

(۱) اسلام اور ماحولیات، ص:۱۱۲۔
(۲) اسلام اور ماحولیات، ص:۱۱۴۔
(۳) ماحولیاتی مطالعہ بی۔اے، سال اول، ص:۷۹۔
(۴) اردو ماہنامہ سائنس نئی دہلی، جون ۲۰۱۴ء، ص:۳۹، ج ۲۱، شمارہ:۶۔
(۵) اسلام اور ماحولیات، ص:۱۸۵۔

AsliAhleSunnet.com

ورنہ انسان زہر آلود سانس لینے کی وجہ سے موت کی نیند سو جاتے۔(۱)

۷-تحفظ ماحولیات میں عالمی کوشش:

تحفظ ماحولیات کے سلسلے میں سب سے بڑی اور عالمی کوشش ۱۹۹۷ء میں جاپان کے شہر کیوٹو (Kyoto) میں ایک معاہدے کی شکل میں وجود میں آئی، انفرادی طور پر تقریبا تمام ہی ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ملکوں میں تحفظ ماحولیات کے قوانین موجود ہیں۔ خود ہمارے ہندوستان میں ۱۹۷۴ء میں پانی کی حفاظت کے لیے پہلا ماحولیاتی قانون بنایا گیا، پھر ۱۹۸۱ء میں فضائی آلودگی کے اثرات کو روکنے کے لیے ایکٹ پاس کیا گیا۔ ۱۹۸۶ء میں ایک وسیع تر قانون (ماحولیاتی بچاؤ ایکٹ) (Environmental Protection) وضع کیا گیا۔ اس قانون کے تحت مرکزی حکومت کو اختیارات دیے گئے ہیں کہ وہ کسی بھی صنعت یا کارخانے کے خلاف کسی بگاڑ کے سبب کارروائی کروا سکتی ہے، اسی طرح ملک کے ہر انسان کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی صحت وعافیت کی حفاظت کے لیے کسی بھی آلودہ کار کے خلاف شکایت کر سکتا ہے۔(۲)

لیکن افسوس! یہ سب "حبر علی الورق" تک ہی محدود ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ آج انسان نظام فطرت سے کافی دور جا چکا ہے، کائنات کے فطری ماحول اور وسائل زندگی کے تحفظ کے بجائے ان کی تباہی کے اسباب فراہم کر رہا ہے، اس کے ہاتھوں تباہی کے اسباب میں سب سے خطرناک آلودگی کا ہمہ گیر سیلاب ہے، جو پورے عالم کے لیے ایک سنگین مسئلہ کی نوعیت اختیار کر چکا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ فطری نظام پر چلنے کے ساتھ ہی فطری ماحول اور وسائل زندگی کی حفاظت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

(۱) اسلام اور ماحولیات، ص:۱۹۴۔

(۲) اسلام اور ماحولات، ص:۱۶۶۔

AapkiAhleSunnet.com

اردو ادب

وہ جو بولے تو الفاظ سے خوشبو آئے
ایسی بولی وہی بولے جسے اردو آئے

AsliAhleSunnet.com

گوشۂ افتخار

عبدالحلیم شرؔر اوران کی ادبی خدمات

عطاء اللہ عبداللہ
فضیلت سال اول

مولانا عبدالحلیم شرؔر رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین، مؤرخ، ادیب، ناول نگار، بلند مرتبہ صحافی اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے، تحقیق وترجمہ میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا، تمام علوم دینیہ پر آپ کو مکمل دستگاہ حاصل تھی۔ علم حدیث میں آپ کی ژرف نگاہی مسلم تھی۔ علمائے کرام آپ سے حدیث میں استفادہ کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ آپ جامع العلوم تھے۔ طب اسلامی سے بھی خاص شغف تھا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے نامور عالم تھے، لیکن آپ کی شہرت اردوادب کی خدمت کی وجہ سے ہوئی۔ آپ کے احسان سے دنیائے ادب کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ (۱)

ابتدائی زندگی اور تعلیم:

مولانا عبدالحلیم شرؔر رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۷۶ھ = ۱۸۶۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام تفضل حسین تھا۔ نسباً عباسی وہاشمی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب امین رشید تک منتہی ہوتا ہے۔ (۲)

آپ کی تعلیم کا آغاز ۵ رسال کی عمر میں ہوا۔ آپ کے پہلے استاد آپ کے نانا کے چھوٹے بھائی محمد حفیظ الدین تھے۔ آپ نے حافظ الہی بخش سے قرآن مجید اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ منشی عبداللطیف سے خطاطی اور شرح وقایہ کی تعلیم حاصل کی۔ حکیم محمد مسیح سے طب کی ابتدائی تعلیم پائی۔ ملا محمد باقر سے ہدایۃ النحو، کافیہ اور شرح ملا جامی پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ (۳) مفتی میر عباس سے دیوان حماسہ ومقامات حریری اور مولوی نور محمد ملتانی سے علم حدیث میں شرح نخبہ اور سنن ترمذی پڑھی۔ (۴) مرزا ہدایت اللہ شیرازی سے ملا حسن اور شرح ہدایۃ الحکمۃ، سید جمال سے مثنوی روم اور مولانا تقی الدین صاحب سے شرح مسلم، ملا حمد اللہ اور قاضی مبارک پڑھی۔ (۵)

اس وقت شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث کا ہر طرف چرچا تھا، چنانچہ ان

(۱) چالیس علمائے اہل حدیث از عبدالرشید عراقی، ص: ۱۱۶۔
(۲) چالیس علمائے اہل حدیث: ص ۱۱۷۔
(۳) عبدالحلیم شرر از پروفیسر جعفر رضا، ص: ۲۱۔
(۴) عبدالحلیم شرر، ص: ۲۹۔
(۵) محدث، مارچ ۲۰۰۱ء، ص: ۳۷۔

AsliAhleSunnet.com

کے چشمۂ علم حدیث سے فیضیاب ہونے کے لیے مولانا شرر رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱۸۷۹ء میں دہلی پہنچے اور ڈھائی سال وہاں قیام کر کے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، موطأ امام مالک اور تفسیر جلالین پڑھی۔(۱)

مولانا نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درس میں دو نجدی طلبہ سے آپ کی شناسائی ہوئی۔آپ نے ان دونوں کے پاس شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب التوحید'' دیکھی۔اس وقت اس کتاب کے خلاف بہت بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا، چنانچہ آپ نے اس کا ترجمہ کرڈالا اور صفر ۱۳۰۰ھ میں یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی، اس طرح ہندوستان میں ''کتاب التوحید'' کا پہلی بار ترجمہ مولانا شرر رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں عمل میں آیا۔(۲)

فراغت تعلیم کے بعد آپ لکھنؤ واپس آئے اور مولانا عبدالحئی بن عبدالحلیم لکھنوی کی سفارش پر مطبع نول کشور لکھنؤ میں مسودات کی تصحیح پر مامور ہوئے، تھوڑے ہی دنوں بعد منشی نول کشور نے آپ کو اودھ اخبار میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر ملازمت دلوادی، آپ نے اودھ اخبار میں مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کردیا، اور ایک مضمون ''روح'' کے عنوان پر اتنا عمدہ لکھا کہ سرسید احمد خاں کو کافی پسند آیا اور انھوں نے منشی نول کشور کو خط لکھا کہ:

''اودھ اخبار میں ''روح'' پر جو مضمون چھپا ہے، بہت اعلی درجے کا ہے، میں اپنی تفسیر میں اس کے چند خیالات کو لینا چاہتا ہوں، لہٰذا ان صاحب سے جن کا وہ مضمون ہو مجھے اخذ کرنے کی آپ اجازت دلوادیجیے''۔(۳)

منشی نول کشور نے مولانا شرر سے دریافت کر کے سرسید کو ان کے خواہش کے مطابق اجازت دے دی۔

مولانا شرر رحمۃ اللہ علیہ ابتداء حنفی المسلک تھے، لیکن دوران قیام کلکتہ اہل حدیث اور احناف کے ایک مناظرے میں زبانی اور تحریری دونوں طور پر حنفیوں کی شکست سے آپ کی آنکھیں کھل گئیں اور آپ کو اپنا مسلک احادیث کے خلاف نظر آیا، چنانچہ آپ نے بخاری و مسلم کا مطالعہ گہرائی کے ساتھ شروع کردیا اور بقول خود: ''جس قدر زیادہ پڑھا اسی قدر زیادہ نظر آتا گیا کہ حدیثیں ہمارے مسلک حنفیہ کے بالکل خلاف ہیں، چنانچہ اسی وقت سے میں نے آمین و رفع یدین کرنا شروع کردیا''۔(۴)

مولانا عبدالحلیم شرر رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے یہ اعزاز بخشا تھا کہ آپ آٹھ زبانوں کے ماہر تھے۔عربی، فارسی،

---

(۱) عبدالحلیم شرر، ص:۲۸۔ (۲) محدث، مارچ ۲۰۰۱ء، ص:۳۹۔

(۳) محدث، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۳۷-۳۸ مع الاختصار۔

(۴) چالیس علمائے اہل حدیث، ص:۱۱۶۔

AsliAhleSunnet.com

ہندی، انگریزی، جرمن، فرنچ، اطالوی اور اردو تو آپ کے گھر کی لونڈی اور آپ کی دست نگر تھی، مزید یہ کہ آپ نے سنسکرت کا مطالعہ بھی شروع کر دیا تھا۔(۱)

ادبی زندگی:

مولانا شرر کی ادبی شخصیت رنگا رنگ اور ہشت پہل ہے، لیکن آپ کی تمام تر شہرت کا دارومدار تاریخی ناولوں پر ہے، آپ نے بحیثیت مضمون نگار، انشاپرداز رپورتاز نویس، صحافی، شاعر، ادیب اور مؤرخ بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، لیکن اردو ادب کی تاریخ میں مولانا شرر نے بحیثیت ناول نگار ہی شہرت پائی۔

مولانا شرر کی باقاعدہ ادبی زندگی کا آغاز آپ کی اولین ناول ''دلچسپ'' کے ذریعہ ہوا، یہ ناول کافی مقبول ہوا اور چوں کہ عوام کے لیے یہ طرز تحریر بالکل نیا اور اچھوتا تھا، اس لیے لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور خوب فروخت ہوا۔ مولانا شرر کا حوصلہ بڑھا اور آپ نے مکمل طور پر اپنی توجہ ناول نگاری کی طرف مرکوز کر دی۔

۱۸۸۷ء میں مولوی بشیر الدین اٹاوی کے مشورے پر آپ نے اپنا مشہور رسالہ ''دلگداز'' جاری کیا، اور ۱۸۸۸ء میں اس میں اپنا پہلا تاریخی ناول ''ملک العزیز ورجنا'' شائع کرنا شروع کر دیا، اس ناول کے ذریعہ مولانا شرر شہرت ومقبولیت کی بلندی کو پہنچ گئے۔(۲) یہ آپ کا ایسا شاہکار ہے جسے تاریخی ناول نگاری میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے، اس کا موضوع تیسری صلیبی جنگ ہے، جو دو جانباز سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی اور شاہ رچرڈ کے کارناموں سے مزین ہے۔

اس کے بعد آپ تاریخی ناولیں لکھتے رہے، اسلامی تاریخ کے تقریباً ہر انقلابی واقعہ پر ایک ایک ناول لکھا اور اسلامی حکومتوں کے عروج وزوال کے نہایت عمدہ نقشے کھینچے، ۱۸۹۹ء میں آپ نے اپنا شہرۂ آفاق ناول ''فردوس بریں'' لکھا جسے ہر سنجیدہ اہل نظر اور ناقد اردو ادب نے آپ کا سب سے کامیاب تاریخی ناول قرار دیا اور اس میں آپ کی فنکاری کو خوب سراہا۔(۳)

آپ نے کل ۲۴ر تاریخی ناول اور ۱۰ر معاشرتی ناول لکھے۔

---

(۱) چالیس علمائے اہل حدیث، ص: ۱۱۸۔

(۲) مولانا عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار از علی احمد فاطمی، ص: ۱۲۸۔

(۳) بیسویں صدی میں اردو ناول از یوسف سرمست، ص: ۱۲۷۔

AsliAhleSunnet.com

تاریخی ناول یہ ہیں: (۱) درگیش نندنی (ترجمہ) (۲) ملک العزیز ورجنا (۳) حسن انجلینا (۴) منصور موہنا (۵) فلورا فلورنڈا (۶) ایام عرب (۷) فردوس بریں (۸) مقدس نازنین (۹) شوقین ملکہ (۱۰) فتح اندلس (۱۱) قیس ولبنیٰ (۱۲) ماہ ملک (۱۳) فلپانا (۱۴) زوال بغداد (۱۵) رومۃ الکبریٰ (۱۶) الفانسو (۱۷) فاتح مفتوح (۱۸) بابک خرمی (۱۹) جویائے حق (۲۰) لعبت چین (۲۱) عزیز مصر (۲۲) مینا بازار (۲۳) نیکی کا پھل (۲۴) شہزادۂ حبش۔(۱)

معاشرتی ناول یہ ہیں: (۱) دلچسپ (۲) دلکش (۳) بدرالنساء کی مصیبت (۴) یوسف ونجمہ (۵) آغا صادق کی شادی (۶) غیب داں دلہن (۷) حسن کا ڈاکو (۸) دیار حرام پور (۹) خوفناک محبت (۱۰) طاہرہ۔(۲)

ناول نگاری کے میدان میں مولانا شرر کا کمال یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اردو ادب کو لفظ ''ناول'' سے آشنا کرایا۔ بقول یوسف سرمست:

''شرر کی وجہ سے ''ناول'' کا لفظ اردو میں رائج ہوگیا، کیوں کہ شرر نے مغربی نمونہ پر ناول نگاری شروع کی تھی، اور اس لفظ کا حقیقی معنوں میں رواج انھیں کی کوشش سے ہوا''۔(۳)

آپ تاریخی ناول نگاری کے موجد ہیں۔ آپ سے قبل اس کا کوئی تصور نہیں تھا۔ علی احمد فاطمی لکھتے ہیں: ''اردو میں تاریخی ناول نگاری کی حیثیت سے سب سے بڑی شخصیت شرر کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شرر واحد ناول نگار ہیں جنھوں نے اپنے ناول کے کینوس میں تاریخ کا باضابطہ استعمال کیا۔(۴)

بحیثیت مضمون نگار وانشا پرداز:

مولانا شرر مضمون نگاری کی حیثیت سے اردو ادب کی تاریخ میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ آپ نے مختلف ومتنوع موضوعات پر لاتعداد مضامین لکھے، آپ کے بعض مضامین سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں، آپ کے مضامین آٹھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں، جن میں سے بعض کے تین تین حصے ہیں۔(۵)

آپ اردو کے ممتاز صاحب طرز انشا پرداز بھی ہیں، آپ نے اپنے رسالہ ''دلگداز'' میں ''خلوص''، ''لالہ خودرو''، ''اچھوتا پن''، ''باغ آرزو'' اور ''پاس'' جیسے موضوعات پر اپنی جولانیٔ قلم اور انشا پردازی کے کمال دکھائے ہیں۔ علی احمد فاطمی

---

(۱) عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۲۲۰-۲۲۱۔
(۲) عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۳۱۱۔
(۳) بیسویں صدی میں اردو ناول، ص: ۶۳۔
(۴) عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۲۰۹۔
(۵) عبدالحلیم شرر، ص: ۱۳۔

AsliAhleSunnet.com

لکھتے ہیں: ''شرر شاعرانہ انشا پردازی کے ماہر تھے''۔(۱)

فن منظر کشی پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ آپ کی منظر کشی کے بارے میں مجنوں گورکھپوری لکھتے ہیں: ''شرر اردو افسانہ نگاری میں فن منظر کشی کے موجد ہیں اور اس کے لیے ان کو جتنا سراہیں کم ہے''۔(۲)

بحیثیت صحافی:

مولانا شرر نے وقتاً فوقتاً کئی رسالے جاری کیے، جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) دلگداز- ماہنامہ (۲) مہذب ہفت روزہ (۳) محشر ہفت روزہ (۴) سخن سنج - سہ ماہی (۵) اتحاد- پندرہ روزہ (۶) العرفان- ماہنامہ (۷) پیام یار- ماہنامہ (۸) مؤرخ- ماہنامہ (۹) دل افروز- ماہنامہ (۱۰) پردۂ عصمت- پندرہ روزہ (۱۱) ظریف ہفت روزہ۔ (۳)

ان تمام رسائل میں ماہنامہ ''دلگداز'' زیادہ عرصہ جاری رہا، یہ ایک ادبی اور انتہائی مشہور و مقبول رسالہ تھا۔ مولانا شرر نے ۱۸۸۷ء میں اس کے اجرا سے لے کر تادم حیات اس کی ادارت کی تھی۔

بحیثیت شاعر:

مولانا شرر کی شعری کاوشیں عموماً نظر انداز ہوتی رہی ہیں، حالانکہ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے، بلکہ بقول پروفیسر جعفر رضا: ''مولانا شرر کو اردو میں نظم معرا اور نظم آزاد کے بانیوں اور اپنے دور کے کہنہ مشق شاعروں میں شمار کیا گیا ہے''۔(۴)

شرر کے دستیاب کلام میں صرف تین نظمیں ہیں۔ ان میں دو نظمیں ایک ہی بحر میں ہیں، البتہ تیسری مختلف ہے، پہلی دو نظموں کے عنوان ''شب وصل'' اور ''شب غم'' ہیں، جن کے بندوں کی تعداد بالترتیب ۳۰/ اور ۲۸/ ہے۔

آپ کی تیسری نظم ''زمانہ اور اسلام'' ہے جو ۵۰ بندوں پر مشتمل ہے اور مسدس حالی کے تتبع میں لکھی گئی ہے، اس کا ایک بند ملاحظہ ہو:

جو دیکھا تو اک ٹوٹا پھوٹا مکاں تھا — گزشتہ ترقی کا اجڑا نشاں تھا
سماں ہر طرف حسرتوں کا عیاں تھا — ہر ایک اینٹ کے دل سے اٹھتا دھواں تھا

(۱) عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۳۷۔
(۲) عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۳۷۴۔
(۳) جماعت اہل حدیث کی صحافتی خدمات، از مولانا محمد مستقیم سلفی، ص: ۳۳-۳۸۔
(۴) عبدالحلیم شرر، ص: ۱۱۵۔

مٹی جاہ وحشمت تھی دیوار و در سے
نکلتی تھی آہیں چھتوں کے جگر سے (۱)

تصانیف:

مولانا شرر کی تصانیف بے شمار ہیں۔ ڈاکٹر ممتاز منگلوری نے آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد ایک سو چار قرار دی ہے، ان میں مجموعہ ہائے مضامین کی آٹھ جلدیں شامل نہیں ہیں، جن میں بعضوں کے تین تین حصے ہیں۔ (۲)

آپ نے ۲۱/سوانح عمریاں، ۲۴/تاریخی ناول اور ۱۰/معاشرتی ناول لکھے ہیں، جب کہ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے تاریخی ناولوں کی تعداد ۲۸/اور معاشرتی ناولوں کی تعداد ۱۶/ہے۔۔ (۳)

آپ نے اسلامی تاریخ پر ایک کتاب بنام ''تاریخ اسلام'' دو جلد میں اور نبی ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب بنام ''ولادت سرور عالم'' بھی لکھی ہے۔

آپ کی ایک شہرۂ آفاق کتاب ''مسیح اور مسیحیت'' ہے جس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش اور تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں مؤرخین یہود و نصاری اور مسلمانوں کے اقوال جمع کر کے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے اور دلائل کے ذریعہ مؤرخین یہود و نصاری کے اقوال کی تردید کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان کے اوپر ''الحکم الرفاعیۃ'' اور معتزلہ کے اوپر ''معتزلہ اور ان کا عروج وزوال'' جیسی لازوال کتابیں بھی آپ کے رشحات قلم سے وجود میں آئی ہیں۔ (۴)

الغرض مولانا عبدالحلیم شرر تاریخ اردو ادب کا وہ روشن باب ہیں جن کے بغیر اردو ادب کی تاریخ ادھوری ہے۔ پروفیسر جعفر رضا لکھتے ہیں: ''.....اردو ادب کی تاریخ کے متعدد ابواب شرر کے ذکر کے بغیر تشنہ و نامکمل رہ جائیں گے۔ تاریخی ناول نگاری کا تصور شرر کو نفی کر کے نہیں کیا جا سکتا، جب کبھی اردو میں شعر و سخن کی تاریخ لکھی جائے گی، نظم معرا کے بانیوں میں شرر کا بھی نام لیا جائے گا۔ مضمون نگاری اور انشا پردازی کی تاریخ کے مستقل باب کا نام شرر ہے۔ ادبی صحافت کے معیاروں کے تجزیے میں شرر کے کارنامے بیان کیے جائیں گے..... شرر کی ہشت جہت شخصیت کا مد مقابل اردو ادب کی تاریخ میں شاذ و نادر ہی کوئی مل سکے گا''۔ (۵)

---

(۱) عبدالحلیم شرر، ص: ۱۲۰۔
(۲) عبدالحلیم شرر، ص: ۵۹۔
(۳) چالیس علمائے اہل حدیث، ص: ۱۲۰۔
(۴) چالیس علمائے اہل حدیث، ص: ۱۲۳۔
(۵) عبدالحلیم شرر، ص: ۱۳۴۔

AsliAhleSunnet.com

وفات:

افسوس کہ علم وادب کا یہ روشن آفتاب کم وبیش ۴۵ سال تک اپنی ضیابار کرنوں سے اک جہان کو منور کرتا ہوا ۷۶ رسال کی عمر میں جمعہ کے روز صبح چھ بجے یکم جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ/ ۷ دسمبر ۱۹۲۶ء کو لکھنؤ میں غروب ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شام کو آٹھ بجے بھنوائی ٹولہ میں اس یکتائے عصر اور فرید الدہر کو سپرد خاک کر دیا گیا۔(۱)

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے

ادارہ اردو نے مولانا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا: ''افسوس کہ ہم میں ایک ایسا جامع اور وسیع النظر شخص اٹھ گیا ہے جس کا اس وقت کوئی بدل نہیں''۔(۲)

فرحت شاہ جہاں پوری نے آپ کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا:

''..... یہ سچ ہے کہ مولانا اپنا بدل آپ تھے۔ ادب وتاریخ کے میدان میں ان کی حکمرانی تھی۔ وہ ادبیات اردو کا سرمایۂ فخر تھے، بلکہ ایک حد تک یہ کہنا بھی درست ہے کہ انھوں نے انشاپردازی کے قالب میں ایک نئی روح پھونکی اور اپنے طرز تحریر سے میدان انشا میں ایک نیا راستہ قائم کیا''۔(۳)

☆☆☆

(۱) چالیس علمائے اہل حدیث، ص: ۱۲۴، مولانا عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۱۴۶۔
(۲) مولانا عبدالحلیم شرر بحیثیت ناول نگار، ص: ۱۴۶۔
(۳) نفس مصدر، ص: ۱۴۷۔

AsliAhleSunnet.com

تعلق خوشگوار

ادب اور مذہب

طارق اسعد بن اسعد اعظمی
فضیلت سال دوم

کہا جاتا ہے کہ ادب زندگی کا آئینہ ہے، جس میں انسان اپنے گردوپیش کے تمام احوال کا مشاہدہ کرتا ہے اور اس کے ذریعہ سماجی مسائل کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ادب کا زندگی سے اٹوٹ رشتہ ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی زبان کا ادب اپنے اندر بہت سارے موضوعات کو سموئے ہوئے ہے۔ اس کو کسی ایک دائرے میں محدود کرنا یا ایک تنگ نظریے میں مقید کرنا، ادب کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ زیر نظر مقالہ میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ادب کا مذہب سے کیا رشتہ ہے اور آیا ادب کے موضوعات میں مذہب داخل ہوتا ہے یا نہیں؟

ادب اور مذہب کے موضوع پر گفتگو سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ادب کی تعریف کردی جائے تا کہ اس کے خدوخال واضح ہوجائیں اور اس کی روشنی میں ادب اور مذہب کے باہمی ربط کو دیکھا جائے۔

ایک مغربی ادیب نارمن جوک کے مطابق: ''ادب مراد ہے اس تمام سرمایۂ خیالات واحساسات سے جو تحریر میں آچکا ہے اور جسے اس طرح ترتیب دیا گیا ہو کہ پڑھنے والے کو مسرت حاصل ہوتی ہو۔''(۱)

سید عابد علی ادب کی تعریف میں رقمطراز ہیں: ''وہ تمام تحریریں ادب کے دائرے میں داخل سمجھی جائیں گی جن کے مطالب کو ذوق سلیم معیاری تصور کرے گا اور جن کا اسلوب نگارش صناعانہ اور فن کارانہ ہوگا کہ حسن صنعت یا فن کی صنعت لازم ہے۔''(۲)

ڈاکٹر وزیر آغا ادب اور ادیب کا دائرۂ عمل بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ادب بنیادی طور پر ایک اخلاقی فعل ہے اور ادیب اخلاقیات کا بہت بڑا نمائندہ۔''(۳)

ادب کی ان تمام تر تعریفات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ادب ایک محدود اور مقید فن نہیں کہ جس میں ایک مخصوص ہیئت اور ایک خاص طرز کی تحریریں ہی داخل ہوسکتی ہیں، اور ان موضوعات سے خارج تحریریں ادب کے دائرے سے خارج

---

(۱) وکی پیڈیا: زمرہ ''ادب''۔ (۲) اصول انتقاد ادبیات، ص: ۲۹۔
(۳) تعمیری ادبی تحریک از پروفیسر احمد سجاد، ص: ۹۴۔

AsliAhleSunnet.com

تصور کی جائیں گی۔ بلکہ ادب کی تعریف میں فن کاری، ندرت خیال، حسن صنعت اور تاثیر کو مرکزی نقطۂ نظر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مرکزی خیال کی رو سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی مذہبی تحریرات جو اذہان وقلوب پر اثر انداز ہوتی ہیں اور ایک خاص قسم کا وجدان بیدار کرتی ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ انہیں ادب کے زمرے میں نہ داخل کیا جائے!

سید عابد حسین لکھتے ہیں: ''وہی عقائد پائدار ثابت ہوتے ہیں جنھوں نے کائنات کی توجیہ میں کسی نہ کسی مافوق ہستی کا سہارا لیا ہے، غرض ادب کا مقصد یہی ہے کہ اس میں صحیح اور صالح اخلاقی اقدار پیدا کیے جائیں اور وہ اخلاقی اقدار دراصل مذہبی ہوں گی۔''(۱)

پروفیسر اسلوب احمد انصاری فرماتے ہیں: ''یہ فرض کر لینا کہ مذہبی جذبے کی شاعری اعلیٰ اور کھری نہیں ہو سکتی، محل نظر ہے اور عصبیت کی چغلی کھاتا ہے۔ اصل معاملہ احساس کی شدت اور اس کے مکمل شعری اظہار کا ہے۔ بالفاظ دیگر جس موضوع پر شعری کارنامہ وجود میں لایا جا رہا ہے، اگر وہ پوری طرح شعور کی گہرائیوں میں جذب ہو چکا ہے اور اس نے شعری حس کی ایک خاص حد تک تحریک کی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسی شاعری ہمیں اپیل نہ کر سکے۔''(۲)

آل احمد سرور لکھتے ہیں: ''یہ کہنا کہ مذہبی نظریہ ادب میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا، غلط ہوگا، علاوہ اس کے کہ ماضی میں اس کے اثرات سارے ادب پر ملتے ہیں۔ حال میں بھی یورپ میں رومن کیتھولک عقائد کا پرچار اہمیت اختیار کر گیا ہے اور ہندوستان اور پاکستان میں کروڑوں آدمی گہرے مذہبی اثرات کی وجہ سے اس کے ذریعے سے نشہ اور نجات تلاش کرتے ہیں، اس لیے سوال اس کی صحت اور غلطی کا اتنا نہیں جتنا اس کے جامع یا محدود ہونے کا۔ یہ ادب کے تقاضوں کو پورا کرنے کا سوال ہے...''۔(۳)

دنیا کی دیگر زبانوں کے ادب کے برخلاف اردو ادب کا یہ ایک بڑا المیہ رہا ہے کہ ادب کے دائرے سے مذہب کو خارج کرنے کی سعی مذموم کی جاتی رہی ہے، حالانکہ اردو ادب روز اول ہی سے مذہبی اور روحانی اقدار سے سرشار ہے اور مختلف ادیان کے سرچشموں سے زندگی حاصل کی ہے۔ امیر خسرو، پنڈت دیا شنکر نسیم، ڈپٹی نذیر احمد، پنڈت رتن ناتھ سرشار، علامہ اقبال، پریم چند، حفیظ میرٹھی، جگن ناتھ آزاد، سرسید احمد خان، مولانا الطاف حسین حالی، عبدالحلیم شرر، مولوی ذکاء اللہ، وغیرہ وغیرہ ادبا وشعرا نے اردو ادب کو مذہبی ذخیرے سے مالا مال کر دیا ہے اور اس تعلق سے ان حضرات کا اصل مرجع

---

(۱) تعمیری ادبی تحریک، ص:۱۱۴۔

(۲) نقد ونظر، علی گڑھ، شمارہ:۲، ص:۳۳۶۔

(۳) تنقیدی نظریات از سید احتشام حسین ۲/۹۱-۹۲۔

مذہب -خواہ ہندو ہو یا اسلام- رہا ہے۔ علاوہ ازیں مولانا آزاد، علامہ شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، مولانا مودودی اور مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہ دانشوران ومفکرین نے جن اسالیب کے ذریعہ مذہبی فکر کا اظہار کیا ہے وہ بھی ادبیات عالیہ کے شاہکار نمونے ہیں۔

اردو ادب سے مذہب کو خارج کرنے کی تاریخ اور اس کے پس منظر پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نقطۂ آغاز ترقی پسند تحریک کے وجود میں آنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ تحریک کا بنیادی مقصد تھا کہ اردو ادب کو قدامت پرستی اور فرسودہ روایات سے نکال کر اسے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے اور ادب کو محض تفریح کا ذریعہ بنانے کے بجائے انسانی زندگی کا آئینہ بنایا جائے، ادب برائے ادب کے بجائے ادب برائے زندگی کا فلسفہ اپنا کر اسے عوامی زندگی کا ترجمان قرار دیا جائے۔ چنانچہ تحریک کو اپنے اس مقصد میں خاطر خواہ کامیابی تو ملی لیکن بدقسمتی سے یہ محض پروپیگنڈہ اور نعرے بازی کا شکار ہو کر رہ گئی۔ دوسری طرف قدامت پرستی اور فرسودگی پر ضرب لگانے کی آڑ میں مذہبی اقدار کو بھی بھرپور نشانہ بنایا گیا اور حتی الامکان کوشش کی گئی کہ اردو ادب سے مذہب کو خارج کر کے الحاد، لادینی اور مذہب بیزاری کو فروغ دیا جائے۔ چونکہ تحریک کمیونزم سے متاثر تھی اور اس کا بنیادی مرجع روسی ادب تھا، اور روسی ادب کا بنیادی فلسفہ یہ تھا کہ

''مذہب کی حیثیت افیون کی سی ہے، مذہب باطل تصور ہے، انسان کا سب سے بڑا مسئلہ معاش ہے، اسی طرح اس ادب کی رو سے سب سے بڑا مذہب انسانیت ہے اور ادب کا کام مذہب سے متنفر کر کے انسانیت سے اعتقاد پیدا کرنا ہے، اس طرح یہ نظریات ترقی پسند تحریک کے آغاز کا سبب بنے۔'' (وکی پیڈیا) اس لیے اس نے ایسے لٹریچر کی مخالفت کی جو دین و مذہب پر مبنی تھا اور صحت مند مقصد کی دعوت دیتا تھا۔

''تعمیری ادبی تحریک'' کے مصنف پروفیسر احمد سجاد لکھتے ہیں: ''غرض سرسید اور حالی و شبلی کے بعد سے اب تک محض ایک صدی کے اندر اندر مغرب سے مرعوبیت کے اس جدید طرز احساس نے خدا پرستی سے الحاد، شک و تذبذب، اور بابر بہ عیش کوش کے تمام مراحل سے اردو ادب کے ایک حصے کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اس مرعوبانہ اور مقلدانہ طرز احساس نے اردو ادب میں ذیل کی چند بڑی خرابیوں کی وبا عام کرنے میں بڑا مؤثر رول ادا کیا:

(۱) جبریت اور فرار (۲) مایوسی و قنوطیت (۳) مذموم جذبات مثلاً نسل پرستی، علاقہ پرستی، غرور، انتقام، وحشت، دہشت اور درندگی (۴) طبقہ واری منافرت (۵) حیوانی جذبات اور بے قید اخلاق (۶) برائیوں کو خوشنما بنانا اور متقیوں کا مذاق اڑانا وغیرہ'' (۱)

---

(۱) حوالہ مذکور، ص: ۳۱-۳۲۔

AsliAhleSunnet.com

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''بہت سارے لوگ ادب اور مذہب کے رشتے پر اجنبیت کا اظہار کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ادب کا دائرہ مذہب سے وسیع تر ہے، ادب کو دینی مقاصد کے لیے نہیں استعمال کیا جاسکتا۔ اس تعلق سے یہ حضرات مغربی ادب کا حوالہ دیتے ہیں کہ وہ ایک مثالی ادب ہے اور تمام مشرقی ادبا کو اس کی تقلید کرنی چاہیے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ مغربی ادب کو دینی اغراض کے لیے استعمال کیا گیا - اور برابر کیا جاتا رہا ہے- مغربی ادبا نے لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے اور اس کی رغبت دلانے میں ادب کا بھرپور اسہارا لیا ہے۔'' (۱)

اور یہ حقیقت ہے کہ مغرب کا ادبی سرمایہ بھی مذہبیات سے خالی نہیں رہا ہے۔ جان ملٹن، ڈرائڈن، ٹی ایس ایلیٹ، ہومر، ورجل وغیرہ یورپین ادبا و شعرا نے اپنی تحریرات میں مذہب کا کھل کر استعمال کیا ہے۔ فرانسیسی ادب کے متعلق ڈاکٹر یوسف حسین لکھتے ہیں:

''عقلیت اور لادینیت کی شہرت کے باوجود فرانس یورپ میں مسیحیت کے عقائد اور اصول کی سب سے بڑی تجربہ گاہ رہا ہے۔ نوجوان مزدوروں کی مسیحی تحریک جوژوکست کہلاتی ہے موجودہ فرانس کی سیاست میں بڑی جاندار تحریک ہے۔ اس کی تہہ میں مذہبی قدروں کو برقرار رکھتے ہوئے سیاسی اور معاشرتی مقاصد بھی ہیں جو جماعت کی زندگی کو فروغ دینے والے اور اخلاق کی بنیادوں کو مضبوط کرنے والے ہیں۔ یہ تحریک ادب پر بھی اپنا اثر ڈال رہی ہے اور ادب اس پر اثر انداز ہو رہا ہے۔'' (۲)

مغربی ادب و تنقید کا امام ٹی ایس ایلیٹ کہتا ہے: ''میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ سارا کا سارا جدید ادب لادینیت کی وجہ سے خراب ہو گیا ہے اور وہ فطری زندگی کے مقابلہ میں فوق الفطرت زندگی کی اہمیت و تقدیم سے ناواقف و بے خبر ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے میں بنیادی اہمیت دیتا ہوں۔'' (۳)

ڈی ایچ لارنس کے مطابق ''اب کوئی نیا اور جاندار ادب ہوگا تو وہ انسان اور خدا کے باہمی رشتے کے بارے میں ہوگا''۔ (۴)

مذہب کو ادب سے خارج کرتے ہوئے علامہ اقبال کو بھرپور نشانہ بنایا گیا اور ان پر فسطائیت کا الزام بھی عائد کیا

---

(۱) حقیقۃ الادب ووظیفتہ، از ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، ص: ۴۳۔

(۲) فرانسیسی ادب از ڈاکٹر یوسف حسین خان، ص: ۵۶۸۔

(۳) ایلیٹ کے مضامین از مذہب اور ادب، ترجمہ جمیل جالبی، ص: ۲۳۵۔

(۴) تعمیری ادبی تحریک، ص: ۳۲۔

AhlHadeesSunnat.com

گیا۔ چنانچہ اقبال کے تئیں ایک ترقی پسند نقاد کا یہ بے لاگ تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

''اقبال فسطائیت کا ترجمان ہے اور یہ درحقیقت زمانۂ حال کی جدید سرمایہ داری کے سوا کچھ نہیں....وطنیت کا مخالف ہوتے ہوئے بھی اقبال قومیت کا اس طرح قائل ہے جس طرح مسولینی۔ اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ ایک کے نزدیک قوم کا مفہوم نسلی ہے اور دوسرے کے نزدیک مذہبی...فاشسٹوں کی طرح وہ بھی جمہور کو حقیر سمجھتا ہے۔

اقبال کا فلسفۂ زندگی کہتا ہے کہ دنیا کو سائنس اور مشینی صنعت سے منہ موڑ کر قدیم مذہبی نظام کی طرف آنا چاہیے جس کی تدوین مومنوں کے ہاتھ ہوگی۔ یہ نظام قائم کرنے کے لیے شاہیں کی مثال پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی بوقت ضرورت جبر سے کام لینا ہوگا''۔(۱)

حالانکہ اقبال کی شاعری نے جس طرح سے مسلمانوں کے دلوں کو جھنجھوڑا، ان کی تہذیب گم گشتہ کی بازیافت کے لیے جس طرح تاریخ اور فلسفہ کے حوالے سے گفتگو کی اور اسلامی روایات کے استحکام کے لیے اپنے مذہبی تعلیمات، قرآن و حدیث کے خرمن سے خوشہ چینی کی، وہ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے لیے خواب بیداری سے غفلت کا سبب بنی بلکہ ادب عالی کا ایک شاہکار نمونہ بھی قرار دی گئی۔ لیکن چونکہ ان کا ''جرم'' یہ تھا کہ ان کی شاعری کا تانا بانا اسلام تھا جہاں سے وہ اپنی فکر کشید کرتے تھے اس لیے ان پر مذکورہ بالا الزامات عائد کیے گئے۔ رشید احمد صدیقی علامہ اقبال کے دفاع میں فرماتے ہیں:

''اقبال کو کمیونلسٹ (فرقہ پرست) بتایا جاتا ہے جس دیار میں فرقہ پرستی کی وبا پھیلی ہوئی ہو وہاں بڑی شاعری اور بڑا شاعر کا تصور ذہنوں میں نہیں آسکتا، اقبال بڑے شاعر تھے اور بڑا شاعر کمیونلسٹ نہیں ہوسکتا۔ ہمارے نقاد اس نکتے سے یقیناً باخبر ہوں گے کہ بڑے شاعر کی سرحدیں کمیونلزم سے نہیں انسانیت سے ملی ہوتی ہیں۔'' (۲)

مذہب کو ادب سے خارج کر کے اسے کس رخ پر لے جانے کی کوشش کی جارہی ہے ''مشتے نمونہ از خروارے'' اس کی چند نثری و شعری مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

شبیر حسن خاں نہیں لیتا بدلا — شبیر حسن خاں سے بھی چھوٹا ہے خدا (جوش)

اک فرصت گناہ ملی وہ بھی چار دن — دیکھے ہیں ہم نے حوصلے پروردگار کے (فیض)

گھر سے مسجد ہے بہت دور چلو یوں کرلیں — کسی روتے ہوئے بچے کو ہنسایا جائے (ندا فاضلی)

جی خوش ہوا ہے مسجد ویراں کو دیکھ کر — میری طرح خدا کا بھی خانہ خراب ہے (عدم)

---

(۱) ادب اور انقلاب از اختر حسین رائے پوری۔ ص: ۸۰-۸۴-۱۱۰۔

(۲) جدید غزل، رشید احمد صدیقی، ص: ۳۶۔

AsliAhleSunnet.com

نہیں اس دریچے کے باہر تو دیکھ　　خدا کا جنارہ لیے جا رہے ہیں
اسی ساحر بے نشاں کا　　جو مغرب کا آقا ہے مشرق کا نہیں　　(ن،م،راشد)

''واعظانہ اور خطیبانہ انداز بھی ہماری انقلابی نظموں میں کافی پایا جاتا ہے، یہ بھی پرانے طرز کی شاعری کا ایک ترکہ ہے، جس سے ہم دامن چھڑا لیں تو اچھا ہے۔ نوجوانوں سے خطاب، طالب علموں سے خطاب، سپاہی سے خطاب، مزدوروں اور کسانوں سے اب خطاب بند ہونا چاہیے۔ اگر آپ کو کچھ لکھنا ہے تو آپ ''ملاپن'' چھوڑیے لوگ آپ کا بھی مذاق اڑانے لگیں گے۔''(۱)

''ظاہر ہے کہ یہ درویشی اور قلندری، شاہینی اور انفرادیت، تجدید مذہب، اور احیائیت اور تصوف ہمارے کام کی چیزیں نہیں کیوں کہ اس سے آج کے عوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔''(۲)

الحاد اور مذہب بیزاری کے علاوہ فحش نگاری کو بھی خوب خوب فروغ ملا اور اردو ادب کو فحاشی اور عریاں نگاری سے بھر دیا گیا، جنسی اور انفرادی موضوعات کو کھلم کھلا بیان کیا گیا، ترقی پسندی کے نام پر جو گل کھلائے گئے اور جس طرح سے مذہب بیزاری کی دعوت دی گئی، اس کا نتیجہ فحش نگاری کی شکل میں بھی برآمد ہوا۔ بعض ناقدین نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ۳۰ر کی دہائی کے بعد اردو کی کمان شر پسندوں کے ہاتھ میں آ گئی۔

میری نظر میں ادب ہی نہیں وہ اے تابشؔ　　جو میری قوم کے بچوں کو بے حیائی دے

<u>پس حرف</u>: اس تمام تر بحث کا ماحصل یہ ہے کہ دین و مذہب کا ادب سے بڑا گہرا اور مضبوط رشتہ ہے۔ مذہب کو ادب بدر نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کے تمام ادبیات عالیہ میں مذہب پر مبنی لٹریچر کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بنا بریں یہ کہ تمام الہامی کتابیں خواہ وہ کسی بھی زبان کی ہوں اس زبان کے ادب میں سب سے اعلی مقام رکھتی ہیں اور بیشتر ادبی شاہکار مذہبی و اخلاقی نوعیت کے ہیں۔ اردو ادب سے جس طرح دین و مذہب کو در بدر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ نہ صرف قابل افسوس ہے بلکہ ایک طرح سے ادب کے دائرہ عمل کو تنگ کرنے کی سعی بھی ہے۔ اگر ادب عالی سے دین و مذہب کو خارج کر دیا جائے تو ہمیں اپنے بیشتر ادبی سرمایے سے ہاتھ دھونا ہوگا۔

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن　　جو شی کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

☆☆☆

(۱) سجاد ظہیر بحوالہ اردو میں ترقی پسند ادبی تحریک، از خلیل الرحمٰن اعظمی، ص: ۲۹۱، ۲۹۲۔
(۲) ترقی پسند ادب، سردار جعفری۔ ص: ۱۱۴۔

AshAhleSunnet.com

تحریکات

زمانہ تجھ سے بغاوت کی چال چل نہ سکے
وہ زور دست عصائے کلیم پیدا کر

عظیم ملی معمار

مولانا ابوالکلام آزاد اور تحریک خلافت

شہاب الدین عطاء اللہ
عالمیت سال اول

إن الحمد لله الذي خلق الثقلين لعبادته وحده وأكرم المؤمنين بآيته الكريمة "وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين"، والصلاة والسلام على خير خلقه الذي بعث رحمة للعالمين، أمابعد:

نام ونسب:

مولانا ابوالکلام آزاد کا نام محی الدین احمد، تاریخی نام فیروز بخت، کنیت ابوالکلام اور تخلص آزاد تھا۔ مولانا آزاد کی والدہ کا نام عالیہ تھا اور والد کا نام مولانا خیر الدین تھا۔ نسب نامہ یوں ہے: ابوالکلام آزاد بن خیر الدین بن محمد ہادی بن شاہ محمد افضل۔

خاندان وولادت:

مولانا آزاد کے آباواجداد عہد بابری میں ہرات سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے اور پہلے آگرہ میں مقیم ہوئے، پھر غالبا عہد اکبری میں دہلی منتقل ہوئے۔ مولانا آزاد کے دادا مولانا محمد ہادی دہلی کے ایک مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے مولانا کے خاندان میں تعلیم کا رواج بہت پہلے سے تھا۔ پھر جب اکبر نے دین الٰہی کا اعلان کیا اور علمائے وقت سے اس کی تائید میں دستخط طلب کیے تو مولانا جمال الدین نے نتائج کی پرواہ کیے بغیر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے۔ (۱)

پھر ۱۸۵۷ء کے المیے کے بعد مولانا کے والد خیر الدین نے بھی جمال الدین کی پیروی کی اور مکہ معظمہ چلے گئے، وہاں قیام کے دوران خیر الدین نے محلہ قدوہ کے متصل باب السلام میں اقامت اختیار کی اور شیخ محمد بن طاہر وتری کی بھانجی عالیہ سے شادی کر لی۔ (۲)

---

(۱) تذکرہ ابوالکلام آزاد، نئی دہلی ۱۹۶۸ء، ص: ۳۱-۳۳۔
(۲) آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی، دہلی ۱۹۵۸ء ص: ۱۷۔

AshiAbleSunnet.com

مولانا ابوالکلام آزاد کی ولادت مکہ میں ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔(۱) آپ کی پیدائش کے بعد کچھ مدت تک آپ اور آپ کے خاندان وہیں مقیم رہے، پھر ۱۸۹۸ء میں آپ کے والد پورے خاندان کے ساتھ وہاں سے ہندوستان واپس آگئے اور کلکتہ میں مقیم ہوئے۔ مولانا آزاد کی تین بہنیں اور ایک بھائی تھے۔ مولانا اپنے والدین کی آخری اولاد تھے۔(۲)

تعلیم وتربیت:

مولانا آزاد کی ساری تعلیم گھر پر لائق اساتذہ سے ہوئی۔ ان کے والد نہایت قدیم الخیال بزرگ تھے اور وقت کا کوئی مدرسہ ان کے معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔ مولانا آزاد سولہ برس کی عمر میں درس نظامی کی تعلیم سے فارغ ہوگیے اور خود درس دینے لگے۔ ۱۹۰۳ء میں چودہ پندرہ برس کی عمر میں ان کی شادی زلیخا بیگم سے ہوئی۔ اسی زمانے میں مولانا آزاد نے سرسید احمد کی کتابوں کا مطالعہ کیا اور ان سے بہت متاثر ہوئے۔ انھیں انگریزی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور انگریزی زبان کی کچھ استعداد کے بعد بائبل کا مطالعہ اس کے اردو اور فارسی ترجموں کی مدد سے شروع کردیا۔(۳)

زندگی کے کارنامے:

مولانا آزاد کو شروع سے ہی صحافت سے شغف تھا۔ ابھی تعلیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ۱۸۹۹ء میں ایک گل دستہ (نیرنگ عالم) کا اجرا کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۱۰، ۱۱ر برس سے زیادہ نہیں تھی۔ ۱۹۰۲ء میں ''احسن الاخبار'' کے ادارۂ تحریر سے وابستہ ہوگئے۔ ۱۹۰۳ء میں ''خدنگ نظر'' لکھنؤ کے حصہ نثر کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ ۱۹۰۴ء میں مولانا آزاد نے بمبئی کا سفر کیا، وہاں انھوں نے آغا حشر کاشمیری کے ساتھ عیسائی اور آریہ سماج کے مبلغین سے مذہبی مناظرے کیے۔ ۱۹۰۵ء کے آغاز میں بمبئی میں مولانا آزاد کی ملاقات مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ سے ہوئی۔ شبلی نعمانی کی دعوت پر آزاد رحمہ اللہ لکھنؤ آئے اور ''الندوۃ'' کے نائب مدیر ہوگئے اور مولانا شبلی کے زیر اثر لکھنؤ میں ان کا قیام آٹھ نو مہینے رہا۔(۴) ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ سے امرتسر جاکر انھوں نے وکیل کی ادارت سنبھالی۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد ان کے بڑے بھائی غلام یٰسین آہ کا انتقال ہوگیا۔ اس لیے ان کے والد نے ان کو کلکتہ بلالیا۔ کلکتہ میں ہفت روزہ دارالسلطنت کے ادارۂ تحریر سے وابستہ رہے۔(۵)

---

(۱) تذکرہ ابوالکلام آزاد ص: ۳۱۰۔ (۲) آزاد کی کہانی ص: ۱۸۹۔
(۳) لسان الصدق، جون، جولائی ۱۹۰۴ء ص: ۳۰۔ (۴) آزاد کی کہانی، ص: ۳۱۴۔
(۵) آزاد کی کہانی، ص: ۳۱۹۔

AsliAhleSunnet.com

۱۹۰۷ء میں انھوں نے پھر امرتسر جا کر وکیل سے دوبارہ رشتہ استوار کر لیا۔ ۱۹۰۸ء میں مولانا آزاد کے والد خیر الدین کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد مولانا آزاد مشرق وسطی کے سفر میں عراق، مصر، شام اور ترکی میں وقت گزارے اور وہاں سے ۱۹۰۹ء میں واپس آئے۔ اس سفر میں وہ مذہب اور سیاست کے افکار سے متاثر ہوئے اور ان کو یہ فکر ہوئی کہ ہندوستانی مسلمانوں کو پوری دلچسپی اور انہماک سے ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد میں اپنے غیر مسلم بھائیوں کے دوش بدوش کام کرنا چاہیے۔(۱)

جولائی ۱۹۱۲ء میں کلکتہ سے ہفتہ وار الہلال جاری کیا۔ الہلال میں ایک طرف مولانا آزاد نے مسلمانوں کو صحیح تعلیمات اسلامی سے آشنا کیا اور دوسری طرف ان میں جذبۂ حریت کی آبیاری کی، لیکن الہلال ۱۹۱۴ء میں بند ہو گیا۔ ۱۹۱۵ء میں آزاد نے کلکتہ میں دارالارشاد کی بنیاد رکھی اور قرآن کا درس شروع کیا۔ اسی سال نومبر میں کلکتہ سے ہفتہ وار البلاغ جاری کیا۔ یہ اخبار بھی مارچ ۱۹۱۶ء میں بند ہو گیا۔ پھر آزاد کلکتہ سے اپریل ۱۹۱۶ء میں رانچی منتقل ہو گئے۔ وہاں انھیں مورآبادی میں نظر بند کر دیا گیا۔ رانچی کی نظر بندی کے دوران مولانا آزاد نے اپنی مشہور تصنیف ''تذکرہ'' لکھی، جس کے آخر میں مختصراً اپنے حالات کا اضافہ کیا۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو مولانا آزاد کو رانچی کی نظر بندی سے رہائی ملی۔(۲)

جنوری ۱۹۲۰ء میں دہلی میں گاندھی جی سے مولانا آزاد کی پہلی ملاقات ہوئی اور انہوں نے گاندھی جی کے ساتھ ۲۰ر جنوری کو ایک جلسے میں شرکت کی جس میں خلافت کا مسئلہ زیر بحث آیا اور جملہ حاضرین جلسہ نے مسئلہ خلافت کی حمایت کی۔(۳)

۱۹۲۱ء میں مولانا آزاد نے ایک ہفتہ وار اخبار ''پیغام'' جاری کیا۔ اور اسی سال ایک بار پھر آزادئ ہند کی تحریک میں قید کیے گئے۔ ۱۹۲۳ء میں وہ کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ دہلی کے صدر منتخب ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۳۵ر برس تھی۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۰ء تک مولانا آزاد کانگریس خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء ہند کے کاموں میں پورے انہماک سے مصروف رہے۔ ساتھ ہی انھوں نے ہندو مسلم اتحاد کے لیے اپنی مساعی جاری رکھیں۔ ۱۹۳۵ء کی اصلاحات کے نتیجے میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے اور گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں کانگریس کو اکثریت حاصل ہوئی، جس کے ایک رکن مولانا آزاد بھی تھے۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہو گئی۔ مسلم لیگ نے اس موقع پر یوم نجات منایا جس سے ہندو مسلم اختلافات کی خلیج بہت وسیع ہو گئی۔ ایسے نازک موقع پر رام گڑھ کے اجلاس ۱۹۴۰ء میں مولانا آزاد کانگریس کے

---

(۱) غبار خاطر، ص: ۸۔ (۲) مولانا آزاد کا قیام رانچی ۱۹۹۴ء، ص ۵۱-۵۲۔
(۳) انڈیا ونس فریڈم، ص: ۹-۱۰۔

AsliAhleSunnet.com

صدر منتخب ہوئے۔(۱) بالآخر گاندھی جی نے حکومت برطانیہ کو کہا کہ ہندوستان چھوڑ کر چلے جائیں۔اس مقصد سے بمبئی میں مولانا آزاد کی صدارت میں ۷/اگست ۱۹۴۲ء کو ایک جلسہ منعقد ہوا۔ ۸/اگست کو ''ہندوستان چھوڑ دو'' کی قرارداد منظور ہوگئی۔ ۹/اگست کی صبح مولانا آزاد اور کانگریس ورکنگ کمیٹی کے دیگر ممبروں کو گرفتار کر کے قلعہ احمد نگر بھیج دیا گیا۔(۲) قلعہ احمد نگر میں قید کے دوران انھیں دو بڑے حادثے پیش آئے۔کلکتہ میں ان کی اہلیہ زلیخا بیگم اور بھوپال میں ہمشیرہ آبرو بیگم کا انتقال ہوا۔ پھر جون ۱۹۴۵ء میں ان کو رہا کر دیا گیا۔اس طرح آخری قید و بند سے رہائی ملی۔۱۹۱۶ء سے ۱۹۴۲ء تک مولانا آزاد چھ مرتبہ گرفتار ہوئے اور کل ملا کر دس برس سات ماہ قید و بند میں رہے۔(۳)

مولانا آزاد کو اب بھی خیال تھا کہ ہندوستان کو کس طرح آزاد کیا جائے، لیکن اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ آسام کا مسئلہ تھا۔ بالآخر جدوجہد کے بعد ۱۵/اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوگیا۔آزادی کے بعد مولانا آزاد ہندوستان کی پہلی وزارت میں بدستور وزیر تعلیم رہے۔اور اس منصب پر وہ اپنی وفات تک کام کرتے رہے۔دسمبر ۱۹۵۰ء میں سردار پٹیل کے انتقال کے بعد وہ کانگریس پارلیمنٹری پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے اور آخر تک اس عہدے پر فائز رہے۔۱۹۵۱ء اور ۱۹۵۵ء میں انھوں نے یورپ اور مشرق وسطی کے کئی ملکوں کا ہندوستان کے نمائندہ کی حیثیت سے دورہ کیا۔اور بحیثیت وزیر تعلیم انھوں نے کئی کارہائے نمایاں انجام دیے۔۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۷ء میں انھوں نے لوک سبھا کے الیکشن لڑے اور کامیابی حاصل کی۔اور یہ ان کی زندگی کا آخری الیکشن تھا۔

وفات: اس کے بعد مولانا آزاد ۲۲/فروری ۱۹۵۸ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔(۴)

تحریک خلافت:

جدوجہد آزادی میں مولانا آزاد کی سیاسی فکر، تحریک خلافت اور عمل کے تین واضح مقامات ظاہر ہوتے ہیں۔مقصود سفر تو ایک تھا یعنی آزادئ وطن مگر اس سفر میں موڑ الگ الگ ملے تھے، مولانا آزاد کی حیات سیاسی کے تین اہم دوریوں تھے:

پہلا دور: ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۵ء تک جب ان کی عمر ۱۸/سے ۲۸/سال کی تھی اور ''مسلم حب الوطن'' عالمگیر اخوت واتحاد اسلامی اور معقولیت پر مبنی احیاء اسلام کے قائل تھے، پہلے اور دوسرے دور کے درمیان تقریباً چار سال کا وقفہ تھا۔

دوسرا دور: ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۳ء تک جب مولانا آزاد کی عمر ۳۲/سے ۳۵/سال کی تھی، وہ تحریک خلافت اور تحریک

---

(۱) انڈیا ونس فریڈم، ص: ۲۲ سے ۲۹ تک۔
(۲) غبار خاطر، ص: ۲۲-۳۰۔
(۳) غبار خاطر، ایڈیشن ۱۹۶۷ء، ص: ۳۳۔
(۴) غبار خاطر، سن اشاعت ۲۰۱۱ء، ص: ۱۶-۱۷۔

AsliAhleSunnet.com

ترک موالات کے رہنما کی حیثیت سے ابھرے تھے۔

تیسرا دور: ۱۹۲۳ء سے ۱۹۵۸ء یعنی جب ان کی عمر ۳۵ر سال تھی، اس وقت سے انتقال تک جس میں وہ متحد ہندوستانی قومیت کے علمبردار اور قومی قیادت کے صف اول کے رہنماؤں میں شامل رہے۔(۱)

غبار خاطر میں لکھتے ہیں کہ ۲۴ر برس کی عمر میں جب کہ لوگ عشرت شباب کی سرمستیوں کا سفر شروع کرتے ہیں، میں اپنی دشت نوردیاں ختم کر کے تلوؤں کے کانٹے چن رہا تھا، گویا اس معاملے میں بھی اپنی چال زمانے سے الٹی ہی رہی، لوگ زندگی کے جس مرحلے پر کمر باندھتے ہیں، اس وقت میں کمر کھول رہا تھا۔

۱۹۲۰ء میں جب تحریک عدم تعاون کا آغاز ہوا تو مولانا آزاد ملک کی تحریک آزادی میں گاندھی جی کی قیادت میں باقاعدہ شریک ہوگئے اور انڈین نیشنل کانگریس کی رکنیت قبول کرلی اور ساتھ ہی وہ تحریک خلافت سے بھی پوری طرح وابستہ رہے۔

فروری ۱۹۲۰ء میں مولانا نے خلافت کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے مسئلہ خلافت پر جو صدارتی خطبہ دیا اور جو بعد میں مسئلہ خلافت وجزیرۃ العرب کے زیر عنوان کتابی شکل میں شائع ہوا وہ خطبہ اس موضوع پر حرف آخر کا حکم رکھتا ہے۔ اپریل میں انھوں نے ''حزب اللہ'' کا باقاعدہ آغاز کیا، اس تحریک کا مقصد مسلمانان ہند کو ہندوستان کی تحریک آزادی اور تحریک خلافت میں شریک کرنا تھا، لیکن بیشتر علماء کی مخالفت کی بنا پر یہ تحریک کامیابی نہیں ہوسکی، سیاسی سرگرمیوں کے ساتھ مولانا آزاد کی تحریک خلافت کی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔(۲)

مولانا آزاد سنگرام (بٹوارا) میں ابھی تک پوری طرح شامل نہیں ہوئے تھے، ان کا کہنا تھا کہ دیس کا بٹوارا ہندو مسلم کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مولانا آزاد بھی گاندھی جی کی طرح اس بات پر بھروسہ رکھتے تھے کہ اس دیس کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہندو مسلم مل جل کر رہیں، جس وقت (محمد علی زندہ آباد) کے نعرے مسلم لیگ نے دیس کے بٹوارے کے تحت بلند کیے اور اس نے پاکستان بنانے کی بات کی تو اس کی مخالفت میں جو آواز اٹھی تھی وہ آواز مولانا آزاد کی تھی، لیکن مولانا آزاد کی مخالفت کے باوجود بھی کانگریس نے پاکستان کا بٹوارا مان لیا، اس بٹوارے پر مولانا کو بہت بڑا جھٹکا لگا اور یہ جھٹکا مولانا آزاد کو دوسروں نے نہیں بلکہ اپنے ساتھیوں نے دیا تھا، تحریک خلافت میں مولانا نے بہت بہترین کردار ادا کیا تھا، اور ۱۹۱۶ء سے ۱۹۴۲ء تک مولانا آزاد آزادیٔ ہند اور مختلف تحریکوں میں چھ مرتبہ گرفتار ہوئے اور کل ملا کر دس برس سات ماہ قید وبند میں رہے۔(۳) ☆☆

---

(۱) مولانا آزاد: شخصیت، سیاست، پیغام، ص:۲۰۔ (۲) ایوان اردو، دہلی ۱۹۸۸ء، ص ۹۶-۱۰۳۔

(۳) غبار خاطر ۱۹۶۷ء، ص:۳۳۔

AhlAlHaSunnet.com

شخصیات

میں اسی مٹی سے اٹھا تھا بگولے کی طرح
اور پھر اک دن اسی مٹی میں مٹی مل گئی

AsliAhleSunnet.com

غنچۂ گلزار

مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ: حیات وخدمات

یاسر اسعد بن اسعد اعظمی
فضیلت سال اول

مئوناتھ بھنجن کی سرزمین کو اللہ رب العزت نے علم ومعرفت کے معاملے میں ایک خصوصی امتیاز عطا کیا ہے۔ مشرقی یوپی میں واقع یہ شہر کچھ دہائی قبل اعظم گڑھ ضلع کے ماتحت تھا جس کی مردم خیزی کے بارے میں کچھ عرض کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے۔ ۱۹۸۸ء میں مئو کو ایک مستقل ضلع قرار دے دیا گیا۔ علم وفضل میں یہ خطہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہا ہے۔ خاتمۃ المحدثین میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی اچھی خاصی تعداد اس علاقہ سے وابستہ تھی۔ اسی شہر کے مغربی حصے کی ایک ذی علم شخصیت جد محترم، بقیۃ السلف مولانا محمد اعظمی حفظہ اللہ کی ہے۔ ذیل میں آپ کا مختصر سوانحی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

ولادت:- مولانا کی ولادت باسعادت مئوناتھ بھنجن ہی میں ہوئی۔ چونکہ پچھلے زمانے میں تاریخ پیدائش وغیرہ لکھنے کا رواج نہیں تھا، اس لیے مولانا کی تاریخ ولادت حتمی طور پر معلوم نہ ہوسکی۔ البتہ آپ کے استاذ مولانا عبداللہ شائق علیہ الرحمۃ (م ۱۹۷۴ء) نے تخمینہ سے ۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۳ء لکھا تھا۔ غالب گمان ہے کہ یہ صحیح تاریخ ولادت سے کچھ کم ہے۔ البتہ صاحب تراجم علمائے اہل حدیث نے ۱۹۳۰ء درج کیا ہے۔(۱)

نام ونسب:- آپ کا نام "محمد"، کنیت "ابوالاجود" ہے۔ نسب نامہ کچھ یوں ہے:-

محمد اعظمی بن عبدالعلی بن عبداللہ بن علیم اللہ بن حکیم جمال الدین۔

خاندانی پس منظر:- آپ کا گھرانہ دینی وعلمی لحاظ سے معروف ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ حکیم جمال الدین کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس محلّہ میں آپ مقیم تھے وہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہوکر "جمال پورہ" کہلایا۔ سابق شیخ الحدیث جامعہ دارالسلام عمرآباد مولانا ابوالعرفان محمد نعمان اعظمی (تلمیذ میاں نذیر حسین دہلوی وڈپٹی نذیر احمد دہلوی) حکیم جمال الدین کے پوتے تھے۔ مولانا محمد اعظمی کے والد (مولانا عبدالعلی علیہ الرحمۃ) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور صاحب بذل المجہود مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے شاگردوں میں سے تھے۔ جامعہ محمدیہ کھیدوپورہ مئو میں ایک عرصہ تک تدریسی

(۱) تراجم علمائے اہل حدیث، ص: ۴۲۹۔

AhlAlSunnet.com

خدمات انجام دینے کے بعد جامعہ عالیہ عربیہ سے وابستہ ہوئے اور تاحیات اس کے صدر مدرس رہے۔ مولانا اعظمی کے بڑے بھائی مولانا عبدالحکیم فیضی (م ۲۰۰۳ء) بھی معروف عالم دین اور صاحب زہد وتقویٰ تھے۔ تقریباً ۴۴ رسالوں تک عربی اور اسلامی علوم کی تدریس کی۔ اس مدت میں آپ نے حدیث کی مختلف چھوٹی بڑی کتابوں کا درس دیا۔

تعلیم:۔

مولانا کی تعلیمی زندگی کی بسم اللہ گھر سے ہوئی۔ قاعدہ بغدادی کے اختتام کے بعد والد کے پاس ہی قرآن پڑھنا شروع کیا۔ آپ کے والد چونکہ مدرسہ محمدیہ کھیدوپورہ مئو میں مدرس تھے، اس لیے آپ بھی ان کے ہمراہ مدرسہ جانے لگے۔ ناظرہ کے بعد آپ کا داخلہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو میں ہوا۔ بعدازاں ایک سال مسلم اسکول مئو میں پڑھنے کے بعد (عصری تعلیم سے بے رغبتی کے سبب) دوبارہ جامعہ عالیہ کا رخ کیا۔ تیسری جماعت آپ نے مدرسہ فیض عام مئو میں مکمل کی۔ اس کے بعد جامعہ دارالسلام عمرآباد کا رخ کیا۔ ۱۹۴۶ء میں عمرآباد سے واپس ہونے کے بعد مزید علمی پیاس بجھانے کے لیے وقت کی عظیم دینی درس گاہ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخلہ لیا۔ مگر ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پر رونما ہونے والے فسادات نے جماعت کے اس عظیم ادارے کو ویران کر دیا۔ آپ نے کچھ عرصہ جامعہ عالیہ عربیہ سے کسب فیض کیا، لیکن کچھ ایام کے بعد امتحان عالم الہ آباد بورڈ کے لیے مدرسہ فیض عام میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں عالم کا امتحان دیا۔ اسی دوران استاذ علامہ عبداللہ شائق رحمہ اللہ کے سفر حج پر چلے جانے کی وجہ سے آپ نے (مع مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ) مدرسہ سعیدیہ بنارس کا رخ کیا اور سیف الاسلام علامہ ابوالقاسم سیف بنارسی رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مگر چند ہی ماہ میں مولانا بنارسی کا انتقال ہوگیا اور آپ دوبارہ فیض عام آگئے اور یہیں سے ۱۹۵۰ء میں فراغت حاصل کی۔

اساتذہ کرام:۔ آپ کے چند قابل ذکر اساتذہ یہ ہیں:۔

۱۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی	۲۔ مولانا ابوالعرفان محمد نعمان اعظمی
۳۔ مولانا حکیم محمد سلیمان مئوی	۴۔ مولانا محمد احمد بن حسام الدین مئوی
۵۔ مولانا نذیر احمد رحمانی	۶۔ مولانا عبداللہ شائق مئوی
۷۔ مولانا عبدالصمد مبارکپوری	۸۔ مولانا محمد عبدہ پنجابی
۹۔ مولانا مفتی عبدالعزیز اعظمی عمری	۱۰۔ مولانا عبدالحکیم مجاز اعظمی رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ

اول الذکر چاروں ہستیاں میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ اس سبب آپ کی حدیثی اسناد کو عالی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مولانا اس دور کی معدودے چند شخصیتوں میں سے ہیں جنھیں بیک واسطہ میاں

AsliAhleSunnet.com

صاحب کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

تدریسی خدمات:۔

مولانا کی فراغت کے بعد آپ کے والد نے آپ کو مدرسہ محمدیہ دیوریا میں تدریس کے لیے بھیجا، لیکن وہاں کی آب وہوا آپ کے لیے سخت نقصان دہ ثابت ہوئی۔ آپ وہاں سے واپس چلے آئے۔ بیماری سے شفایاب ہوئے تو والد نے دیوریا جانے سے منع کردیا اور مدرسہ عالیہ سے آپ کو مربوط کردیا۔ ۱۹۵۱ء یا ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۷ء یا ۱۹۵۸ء تک یہاں تدریسی سلسلہ جاری رہا اور مولانا ابتدائی اردو، تختی نویسی، نقل واملا اور فارسی وعربی وغیرہ کی تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ بعدہ مدرسہ کی انتظامیہ میں ایسا انقلاب آیا کہ مولانا کو مستعفی ہونا پڑا۔ آپ اس دوران چند سالوں تک آبائی پیشہ (پارچہ بافی) میں مشغول رہے۔ اس مدت میں کئی اہل مدارس نے آپ کو تدریسی خدمات کے لیے پیش کش کی، بالخصوص خطیب الاسلام علامہ عبدالرؤف رحمانی رحمہ اللہ نے جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر کے لیے کافی اصرار کیا لیکن آپ نے معذرت کرلی اور دو سال تک گھر پر ہی رہے۔

اس کے بعد غالبا ۱۹۶۱ء میں مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے آپ کو تدریس کی دعوت دی گئی۔ آپ تشریف لے گئے اور کچھ ہی دنوں میں آپ کو ادارہ کا شیخ الحدیث مقرر کردیا گیا۔

۱۹۶۳ء میں جامعہ عالیہ عربیہ کے ذمہ داروں نے باصرار آپ کو سرائے میر سے بلایا۔ اسی وقت جامعہ کا نیا دستور العمل وضع ہوا تھا اور آپ کو نائب ناظم کے عہدے پر منتخب کیا گیا۔ تقریباً دو سالوں کے بعد کچھ ناگفتہ بہ حالات کے سبب جامعہ عالیہ کو چھوڑنا پڑا۔ آپ عارضی طور پر جامعہ فیض عام میں مدرس ہوگئے۔ اپریل ۱۹۶۴ء میں مدرسہ فیض العلوم سیونی (مدھیہ پردیش) پہنچے اور ۱۹۶۹ء تک پانچ سال وہیں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی دوران ۲۲/مارچ ۱۹۶۷ء کو آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔

جون ۱۹۶۸ء میں جامعہ عالیہ عربیہ مئو کی صد سالہ تقریب پر آپ مدعو کیے گئے۔ پھر ۱۹۶۹ء میں مدرسہ فیض العلوم سے مستعفی ہوکر اپنی مادر علمی جامعہ عالیہ کو اپنا علمی مستقر بنایا۔ (قابل ذکر بات ہے کہ مدرسہ فیض العلوم کا نام آپ ہی کا تجویز کردہ ہے) کچھ ہی دنوں بعد آپ کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے نائب صدر مدرس اور پھر ۱۹۷۵ء میں صدر مدرس کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ ۱۹۶۹ء سے ۱۹۹۴ء تک آپ کا تدریسی سفر جامعہ عالیہ عربیہ میں رہا۔ ۱۹۹۴ء میں آپ اپنی عمر کی سرکاری حد پر سبکدوش ہوگئے۔ اس عہد میں آپ نے جامعہ عالیہ عربیہ کی کس طرح خدمت کی یہ بذات خود ایک مضمون کا متقاضی ہے۔ اسی دوران ۱۹۸۲ء میں جب کلیہ فاطمۃ الزہراء کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے ناظم بنائے گئے۔ یہاں بھی آپ نے ۱۹۹۰ء تک

AhlAlHadeesSunnat.com

نظامت اور تدریس کے فرائض انجام دیے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد ۲۰۰۰ء میں جامعہ عالیہ کی مجلس منتظمہ کے اصرار پر آپ نے پھر تدریسی سلسلہ شروع کیا۔ اس دوران آپ ادارہ کے وکیل الجامعہ بھی رہے اور چار سال درس وتدریس میں مزید صرف کیے۔

ان تمام مدارس میں آپ نے خصوصی طور پر کتب حدیث کا درس دیا۔ صحیحین بالالتزام ۲۳ رسالوں تک پڑھائی۔ اس کے علاوہ ابتدائی جماعتوں سے لے کر منتہی جماعتوں تک کی اکثر کتابیں آپ کے زیر درس رہی ہیں۔

واضح رہے کہ مولانا موصوف کو جامعہ سلفیہ بنارس کی طرف سے کئی بار تدریس کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے اپنے مادر وطن کو خیر باد کہنا گوارا نہیں کیا۔ جامعہ سلفیہ بنارس ہی کے ایک طالب علم برادرم ثروان نعیم بن مولانا نعیم اختر نے مولانا کی حیات وخدمات پر مقالہ لکھ کر فضیلت کی سند حاصل کی ہے۔

تلامذہ:-

آپ سے مستفید ہونے والے اصحاب کا شمار ممکن نہیں، پھر بھی آپ کے چند ممتاز اور نامور شاگردان کے اسما درج ذیل ہیں:

۱-ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹ء)	سابق صدر جامعہ سلفیہ بنارس
۲-ڈاکٹر عبد العلی ازہری	سابق پرنسپل مسلم کالج لندن
۳-مولانا مظہر احسن ازہری	ناظم اعلیٰ جامعہ عالیہ عربیہ مئو ونائب صدر جامعہ سلفیہ بنارس
۴-مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی	شیخ الحدیث جامعہ محمدیہ کھیدو پورہ مئو
۵-ڈاکٹر شفیع الرحمٰن بہاری رحمہ اللہ (م ۲۰۰۹ء)	سابق صدر شعبہ عربی دہلی یونیورسٹی
۶-مولانا محمد حنیف مدنی رحمہ اللہ (م ۲۰۱۲ء)	سابق استاذ جامعہ سلفیہ بنارس
۷-مولانا ابو القاسم عبد العظیم مدنی	استاذ جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو
۸-مولانا اسعد اعظمی	استاذ جامعہ سلفیہ بنارس ورکن رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ
۹-مولانا عبد الکبیر مدنی مبارکپوری	استاذ جامعہ سلفیہ بنارس
۱۰-مولانا محمد مظہر اعظمی	استاذ جامعہ عالیہ عربیہ مئو
۱۱-مولانا ابو انس راحت اللہ فاروقی	استاذ جامعہ محمدیہ مالیگاؤں
۱۲-مولانا انصار زبیر محمدی، وغیرہم۔	

AsliAhleSunnet.com

شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمانی علیہ الرحمۃ سے عقیدت:-

مولانا اور آپ کے بڑے بھائی مولانا عبد الحکیم فیضی رحمہ اللہ کو حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمۃ سے بہت عقیدت تھی۔ آپ نے رسمی طور پر ان سے کوئی کتاب تو نہ پڑھی، لیکن مسئلہ مسائل کے باب میں آپ سے کافی استفادہ کیا اور آپ کی پر خلوص دعاؤں، نصیحتوں اور ہدایتوں سے رہنمائی حاصل کی۔ اس کا اندازہ ان خطوط سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے نام لکھے۔ ان کا مجموعہ ''نقوش شیخ رحمانی'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

تحریری سرگرمیاں:-

مولانا درس وتدریس کے ساتھ ساتھ قلمی میدان میں بھی امتیازی حیثیت کے حامل ہیں۔ مختلف جرائد ومجلات میں آپ کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ دفاع عن السلف کے سلسلے میں آپ کی تحریریں کافی اہمیت رکھتی ہیں۔ آپ نے متعدد عربی وفارسی کتابوں کا اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ آپ کی تمام تصانیف وتراجم وغیرہ کی تعداد بیس سے متجاوز ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

(۱) تصنیفات:- آداب زواج، کائنات کا آغاز وانجام، تذکرۃ البخاری، نواب صدیق حسن خاں اور ان کی وہابیت، نماز نبوی، مستند دعائیں، نقوش شیخ رحمانی، فضائل اعمال کے دفاع کا علمی وتحقیقی جائزہ، تین طلاقیں (علمائے احناف کی نظر میں)، شرعی منتروں سے علاج، متفقہ فتویٰ، مولانا ابو الکلام آزاد مذہبی فکر وعمل کے آئینہ میں، لمحات موت، شریعت وعادت (رسالہ کی شکل میں)، تلخیص فقہ السنہ (ناقص)، التحلي بالذهب للنساء (عربی)، جمع بین الصلاتین پر ایک نظر۔

(۲) تراجم:- ۱- دین کیا ہے؟ (ترجمہ کتاب "الدين وشروط الصلاة" از شیخ محمد بن عبد الوہاب) ۲- قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے آداب (ترجمہ کتاب "التبيان في آداب حملة القرآن" از امام نووی) ۳- تبلیغی جماعت اور اخوان المسلمین (ترجمہ کتاب "القطبية هي الفتنة فاعرفوها" از شیخ ابو ابراہیم ابن سلطان) ۴- ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع (ترجمہ کتاب "جلب المنفعة في الذب عن الأئمة المجتهدين الأربعة" (فارسی) از نواب صدیق حسن خاں)

(۳) تحقیق وتعلیق:- ''دعاية الإيمان إلى توحيد الرحمن'' از نواب صدیق حسن خاں (تسہیل، ترجمۂ نصوص وتخریج فہارس)

AshAhleSunnet.com

علوسند:- جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ مولانا حفظہ اللہ خاتمۃ المحدثین میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بیک واسطہ شاگرد ہیں۔ خصوصی طور پر آپ نے میاں صاحب کے چار شاگردوں سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی سند حدیث کو اس وقت اسناد عالی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کی اس خصوصیت کے پیش نظر دور دراز سے لوگ سفر کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور حدیثیں سنا کر سند اجازہ حاصل کرتے ہیں۔ نیز اسی سبب کویت، قطر اور سعودیہ وغیرہ سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور افراد کی طرف سے آپ کو سماع حدیث کے پروگراموں میں مدعو کیا گیا، اور صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ اور مشکاۃ المصابیح وغیرہ کتابوں کا سماع کر کے ہزاروں لوگوں نے آپ سے سند حدیث حاصل کی۔ ان تمام اسفار میں آپ کے صاحب زادے مولانا اسعد اعظمی حفظہ اللہ (راقم الحروف کے والد) آپ کے ساتھ رہے اور دروس میں بھی شریک ہوئے۔

ایوارڈ:-

۱۳-۱۵/مارچ ۲۰۰۴ء میں منعقد ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس پاکوڑ میں مئوناتھ بھنجن کی پانچ مقتدر ہستیوں کو ایوارڈ سے نوازا گیا، جن میں آپ کی بھی شخصیت شامل تھی۔ ان میں سے اکثر ہستیاں اپنی پیرانہ سالی کے سبب پاکوڑ نہ جاسکیں، لہٰذا چند دنوں بعد مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ (ناظم عمومی) بذات خود مئو تشریف لائے اور ایک مختصر سی تقریب میں ان ہستیوں کو ایوارڈ سپرد فرمایا۔

مولانا کے اہل وعیال:-

۱۹۴۵ء میں جب کہ آپ جامعہ دارالسلام عمرآباد میں زیر تعلیم تھے، آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کی اہلیہ مولانا محمد نعمان اعظمی رحمہ اللہ کی نواسی اور ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری رحمہ اللہ کی سگی بہن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کو ۶/لڑکے اور ۶/لڑکیاں عطا فرمائیں۔ بحمد اللہ تمام اولاد باحیات اور دینی وعصری علوم سے آراستہ ہیں۔

دیگر سرگرمیاں:-

۱۹۵۴ء میں مولانا اور ان کے ہم عصروں کی کوشش سے ایک ''مکتبہ علمیہ'' کا قیام عمل میں آیا تھا۔ مولانا کے ذمہ اس کی نظامت تھی۔ ۱۹۵۷ء میں میونسپل بورڈ کے الیکشن میں فاتح پارٹی نے کامیابی کے نشے میں چور ہوکر اسے نیست ونابود کر ڈالا۔

غالباً ۱۹۶۰ء میں مقامی جمعیت اہل حدیث کے ناظم مقرر کیے گئے اور بعد ازاں مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ کے

AsliAhleSunnet.com

حکم سے ضلعی جمعیت کے نائب صدر کی بھی ذمہ داری سنبھالی۔ یہ سلسلہ ۱۹۶۴ء تک رہا۔ سیونی سے واپسی کے بعد لگ بھگ ۱۹۷۰ء میں آپ کو مقامی جمعیت کا امیر منتخب کیا گیا۔ پانچ سال بعد آپ نے جمعیت سے علیحدگی اختیار کرلی۔ کچھ سالوں بعد دوبارہ مقامی جمعیت کی امارت آپ کے سپرد ہوئی۔

تقریباً ۱۵ رسال قبل مولانا اعظمی اور دوسری مئوی ہستیوں کی تحریک پر اصلاح معاشرہ اور فارغین نوجوانوں کے اندر حرکت وعمل پیدا کرنے کے لیے ''مجلس ندائے وقت مئو'' کا قیام عمل میں آیا۔ یہ مجلس اللہ کے فضل سے آپ کی سرپرستی میں رواں دواں ہے اور نوع بنوع علمی واصلاحی بیداری کے کام کررہی ہے۔

اس کے علاوہ مولانا حفظہ اللہ مختلف کانفرنسوں، سیمیناروں اور اجلاس میں حتی الامکان شرکت کرتے ہیں۔ تحریری سرگرمیاں بھی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے اور آپ کو دونوں جہان میں سرخ روئی عطا فرمائے۔ آمین۔

مآخذ

۱- تراجم علمائے اہل حدیث، از خالد حنیف صدیقی

۲- علوم الحدیث: مطالعہ وتعارف، مرتب: مولانا رفیق احمد رئیس سلفی

۳- ترجمة موجزة للشيخ المسند محمد الأعظمي، از مولانا اسعد اعظمی (غیر مطبوع)

۴- مولانا محمد اعظمی: حیات وخدمات، ثروان نعیم (مقالہ فضیلت جامعہ سلفیہ بنارس)

۵- مجلّہ محدث بنارس (جنوری ۲۰۰۸ء)

۶- سالانہ مجلّہ تہذیب، جامعہ عالیہ عربیہ مئو (۱۹۹۵ء)

۷- جریدہ ترجمان دہلی، کانفرنس نمبر ۱۵-۱۶/ اکتوبر ۲۰۰۴ء

۸- ذاتی معلومات

☆☆☆

AshAhleSunnet.com

عظیم سیرت نگار

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
بحیثیت سیرت نگار

محمد فیروز بن محمد مصطفیٰ
عالمیت سال اول

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أمابعد:

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ مختلف شعبوں میں نمایاں خدمات انجام دینے والے صاحب علم وقلم افراد ہمیشہ سے دنیا میں چلے آرہے ہیں جنھوں نے امامت وخطابت، درس وتدریس اور تحقیق وتالیف کے میدان میں اپنی کارکردگی کالوہا منوا کر اس دنیا سے رخصت ہوگئے، انھیں ہستیوں میں سے ایک ہستی حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی ہے۔ آپ اعلی تعلیم وتربیت سے مزین تھے، اخلاق وآداب میں مثیل تھے، تصنیف وتالیف کے میدان میں اپنی مثال آپ تھے، خصوصا سیرت نگاری آپ کا اپنا فن ہے اور آپ کو اس فن میں دسترس حاصل تھا۔

نام ونسب وجائے پیدائش:

محمد سلیمان بن احمد شاہ بن معز الدین بن باقی باللہ (۱)، قاضی صاحب ۱۸۶۷ء (۱۲۸۴ھ) کو منصور پور میں پیدا ہوئے۔ (۲)

تعلیم: قاضی صاحب نے قرآن مجید اور اس دور کی مروجہ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی قاضی احمد شاہ سے حاصل کی۔ اس وقت موضع کوم (ضلع لدھیانہ) میں ایک عالم دین مولانا عبدالعزیز فروکش تھے، جو صاحب جائداد اور امیر آدمی تھے، ریاست پٹیالہ میں ''جاکھل'' ریلوے اسٹیشن کے قریب ان کی زمینیں تھیں، پٹیالہ شہر میں بھی ان کی ذاتی حویلی تھی۔ زمینوں کی دیکھ بھال کے لیے ان کی پٹیالہ میں آمد ورفت رہتی تھی اور ان کا قیام اپنی حویلی میں ہوتا تھا، اپنے آبائی قصبے کوم میں ان کا سلسلۂ درس جاری تھا، قاضی صاحب نے ان سے استفادہ کیا، فارسی کی تعلیم قاضی صاحب نے مہندرا کالج (پٹیالہ) کے

---

(۱) رحمۃ للعالمین ج۱، ص:۲۰۔

(۲) رحمۃ للعالمین ج۱، ص:۲۳۔

AsliAhleSunnet.com

فارسی کے پروفیسر منشی سکھن لال (کاستھ) سے حاصل کی، ۱۸۸۴ء میں قاضی صاحب نے مہندرا کالج کی طرف سے پنجاب یونیورسٹی میں منشی فاضل کا امتحان دیا اور یونیورسٹی میں اول آئے۔ یہ سرکاری طور پر فارسی کی اعلی تعلیم کا امتحان تھا۔ قاضی صاحب کی عمر اس وقت سترہ برس تھی، اس عمر میں وہ علوم عربیہ، دینیہ اور فارسی کی اعلی مروجہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے۔(۱)

تصنیف وتالیف:

قاضی صاحب آغاز جوانی سے لے کر وفات سے کچھ عرصہ پیشتر تک ریاست پٹیالہ کے نہایت اہم ذمہ دارانہ مناصب پر فائز رہے، یہ مناصب وقت طلب بھی تھے اور بے حد توجہ طلب بھی، لیکن سرکاری امور میں انتہائی مصروفیت کے باوجود انھوں نے علمی و تصنیفی سرگرمیاں ہمیشہ جاری رکھیں، قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ وغیرہ متعدد اہم عنوانات پر انھوں نے جس اسلوب میں اظہار خیال فرمایا، وہ سب سے اچھوتا اور منفرد نوعیت کا ہے، پھر عیسائیت اور مرزائیت کے مختلف پہلوؤں کو ایسے انداز میں موضوع تحقیق ٹھہرایا کہ اس کی جتنی بھی تحسین کی جائے بجا ہے، لیکن قاضی صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب سیرت رسول سے بہت شغف رکھتے تھے، اور سیرت نگاری ان کا امتیازی فن ہے۔(۲)

''رحمۃ للعالمین'' سیرت طیبہ کے موضوع پر قاضی صاحب کی یہ نہایت اہم کتاب ہے، وہ اس موضوع پر تین قسم کی کتابیں لکھنا چاہتے تھے، ایک مختصر، دوسری متوسط اور تیسری مطول۔ مختصر کتاب کا نام انھوں نے ''مہر نبوت'' رکھا، مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع کی یہ جامع کتاب ہے۔

متوسط کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے دل کش اور محبت بھرے نام سے تصنیف کی، مطول اور مفصل کتاب لکھنے کا منصوبہ ان کے دل ہی میں رہا، قبل اس کے کہ وہ اس عظیم کام کا آغاز فرماتے اللہ کو پیارے ہو گئے، بلکہ ''رحمۃ للعالمین'' کی تیسری جلد ان کی وفات کے بعد طباعت واشاعت کے مراحل سے گزری، اس موضوع سے متعلق وہ دو کتابیں اور لکھنا چاہتے تھے، ایک سیرت نبوی قرآن کی روشنی میں، دوسری سیرت نبوی بائبل کی روشنی میں۔ اس موضوع پر انھوں نے چند باتیں لکھ بھی لی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ اسے جلد ہی تکمیل کی منزل تک پہنچا دیں گے، لیکن افسوس ہے کہ زندگی نے وفا نہ کی اور وہ اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے، جو ارادے انھوں نے جی میں باندھے تھے اور جو منصوبے ذہن میں ترتیب دیے تھے وہ عمل میں نہ آسکے، اللہ کو یہی منظور تھا جو انھوں نے کر دیا اور بلاشبہ یہ بھی عظیم الشان کام ہے، اللہ نے اسے شرف قبولیت بخشا اور اس نے

---

(۱) رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص: ۲۳-۲۴۔

(۲) رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص: ۲۷۔

AsliAhleSunnet.com

بے حد شہرت پائی، اس کا نام قرآن مجید کی آیت کریمہ ﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾ (۱) سے مستعار لیا گیا ہے، یہ وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالی نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے پیکر رحمت بنا کر دنیا میں بھیجا ہے۔ (۲) یوں تو سیرت رسول میں بہت سی کتابیں تصنیف کی گئیں، لیکن رحمۃ للعالمین جیسی کتاب شاذ و نادر ہی ہے، اس کتاب سے قاضی صاحب کی سیرت نگاری میں اعلی مقامی روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ رحمۃ للعالمین اردو زبان میں لکھی جانے والی (سیرت کے موضوع پر) پہلی کتاب ہے جس میں خصائص النبی ﷺ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، نبی ﷺ کے فضائل و مناقب اور محامد و محاسن جس عقیدت و شیفتگی میں ڈوب کر قاضی صاحب نے اس کتاب میں تحریر فرمائے ہیں، اس کا اندازہ کتاب کے مطالعے سے خوانندگان محترم کو بخوبی ہوگا، اس بحث کا خصوصی امتیاز یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے خصائص کا استنباط زیادہ تر قرآنی آیات سے کیا ہے، کیونکہ اللہ سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کے خصائص نہ کوئی جانتا ہے اور نہ جان سکتا ہے، قاضی صاحب کو جس طرح اللہ تعالی نے شگفتہ بیانی اور دلکش اسلوب نگارش سے نوازا ہے، اسی طرح بے حد عمدہ نکات پیدا کرنے کی صلاحیت سے بھی مالا مال فرمایا ہے، رحمۃ للعالمین کے شروع میں نبی ﷺ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول سن ایک عام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ سمت ۶۲۸ کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے'' قاضی صاحب اولین سیرت نگار ہیں جنھوں نے تحریر کیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ ''موسم بہار'' میں پیدا ہوئے، یہ لفظ بے حد اہمیت کا حامل ہے، اور اپنے اندر ایک خاص شان رکھتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبی ﷺ کی پیدائش موسم بہار میں ہوئی اسی طرح آپ ﷺ کے پیغام آپ کی تعلیم اور آپ کے اخلاق میں بھی موسم بہار کی سی خوش گوار کیفیت پائی جاتی ہے، جسمانی سرور کے ساتھ روحانی اور قلبی مسرت و انبساط بھی اس میں بدرجہ اتم موجود ہے، یعنی نبی ﷺ کی تعلیمات اور اسلام کا پیغام اعتدال و توازن کا کامل ترین نمونہ ہے جسے قرآن ''وسط'' سے تعبیر کرتا ہے۔ (۳)

تاریخ و سیرت نگاری کا یہ بنیادی اصول ہے کہ موضوع سے متعلق جس قدر کتابیں دستیاب ہوں ان کا بے لاگ مطالعہ کیا جائے ان میں سے صرف وہی واقعات اخذ کیے جائیں جو معیار تحقیق پر پورے اتریں، ''رحمۃ للعالمین'' کی تالیف کے وقت قاضی صاحب نے یہی اصول سامنے رکھا ہے، انھوں نے نہ تو عقیدت کے آبگینوں کو ٹھیس لگنے دی ہے اور نہ حقائق کو مسخ کیا ہے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی محبت و شیفتگی برقرار رکھتے ہوئے کتب تاریخ و سیر میں سے صرف ایسے

---

(۱) سورۃ الأنبیاء: ۱۰۷۔ (۲) رحمۃ للعالمین ج ۱، ص: ۳۲-۳۳۔

(۳) رحمۃ للعالمین ج ۱ ص ۳۷۔

AsliAhleSunnet.com

واقعات چنے ہیں جو ہر لحاظ سے مستند ہیں، مراجع ومصادر کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحب نے صرف اسلامی علوم ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غیر مذاہب کی مقدس کتابوں کی بھی ورق گردانی کی ہے اور یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں سے بھی مضبوط شواہد بہم پہنچا کر حضور اکرم ﷺ کی عظمت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔(۱) بقول سید سلیمان ندوی:

''رحمۃ للعالمین کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحائف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود ونصاری کے دعووں کا ابطال بھی اس میں جا بجا موجود ہے۔ مصنف مرحوم کو تورات اور انجیل پر مکمل عبور حاصل تھا اور عیسائیوں کے مناظرانہ پہلوؤں سے پوری واقفیت تھی، اسی بنا پر ان کی یہ کتاب ان تمام معلومات کا خزانہ ہے۔(۲)

قاضی سلیمان سلمان منصور پوری نے جس کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے، وہ بائیبل ہے، اس کے ثبوت میں وہ بے شمار حوالے پیش کیے جاسکتے ہیں جو ''رحمۃ للعالمین'' کی تینوں جلدوں میں بکھرے ہوئے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے اثبات کے لیے انھوں نے اس کتاب کا ورق ورق کنگھالا، اس لیے کہ صرف یہی کتاب عیسائی پادریوں کے لیے قابل حجت تھی، یوں بھی عہد نامہ قدیم وجدید (یعنی تورات، انجیل اور دیگر صحائف آسمانی) میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جا بجا بشارتیں موجود تھیں اور ان سے قرآن مجید، احادیث اور کتب سیر کے بیانات کی تصدیق ہوتی تھی، چنانچہ ''رحمۃ للعالمین'' میں ابتدا سے ہی یہودیوں اور عیسائیوں کی اس مذہبی کتاب کے حوالے شروع ہوجاتے ہیں۔(۳) قاضی صاحب جب بھی رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی واقعہ لکھتے ہیں تو اس کی تائید کے لیے ویسا ہی حوالہ بائیبل سے ڈھونڈ نکالتے ہیں ،مثلاً ''رحمۃ للعالمین'' کے پہلے باب میں رسول اللہ ﷺ کے نام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''دادا نے آنحضرت ﷺ کا نام محمد اور ماں نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پاکر احمد رکھا تھا''۔(۴) بائیبل سے غیر معمولی شغف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قاضی صاحب نے سیرت رسول اللہ ﷺ کے اصل متابع یعنی قرآن حکیم، کتب حدیث، سیر ومغازی، اور کتب شمائل کو نظر انداز کردیا ہے بلکہ آپ نے ان تمام سے استفادہ کیا جیسا کہ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ رحمۃ للعالمین کے بارے میں مولانا حسن مثنی ندوی نے جو تبصرہ کیا ہے وہ خاصا جامع ہے ان کی نظر میں رحمۃ للعالمین ذیل میں ذکر کردہ خصوصیات کی حامل ہے:

---

(۱) فکر ونظر، سیرت نگاری، ص:۲۸۷۔ (۲) رحمۃ للعالمین ج ۳، ص:۱۱۔

(۳) فکر ونظر سیرت نگاری ص:۲۸۸۔ (۴) رحمۃ للعالمین ج ۱، ص:۳۴، فکر ونظر:۲۸۹۔

AsliAhleSunnet.com

۱-(یہ کتاب) پوری عالمانہ تحقیق سے لکھی گئی ہے، جو روایت جہاں سے لی ہے، وہاں حاشیے پر اس کا پورا حوالہ بھی درج ہے۔

۲-تمام واقعات جو سیرت سے متعلق ہیں، سن وار ترتیب سے لکھے گئے ہیں۔

۳-جہاں کوئی عمدہ نتیجہ مستنبط ہوسکتا ہے اور عملی زندگی سے اس کا کوئی تعلق ہے وہ لکھ دیا گیا ہے۔

۴-بائیبل سے ہر جگہ استنباط کر کے اہل کتاب پر حجت قائم کی گئی ہے۔

۵- زبان اردو ہر جگہ معیاری تو نہیں لیکن لب ولہجہ اتنا متین، سنجیدہ اور پراثر ہے کہ مخالف پڑھنے والا بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، مناظرانہ اور متشددانہ انداز سے پرہیز کیا گیا ہے۔

۶-مصنف نے اس کے صفحات پر دماغ کے ساتھ دل کے ٹکڑے بھی رکھ دیے ہیں، ایک ایک لفظ سے محبت نبوی ﷺ اور حب انسانیت نمایاں ہے۔

۷-مصنف اپنے دور کی تمام جدید تحریکات اور عملی وتحقیقی اقدار سے بھی واقف ہے اور جا بجا اسلامی اقدار واحکام سے ان کا مقابلہ کرتا جاتا ہے، نبوی غزوات، نظام زکوۃ اور قانون طلاق وغیرہ کا ذکر آتا ہے تو وہ صرف ان کا ذکر کے آگے نہیں بڑھ جاتا بلکہ وہیں متن میں یا حاشیے پر ایسے اسلوب میں بحث کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے تمام شکوک خود بخود رفع ہوتے چلے جائیں، خواہ وہ کسی قوم اور کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو۔

۸-تفحص وجستجو کا یہ عالم ہے کہ غزوۂ احد میں جس انصاری خاتون کے چار اعزا (شوہر، فرزند، باپ اور بھائی) شہید ہوئے اور اس نے کوئی پروانہ کی اس کا نام تلاش کرنے کے لیے انصار کے تمام انساب کو چھان مارا اور بالآخر اس خاتون کا نام ''ہند'' تلاش کر ہی لیا۔ ارباب تاریخ وسیر نے قاضی صاحب سے پہلے اس خاتون کا نام کہیں درج نہیں کیا تھا۔ ان کی تحریر میں ایک سوانح نگار کی سی عقیدت مندی، مؤرخ کی سی بے تعصبی ایک عالم اور محقق کا سا وقار، اور ایک مومن صادق کا سا انکسار ہے۔(۱)

وفات: قاضی صاحب نے دوسرے حج سے واپس آتے ہوئے جہاز میں ۳۰ رمئی ۱۹۳۰ء کو وفات پائی اور نماز جنازہ مولانا اسماعیل غزنوی نے پڑھائی۔ بعد ازاں ان کی میت سمندر کی لہروں کے سپرد کر دی گئی۔(۲)

☆☆☆

---

(۱) فکر ونظر سیرت نگاری، ص: ۲۹۰-۲۹۱۔

(۲) رحمۃ للعالمین، ج ۱، ص: ۳۹۔

AsliAhleSunnet.com

گوہر تابدار

مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری

حیات وخدمات

افسر حسین نور محمد
عالمیت سال اول

نام ونسب: ابوالعلی محمد عبدالرحمٰن بن حافظ عبدالرحیم بن حاجی شیخ بہادر مبارکپوری رحمہم اللہ۔ ابوالعلی آپ کی کنیت ہے، محمد عبدالرحمٰن نام ہے، محمد بھی آپ کے نام کا جز ہے، کیونکہ آپ ہمیشہ محمد عبدالرحمٰن لکھتے تھے، جیسا کہ آپ کے دستاویزات اور مہر سے پتہ چلتا ہے، بہت سے لوگ صرف عبدالرحمٰن لکھتے ہیں، جو صحیح نہیں ہے، صحیح محمد عبدالرحمٰن ہے۔(۱)

خاندان:

آپ کا خاندان انصاری ہے، مبارک پور میں آپ کا گھرانہ شرف ومجد، قیادت وسیادت، تقوی ودیانت اور علمی ودینی امامت کا حامل رہا ہے، آپ کے دادا حاجی بہادر قصبہ کے ممتاز آدمی تھے۔(۲)

ولادت ونشوونما:

تمام تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے کہ مولانا محدث مبارکپوری کی ولادت ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں ضلع اعظم گڑھ کے مشہور قصبہ مبارک پور میں ہوئی، مبارک پور میں ایک محلہ پورہ صوفی ہے، یہی آپ کا مولد وموطن ہے، آپ کی نشوونما اپنے گھر ہی میں انتہائی پاکیزہ اور علمی ماحول میں ہوئی، آپ کا خاندان علم وفضل میں نمایاں تھا جیسا کہ مذکور ہوا، اس کا اثر آپ کی شخصیت پر بھی پڑا۔(۳)

ابتدائی تعلیم وتربیت:

آپ کا گھر اس زمانے میں قصبہ کا مدرسہ تھا، آپ نے قرآن مجید، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں اسی خانگی مدرسہ میں پڑھیں، اس کے بعد قرب وجوار کے علما سے تحصیل علم کیا، مولانا خدا بخش مہراج گنجی، مولانا محمد سلیم پھریہاری ان کے

---

(۱) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص:۴۱۔
(۲) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص: ۴۱۔
(۳) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص: ۴۳۔

AhleSunnet.com

ابتدائی اساتذہ میں سے ہیں، جن سے آپ نے فارسی ادب وانشا اور اخلاقیات کا درس لیا، اس کے بعد مولانا حسام الدین مئوی، مولانا فیض اللہ مئوی اور مولانا سلامت اللہ جیراج پوری سے نحو، صرف، فقہ، اصول فقہ اور منطق وغیرہ پڑھا۔(۱)

اعلیٰ تعلیم کے لیے سفر:

جب آپ گھریلو تعلیم اور قرب وجوار کے علما سے بہرہ ور ہو چکے تو آپ کے اندر طلب علم کا شوق مزید بڑھ گیا، اور اسی شوق طلب نے آپ کو وطن مالوف چھوڑنے پر مجبور کیا اور وقت کے متبحر علما اور بڑی درسگاہوں کی طرف شد رحال پر ابھارا۔

اسی زمانے میں مبارکپور کے مشرق ومغرب میں علما فرنگی محل کی دو مشہور درسگاہیں تھیں، ایک مدرسہ حنفیہ جون پور جس کو وہاں کے ایک رئیس منشی امام بخش نے مولانا سخاوت علی صاحب کی تحریک پر غالباً ۱۲۶۷ھ میں قائم کیا تھا، اس کے پہلے صدر مدرس مولانا عبدالحلیم صاحب فرنگی محلی تھے، پھر ۱۲۷۷ھ میں مولانا مفتی محمد یوسف صاحب فرنگی محلی نے ان کی جگہ پائی، اس مدرسہ کے آخری نامور مدرس مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رامپوری شاگرد مولانا فضل حق خیرآبادی تھے، ۱۸۷۰ء میں مدرس ہوئے۔(۲)

بعد میں علمائے رسول پور (مبارک پور) اس کے مدرس ہوتے رہے اور مشرق میں فرنگی محل کی علمی میراث ان کے ہاتھوں مدتوں اہل علم میں تقسیم ہوتی رہی، اسی مدرسہ چشمۂ رحمت سے مولانا محدث مبارک پوری کے والد حافظ عبدالرحیم صاحب فیض یاب تھے، چنانچہ مولانا محدث مبارک پوری نے والد محترم سے اجازت لے کر اس کا قصد کیا، ان دنوں وہاں مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری کے علوم دینیہ اور مولانا محمد فاروق صاحب چریاکوٹی کے علوم عقلیہ وادبیہ کا فیض جاری تھا، آپ نے ان دونوں حضرات سے مسلسل پانچ سال تک متوسطات اور منتہی کتابیں پڑھیں، اس طرح تفسیر، حدیث، فقہ، ادب ومعانی اور معقولات وغیرہ مروجہ علوم وفنون کی تکمیل کی۔(۳)

میاں سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں:

مولانا محدث مبارکپوری نے مدرسہ چشمۂ رحمت میں مسلسل پانچ سال تک رہ کر وہاں کے اساتذہ بالخصوص مولانا عبداللہ غازی پوری کی صحبت سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اس زمانے کے مروجہ علوم وفنون میں یک گونہ مہارت پیدا کر لی تھی مگر

---

(۱) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص: ۴۳-۴۴۔

(۲) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص: ۴۴-۴۵۔

(۳) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص: ۴۶-۴۷۔

AsliAhleSunnet.com

طلب علم کی آتش شوق تھی کہ بجھائے نہیں بجھ رہی تھی، لائق شاگرد کی یہ علمی حرص دیکھ کر مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے سمند شوق کو مہمیز دی اور دہلی جانے کا مشورہ دیا۔

اس زمانے میں دہلی میں شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند درس بچھی ہوئی تھی، اور ہر طرف ان کی حدیث دانی کا غلغلہ تھا، دور دراز کے طلبہ جن کو علم حدیث میں کمال پیدا کرنے کا شوق ہوتا وہ حضرت میاں صاحب کی درسگاہ کا قصد کرتے تھے۔ ہمارے مولانا محدث مبارکپوری کو بھی قدرت نے یہ موقع فراہم کیا اور وہ حب رسول کی قندیل رہبانی لیے سفر کی صعوبتوں کی پرواہ کیے بغیر کشاں کشاں میاں صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔

مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں ہے کہ:

''میاں صاحب اپنے وقت کے امام بخاری تھے علوم حدیث میں، امام ابوحنیفہ تھے اجتہاد میں، سیبویہ تھے عربیت میں، جرجانی تھے بلاغت میں، شبلی تھے تصوف اور سلوک وعرفان میں، ابن ادہم تھے زہد وتقوی میں، امام احمد بن حنبل تھے حق گوئی اور صبر واستقامت میں''۔

مولانا محدث مبارک پوری نے ۱۳۰۶ھ میں میاں صاحب کی خدمت میں پہنچ کر ان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع الترمذی، سنن ابی داود، اواخر نسائی، اوائل ابن ماجہ، مشکوۃ المصابیح، بلوغ المرام، تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، اوائل ہدایہ اور نخبۃ الفکر کا اکثر حصہ پڑھا نیز سوا چھ پاروں کے قرآن مجید کا ترجمہ سنا، اور آپ نے کتب مذکورہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث وتفسیر اور فقہ کی سند اجازہ حاصل کی۔(۱)

شیخ محمد الہاشمی الجعفری سے سند اجازہ:

محدثین کرام کے نزدیک زیادہ سے زیادہ شیوخ سے ثقہ اسانید کا حصول بڑی اہمیت رکھتا ہے، اس کے لیے وہ دور دراز کے دشوار گزار سفر بھی کرتے تھے، اس طرح وہ جو سند حاصل کرتے تھے اس کو ''سند عالی'' کہتے تھے، کسی محدث سے پوچھا گیا ان کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کیا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: "القلب الخالي والسند العالي".

خوش قسمتی سے مولانا محدث مبارکپوری بھی اس سے محروم نہیں رہے، آپ نے مروجہ علوم وفنون سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۳ھ میں اپنے والد کے استاذ شیخ محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری سے اوائل ''بلوغ المرام'' اور ''اربعین'' سنداً ومتناً پڑھ کر سند مسلسل بالاولیۃ حاصل کی۔ سلسلہ سند اس طرح ہے:

(۱) مقدمہ تحفۃ الاحوذی مطبوعہ دار الفکر، ص:۱۹۱۔

"أبوالعلى محمد عبد الرحمن المباركفوري عن علامة محمد بن عبد العزيز المدعو بالشيخ محمد الهاشمي الجعفري عن الشيخ أبي الفضل عبد الحق البنارسي عن امام المحدثين القاضى محمد بن علي الشوكاني رحمهم الله". (۱)

شیخ حسین بن محسن الأنصاری الیمانی سے سند اجازہ:

شیخ العرب والعجم قاضی حسین بن محسن الانصاری الخزرجی الیمانی جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے ذہبی تھے علم رجال میں، ابن دقیق العید تھے دقت نظر میں، عسقلانی تھے حفظ واتقان میں۔

مولانا محدث مبارکپوری نے ۱۳۱۴ھ میں آرہ (بہار) میں قیام کے دوران ان سے جستہ جستہ جامع ترمذی، صحاح ستہ، موطأ امام مالک، مسند دارمی، مسند امام شافعی، مسند امام احمد بن حنبل، امام بخاری کی الادب المفرد، معجم طبرانی اور سنن دارقطنی پڑھ کر سند اجازہ حاصل کی۔ (۲)

اساتذہ:

(۱) مولانا خدا بخش مہراج گنجی (۲) مولانا محمد سلیم پھریہاری (۳) مولانا حسام الدین مئوی (۴) مولانا فیض اللہ مئوی (۵) مولانا سلامت اللہ جیراج پوری (۶) مولانا عبداللہ غازی پوری (۷) مولانا میاں سید نذیر حسین (۸) شیخ محمد الہاشمی الجعفری (۹) شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی۔ (۳)

ازدواجی زندگی:

مولانا محدث مبارکپوری کی ازدواجی زندگی بہت سونی تھی، یکے بعد دیگرے آپ نے کل چار شادیاں کیں، مگر کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، تذکرہ نویسوں نے ان کے ازدواجی زندگی کے حالات سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، اس لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ ان کی پہلی شادی کب ہوئی تھی، البتہ مولانا محدث مبارک پوری کے بھتیجوں کے پڑپوتے جناب حکیم سیف الرحمن صاحب احوذی کے ایک مکتوب (جو انھوں نے جناب مولانا عبدالکبیر صاحب کو لکھا ہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ:

مولانا محدث مبارک پوری کی پہلی شادی اعظم گڑھ میں، دوسری محلہ حیدر آباد مبارکپور میں، تیسری املو مبارکپور میں جن کا نام ہاجرہ تھا، پھر چوتھی شادی مجیدہ دادی رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ (بیوہ حکیم محمد شفیع صاحب، جو مولانا محدث مبارکپوری

---

(۱) مولانا محمد عبدالرحمن مبارکپوری: حیات وخدمات، ص: ۵۰-۵۱۔

(۲) مولانا محمد عبدالرحمن مبارکپوری، حیات وخدمات، ص: ۵۲۔

(۳) مولانا محمد عبدالرحمن مبارکپوری، حیات وخدمات، ص: ۵۴، ۷۱۔

AsliAhleSunnet.com

کے بڑے بھائی تھے) سے ہوئی، جن کا نام رابعہ تھا، اس طرح سے مولانا نے چار شادیاں کیں اور کسی کے بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ہر ایک زوجہ نے انتقال کیا تھا نہ کہ طلاق دیا تھا۔(۱)

مولانا محمد امین اثری رحمانی بن حکیم محمد شفیع کے صاحب زادے جناب غازی عزیر صاحب (مقیم حال سعودی عرب) لکھتے ہیں کہ: ''مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب اولاد نہ تھے، جب ان کے بھائی حکیم محمد شفیع بن حافظ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے اپنی بیوہ بھابھی سے نکاح کرلیا، اور چاروں بھتیجوں (یعنی حکیم عبدالسمیع مصحح ''مقدمۃ تحفۃ الاحوذی''، حاجی عبدالسلام، حاجی محمد ادریس اور محمد امین اثری) کو بحیثیت بیٹے کے اپنالیا تھا، حکیم عبدالسمیع ایک بہت ذی علم شخصیت تھے، دادا رحمہ اللہ سے انھیں اکتساب کا کافی موقع ملا تھا، آپ کے فرزند مولانا فضل الرحمٰن نے بھی متعدد علمی کتابیں مثلاً مسئلہ ''علم غیب''، ''اہل بیت'' وغیرہ تصنیف کی تھیں، حکیم عبدالسمیع کے حفید مولانا سیف الرحمٰن مبارک پور میں حکمت کے پیشہ سے وابستہ ہیں، حاجی عبدالسلام صاحب کے فرزندوں میں مولوی عبدالولی صاحب مبارکپور میں مدرسہ عربیہ دارالتعلیم سے وابستہ ہیں۔(۲)

تدریسی خدمات:

مولانا محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تعلیم سے فراغت کے بعد تدریس وتصنیف میں مشغول ہوگئے، طبابت کا فن انھیں اپنے والدگرامی سے حاصل ہوا تھا، اس لیے طبابت اور افتا سے گہرا واسطہ رہا، والد محترم نے جو مدرسہ گھر میں بنا رکھا تھا اس کو انھوں نے ترقی دی، اور اس کا نام ''دارالتعلیم'' رکھا، جس میں ایک مدت تک درس وتدریس، تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا، مدرسہ کی شہرت جب چہار جانب پھیلی تو تمام اطراف سے تشنگان علم نے وہاں کا رخ کیا، ''دارالتعلیم'' کے علاوہ جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، مدرسہ احمدیہ آرہ، مدرسہ دارالقرآن والسنۃ کلکتہ وغیرہ معروف مدارس میں درس دیا، دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے ناظم شیخ عطاء الرحمٰن نے صدر مدرس کے لیے پیشکش کی، مگر آپ نے تصنیفی مشاغل کی بنا پر معذرت کرلی، سلطان عبدالعزیز آل سعود نے آپ سے حرم مکی میں درس حدیث کی استدعا کی تو انھوں نے جواباً فرمایا: ''میں تحفۃ الاحوذی کی تکمیل میں مشغول ہوں، اس سے فراغت کے بعد غور کروں گا''۔(۳)

---

(۱) مکتوب بنام مولانا عبدالکبیر، از مبارکپور، تحریر کردہ مورخہ ۱۵/۸۲۱ء۔

(۲) ہفت روزہ الاعتصام لاہور، ۲۸/رمضان ۱۴۱۴ھ جلد ۴۶، شمارہ ۱۰، ص: ۲۱۔

(۳) مقالات محدث مبارکپوری ص: ۲۶۔

AsliAhleSunnet.com

مشہور تلامذہ:

محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ نے عمر عزیز کا ایک طویل حصہ درس وتدریس میں گزارا، اطراف واکناف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر استفادہ کرنے والوں کی فہرست طویل ہے، ان میں مشہور تلامذہ حسب ذیل ہیں:

مولانا عبدالسلام مبارکپوری مؤلف سیرۃ البخاری، علامہ تقی الدین محمد بن عبدالقادر ہلالی مراکشی، شارح مشکوۃ مولانا عبیداللہ رحمانی، شیخ عبداللہ نجدی، مولانا نذیر احمد رحمانی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی جے پوری، مولانا محمد امین اثری، مولانا محمد اسحاق آروی، مولانا محمد کنگن پوری، مولانا عبدالصمد مبارکپوری، مولانا عبدالسمیع مبارکپوری وغیرہم۔(۱)

تصانیف:

حضرت محدث مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی تعلیم وتعلم میں گذری، ہر فن میں انھیں کامل عبور حاصل تھا اور تشنگان علم چہار جانب سے ان کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف تلمذ حاصل کرتے، درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف کے بھی آپ شہسوار تھے، چنانچہ تصنیف کے حوالے سے انھوں نے جو علمی سرمایہ چھوڑے ہیں ان کا تعارف حسب ذیل ہے:

(۱) تحفۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی

(۲) مقدمۃ تحفۃ الاحوذی

(۳) أبکار المنن فی تنقید آثار السنن

(۴) تحقیق الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام

(۵) اعلام أھل الزمن

(۶) کتاب الجنائز

(۷) خیر الماعون فی منع الفرار من الطاعون

(۸) القول السدید فیما یتعلق بتکبیرات العید

(۹) المقالۃ الحسنی فی سنیۃ المصافحۃ بالید الیمنی

(۱۰) نور الابصار

(۱۱) تنویر الابصار فی تائید نور الابصار

(۱۲) ضیاء الابصار فی رد تبصرۃ الانظار

---

(۱) مقالات محدث مبارکپوری، ص: ۲۶، ۲۷۔

AsliAhleSunnet.com

(۱۳)تنقید الدرۃ الغرۃ

(۱۴)الحق المبین فی سنیۃ المصافحۃ بالیمین

(۱۵)الکلمۃ الحسنی فی المصافحۃ بالید الیمنی

(۱۶)رسالۃ فی رکعۃ الوتر

(۱۷)الدر المکنون فی تائید خیر الماعون

(۱۸)الوشاح الابریزی فی حکم الدواء الانکلیزی

(۱۹)ارشاد الھمائم الی منع خصاء البھائم

(۲۰)رسالۃ فی رفع الیدین للدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ

(۲۱)رسالۃ فی مسائل العشر

(۲۲)تنقید الجوھر النقی

(۲۳)شرح موطأ

(۲۴)رسالۃ ترجمان وغیرہ (۱)

اخلاق وعادات:

مولانا محدث مبارکپوری کے اخلاق وعادات بھی بڑے عظیم تھے،تقوی وپرہیز گاری اور دنیا سے بے نیازی کا عالم یہ تھا کہ لوگ آپ کی خدمت میں مال ودولت پیش کرتے مگر آپ قبول نہ کرتے ،آپ بہت ہی متواضع اور ملنسار تھے،آپ بہت شیریں کلام اور نرم گفتار تھے،طبیعت میں ظرافت بھی تھی،رعب وجلال اور سنجیدگی ووقار بھی نمایاں تھا،جھوٹ،چغلی، غیبت اور دوسرے اخلاق ذمیمہ سے بہت دور تھے۔(۲)

وفات: مورخہ ۱۶/شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲/جنوری ۱۹۳۵ء رات کے پچھلے پہر مبارکپور میں حدیث رسول کا یہ مہر درخشاں ارباب زمانہ کی نگاہوں سے ہمیشہ ہمیش کے لیے غروب ہوگیا۔(اناللہ وانا الیہ راجعون)(۳)

☆☆☆

---

(۱)مقالات محدث مبارکپوری ص ۳۵ تا ۵۳۔

(۲) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری:حیات وخدمات،ص: ۲۱۹،۲۲۰۔

(۳) مولانا محمد عبدالرحمٰن مبارکپوری:حیات وخدمات،ص:۲۴۳۔

عجوبہائے روزگار

عربی زبان کے تین عظیم ہندوستانی اہل حدیث ادیب

محمد عاصم بن افضال احمد
فضیلت سال دوم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم، أمابعد:

جماعت اہل حدیث کا یہ بہت بڑا امتیاز ہے کہ اس نے ہر فن میں بڑے بڑے جہابذۂ علم وادب کو پیدا کیا۔ اس نے جہاں قرآن وحدیث کے جید مفسرین ومحدثین کو جنم دیا وہیں دیگر علوم وفنون کے ماہرین سے بھی یہ جماعت خالی نہیں رہی۔ بیسویں صدی کے علمی وادبی افق پر جن شخصیات نے عربی زبان دانی اور ادبی فہم وفراست اور تحقیق وجستجو میں نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم عرب میں اپنا لوہا منوایا ان میں مولانا ابوعبداللہ محمد سورتی، مولانا عبدالعزیز میمنی اور مولانا عبدالمجید حریری رحمہم اللہ کی شخصیات قابل ذکر ہیں۔ پہلے دو کا تعلق صوبہ گجرات اور آخر الذکر کا تعلق شہر بنارس سے تھا۔ یہ تینوں افراد مسلکاً اہل حدیث، سلفی العقیدہ اور کتاب وسنت کے سچے علمبردار تھے۔ عربی زبان وادب میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا، چنانچہ مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی سے کسی نے پوچھا کہ ہندوستان میں عربی کے ادیب کتنے ہیں تو انھوں نے برجستہ جواب دیا کہ ''تین اور تینوں اہل حدیث۔ پہلے مولانا محمد سورتی مصنف ازہار العرب، دوسرے علامہ عبدالعزیز میمنی، تیسرے علامہ عبدالمجید حریری''۔(۱) سطور ذیل میں تینوں شخصیات کا تعارف اور ان کی ادبی خدمات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مولانا ابوعبداللہ محمد سورتی رحمہ اللہ:

تعارف: مولانا محمد سورتی کا پورا نام: ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد بن احمد بن ابراہیم بن احمد بن علی السامرودی السورتی ہے۔ شعبان ۱۳۰۷ھ میں صوبہ گجرات کے مشہور مقام سامرود سورت میں پیدا ہوئے۔ مولانا محمد سورتی کی ابتدائی تعلیم سامرود میں شیخ محمد بن عبداللہ جوناگڑھی اور مولوی محمد جعفر کے ہاتھوں ہوئی، ۱۳۲۱ھ میں حصول علم کے لیے پاپیادہ دہلی آئے، مدرسہ دارالکتاب والسنۃ صدر بازار دہلی میں داخلہ لیا اور مولانا عبدالسلام دہلوی، مولانا عبدالوہاب ملتانی اور مولانا شرف الدین سے استفادہ کیا۔ عروض وقافیہ اور لغت کی تعلیم مولانا یوسف حسین خان رام پوری سے حاصل کی۔ ۱۳۲۷ھ میں حیدرآباد پہنچے، جہاں شیخ محمد طیب بن محمد صالح کاتب مکی سے منطق، حکمت اور ادب میں استفادہ کیا۔ آخر میں

(۱) صوت الجامعہ اردو اگست ۱۹۷۵ء، ص:۱۳، ج:۳، ش:۳، مضمون ادیب عصر علامہ عبدالمجید حریری۔

AsliAhleSunnet.com

ندوہ میں بھی پڑھے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد ۱۹۳۱ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں باقاعدہ مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے بعد مولانا جامعہ رحمانیہ میں تدریس کے لیے بنارس تشریف لائے، یہاں پر ایک سال رہے، اس کے بعد حیدرآباد تشریف لے گئے، یہ میر علی عثمان خان کا دور تھا، یہیں پر مولانا سورتی نے مشہور مستشرق سالم کرینکو کے ساتھ مل کر ابن درید کی کتاب "جمهرة اللغة" کی تصحیح کی، اس کی فہرست بنائی اور ایک شاندار مقدمہ لکھا۔

حیدرآباد کے بعد وہ دہلی کے مشہور سلفی درسگاہ مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ میں مدرس ہوئے، اس کے علاوہ انھوں نے جامعہ اعظم دہلی اور دارالحدیث ممبئی میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں مگر کسی ایک جگہ مستقل مزاجی کے ساتھ طویل عرصہ تک نہیں رہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہوئے اور اپنے علم وادب کے موتی بکھیرتے ہوئے اگست ۱۹۴۲ء میں انتقال کر گئے۔(۱)

علمی وادبی مقام ومرتبہ:

مولانا کا علمی وادبی مرتبہ نہایت بلند تھا۔ ہزاروں اشعار نوک زبان رہتے، عربی زبان وادب میں آپ کی معلومات اور تحقیق وجستجو بہت گہرائی وگیرائی لیے ہوتی تھی، مختلف مدارس وجامعات میں اپنے علم کے موتی بکھیرے، جامعہ ملیہ دہلی میں قیام کے دوران عربی تدریس کے لیے "ازہار العرب" لکھی، جو کئی مدارس میں داخل نصاب ہے، مولانا کی علمی وادبی خدمات میں ابن درید کی کتاب "جمهرة اللغة" کی تحقیق وتصحیح ہے، مولانا کے ادبی مقام کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مولانا عبدالعزیز میمنی کی مشہور کتاب "سمط اللآلي" چھپ کر آئی تو مولانا سورتی نے اس کا بغور مطالعہ کیا، دوران مطالعہ ان کی دانست میں علامہ میمنی سے جو غلطیاں ہوئی تھیں، ان کی نشان دہی کی اور اس کتاب پر ایک تنقیدی مضمون لکھ کر "معارف" اعظم گڑھ میں چھپوایا، اس تنقیدی مضمون کا اتنا زبردست اثر ہوا کہ علامہ میمنی نے اس کا رد لکھا جو برہان دہلی ستمبر ۱۹۳۸ء کے شمارہ میں شائع ہوا، اسی طریقے سے مولانا میمنی کی مشہور کتاب "أبو العلاء وما اليه" پر بھی آپ نے تنقید کی، مولانا میمنی کے مشہور شاگرد مختارالدین آرزو کے بقول "مولانا میمنی کو خود اعتراف تھا کہ عربی کے مفردات انھیں مجھ سے زیادہ یاد تھے"۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سورتی کے انتقال پر لکھتے ہیں:

"مرحوم کا پایۂ علم وادب رجال وانساب واخبار میں اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر مشکل تھی، جو کتاب

(۱) علامہ عبدالعزیز میمنی، حیات وخدمات، مجموعہ مضامین، منعقدہ ۲۴، ۲۵ فروری ۲۰۰۳ء، ص: ۲۲۶-۲۳۲، وتاریخ وتعارف مدرسہ دارالحدیث رحمانیہ، ص: ۲۱۷-۲۲۲۔

دیکھتے تھے وہ ان کے حافظے کی قید میں آجاتی تھی، سیکڑوں نادر عربی قصائد، ہزاروں عربی اشعار وانساب نوک زبان پر تھے، ان کو دیکھ کر یقین آتا تھا کہ ابتدائی اسلامی صدیوں کے علما وادبا اور محدثین کی وسعت حافظہ کی جو عجیب وغریب مثالیں تاریخوں میں مذکور ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں''۔(۱)

مولانا نے کئی کتابیں لکھیں، مشہور کتابوں میں أزهار العرب ، شرح سنن ابن ماجه، شرح ديوان حسان بن ثابت، الزيادات الوافية على الكافية والشافية، والانصاف فيما جرى فى صرف أبى هريرة من الخلاف، مقدمة في الصرف ، مقرب في النحو اور محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ وغیرہ ہیں۔(۲)

علامہ عبدالعزیز میمنی رحمہ اللہ:

تعارف: علامہ عبدالعزیز میمنی کی پیدائش صوبہ گجرات ضلع راجکوٹ کاٹھیاوار کے گاؤں ''کوندل'' میں ۱۸۸۸ء میں ایک شریف النسل گھرانے میں ہوئی، جس کا آبائی پیشہ زمینداری تھا۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے یہیں رہ کر حاصل کی، جب وہ تیرہ سال کے ہوئے تو ان کے والد نے انھیں ۱۹۰۱ء میں دہلی تحصیل علم کے لیے بھیج دیا، جہاں انھوں نے عظیم علما وادبا سے استفادہ کیا، مولانا بشیر سہسوانی سے درسیات کی تحصیل کی، ادب کی تعلیم شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد سے حاصل کی، ۱۹۱۰ء میں رامپور تشریف لے گئے، رامپور میں مشہور عالم شیخ محمد طیب عرب مکی سے لسانیات کی تکمیل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد علامہ عبدالعزیز میمنی مختلف اداروں میں عربی لغات اور علوم وآداب کا درس دینے لگے، ۱۹۱۳ء میں ایڈورڈ مشن کالج پشاور میں عربی وفارسی کے لکچرر مقرر ہوئے، پھر ۱۹۲۰ء میں پنجاب یونیورسٹی کے اورینٹل کالج سے وابستہ ہوگئے، یہ زمانہ ان کی آسودگی کا تھا، یونیورسٹی کی لائبریری میں مشرقی علوم وفنون کا وسیع ذخیرہ تھا جس سے انھوں نے کافی استفادہ کیا۔ ۱۴/نومبر ۱۹۳۵ء میں علامہ میمنی مدرس کی حیثیت سے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آئے، ۱۹۴۳ء میں شعبۂ عربی کے صدر مقرر ہوئے اور اس عہدے پر ۳۱/مارچ ۱۹۵۰ء تک رہے، مولانا پہلے ہندوستانی عالم ہیں جو اس عہدے پر سرفراز ہوئے، کیونکہ اس سے پہلے اس شعبے کے صدور جرمن مستشرقین ہوا کرتے تھے، ۱۹۵۴ء میں پاکستان چلے گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے عزیز شاگرد اور وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی ڈاکٹر نبی بخش خاں بلوچ کے اصرار پر اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی ڈائریکٹر شپ قبول کی۔ اس ادارہ کے تحت کئی تحقیقی کام کیے، پھر وہاں پر مختلف یونیورسٹیوں میں پروفیسر اور صدر کی حیثیت

---

(۱) علامہ عبدالعزیز میمنی، حیات وخدمات، ص:۲۳۲، بحوالہ نزھۃ الخواطر۔

(۲) حوالہ سابق۔

AsliAhleSunnet.com

سے علمی وادبی خدمات انجام دی۔ ۲۷/اکتوبر ۱۹۷۸ء کوانتقال ہوااور وہیں سپرد خاک ہوئے۔(۱)

علمی وادبی مقام ومرتبہ:

مولانا میمنی کوعربی زبان پر پورا عبور حاصل تھا۔عربی لغت وادب میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، حافظہ نہایت قوی تھا، تقریبا ایک لاکھ عربی اشعار کے حافظ تھے، مختلف اداروں میں عربی وفارسی کی خدمات انجام دی، مصر، عراق اور دمشق میں مختلف علمی وادبی اکیڈمیوں کے رکن مقرر ہوئے جو بہت بڑا علمی اعزاز تھا، لسان العرب کی تحقیق وتصحیح کے لیے جو کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اس کے اہم رکن تھے، چنانچہ اس لغت پر تحقیقی کام کیا، ۲۵/سال تک مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں تدریسی خدمات انجام دی، اس دوران آپ نے بہت سارے تحقیقی وعلمی کام کیے، ان میں سے بہت ہی معرکۃ الآرا کتاب "سمط اللآلي" تصنیف کی جو لجنۃ التصانیف والترجمۃ قاہرہ سے شائع ہوئی، یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور علمی حلقوں میں بڑی قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھی گئی، یہ عربی ادب کے اہم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی طریقے سے آپ کی دوسری کتاب جس نے عرب کے علمی دنیا بالخصوص مصر میں زبردست ہلچل پیدا کیا وہ "أبو العلاء وما إليه" تھی، جس میں مولانا نے ابوالعلاء معری کے تعلق سے روایات وبیانات کا باہمی موازنہ انتہائی دیدہ ریزی کے ساتھ کیا ہے۔مصنف نے اس کتاب میں ابوالعلاء کے تعلق سے مشہور مصری عالم طہ حسین کی تصنیف "ذكرى أبي العلاء" کا زبردست تنقیدی جائزہ لیا ہے، اور ابوالعلاء پر لکھی گئی دیگر کتابوں کی غلطیوں کا پردہ فاش کیا۔مولانا نایاب علمی وادبی ذخیروں کی تلاش، اصل مصادر کی دریافت، اشعار کی تحقیق اور شعرا کا ذکر اوران کی تحقیق وتنقید میں ید طولی رکھتے تھے، مختلف رسائل وجرائد میں علمی وتحقیقی مقالات لکھے، عربی زبان وادب اوراس کی تحقیق آپ کا فن تھا، اسی وجہ سے آپ کی اکثر وبیشتر تصنیفات ادب عربی ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔آپ کی تصنیفات وتحقیق شدہ کتابوں کی کل تعداد تقریبا ۳۰ ہے، چند مشہور تصنیفات یہ ہیں: أبو العلاء وما اليه، سمط اللآلي، اقليد الخزانة، ديوان حميد بن ثور الهلالي، ديوان زهير بن أبي سلمى، رسالات الملائكة للمعرى اور الوحوشيات وغیرہ۔(۲)

مولانا عبدالمجید حریری رحمہ اللہ:

تعارف: مولانا عبدالمجید حریری رحمہ اللہ ۱۸۹۲ء(۳) میں بنارس کے ایک علم دوست اور خوش حال گھرانے میں

---

(۱) علامہ عبدالعزیز میمنی: حیات وخدمات، ص: ۱۱۸-۱۱۹، ۲۴۸-۲۵۰۔

(۲) حوالہ سابق ص: ۱۵۰-۱۵۵، ۱۵۹، وافکار عالیہ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۷، ج: ۶، ش: ۴۔

(۳) افکار عالیہ اپریل تا جون ۲۰۱۴ء، ص: ۵۲، ج: ۱۱، ش ۲۔

پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے بہت ذہین وفطین تھے، پانچ سال کے ہوئے تو مکتب میں بیٹھائے گئے، ۹ رسال کی عمر میں اردو، فارسی اور عربی میں کافی مہارت حاصل کرلی، ۱۵ رسال کی عمر میں درس نظامیہ سے فارغ ہوگئے، چودہ سال ہی کی عمر میں الہ آباد بورڈ کے ''ملا فاضل'' کا امتحان فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا، انگریزی تعلیم کے لیے جے نرائن ہائی اسکول بنارس سے ہائی اسکول پاس کیا، ایف اے کا امتحان بنارس ہندو یونیورسٹی سے امتیازی نمبرات سے پاس کیا، انگریزی کی تکمیل کے لیے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ گئے، وہاں بی اے کا امتحان پاس کیا، بنارس ہندو یونیورسٹی سے ایم اے، ایل ایل بی کیا، تحریک خلافت اور جنگ آزادی میں حصہ لیا، قید وبند کی صعوبتیں جھیلیں، کچھ دن وکالت بھی کی، لیکن اس پیشہ کی خرابی کی وجہ سے اسے ترک کردیا، کتابوں کے مطالعہ کے آپ بہت شوقین تھے، اپنی ذاتی لائبریری تھی، علم وادب اور زبان ولغت کے ممتاز ماہرین میں سے تھے۔ سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا محمد سورتی، مولانا عبدالعزیز میمنی، ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر ہند اور مولانا آزاد رحمہم اللہ وغیرہ سے آپ کے خاصے تعلقات ومراسم تھے۔ یہ لوگ بنارس میں آپ کے مہمان ہوا کرتے تھے، مولانا تقی الدین ہلالی مراکشی دو سال تک آپ کے مہمان رہے، علامہ موسی جار اللہ روسی جنھیں انقلاب روس کے بعد جلاوطن ہونا پڑا، آپ کے مہمان ہوئے، مولانا حریری نے انھیں سے روسی وترکی زبان سیکھی، ۱۹۴۹ء میں حکومت ہند نے مولانا کو جدہ میں ہندوستان کا کونسلر مقرر کیا، مولانا آزاد رحمہ اللہ نے مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم میں اصلاح کے لیے جو کمیٹی بنائی تھی آپ اس کے اہم رکن تھے، سیاست سے خاص تعلق تھا، ہمیشہ کانگریس کے ساتھ رہے، اخیر عمر میں سیاست سے علی حدہ ہوگئے، دسمبر ۱۹۷۲ء میں انتقال کر گئے۔(۱)

علمی وادبی مقام ومرتبہ:

مولانا حریری رحمہ اللہ عربی زبان وادب کے ماہر تھے، علم تفسیر میں بلند مقام رکھتے تھے، سات زبان اردو، عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور ترکی کے ماہر تھے۔ اس لیے ہفت زبان کے نام سے مشہور تھے۔ مولانا کی ایک خوبی یہ تھی کہ ہر زبان کو اہل زبان کے لہجہ میں بولتے تھے۔ عربی زبان میں لکھنے اور بولنے پر بے پناہ قدرت حاصل تھی، سید سلیمان ندوی نے ایک بار مولانا حریری سے فرمایا کہ ''عربی زبان وادب پر آپ کو جو قدرت ومہارت ہے میں اب تک اس مقام تک نہیں پہنچ سکا''، آپ کے عربی زبان وادب کے مقام کی نادر مثال یہ پیش کی جاسکتی ہے کہ آزادی سے قبل ایک بلند پایہ شامی عالم عبدالعزیز ثعالبی ہندوستان آئے اور بنارس میں مولانا کے یہاں مہمان ہوئے، آپ مولانا کی گفتگو سے اتنا متاثر ہوئے کہ آپ کو یقین نہیں آیا کہ مولانا ہندوستانی ہیں، انھوں نے کہا کہ آپ نے ضرور عالم عرب میں کسب فیض کیا ہے، مولانا

(۱) صوت الجامعہ، اردو اگست ۱۹۷۵ء، ص: ۱۰-۱۸، ج: ۳ ش: ۳۔

AsliAhleSunnet.com

حریری نے کہا کہ میں نے عربی اپنے وطن میں ہی سیکھی ہے اور یہی شیخ ثعالبی ہی ہیں جنھوں نے آپ کے علمی وادبی مقام سے متاثر ہوکر مولانا تقی الدین ہلالی جیسے عربی زبان وادب کے ماہر کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ علامہ ہلالی کہا کرتے تھے کہ ''مولانا حریری کا علم خداداد ہے، کسبی نہیں''۔ مولانا نے جدہ میں اپنے قیام کے دوران بڑے بڑے عربی ادبا وعلما سے ملاقات کی اور ان سے جب گفتگو کی تو وہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ آپ کی جلالت علمی کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اسی طریقے سے آپ نے اپنی عربی خطابت کے ذریعہ وہاں کے لوگوں کو حیران وششدر کردیا۔(۱)

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''.....لیکن زبان کے اسرار ورموز سے واقفیت اور ادب کے ارتقا سے آگاہی ایک ادیب کا کمال ہے اور حریری صاحب میں یہی کمال موجود تھا، ادبی کتابوں پر موصوف نے اپنے قلم سے جو نوٹ لکھے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زبان وادب کے مسائل پر ان کی نظر کتنی گہری اور ماہرانہ تھی، وہ جب کسی مسئلہ پر اظہار خیال کرتے تھے تو معلومات کی وسعت اور علمی خود اعتمادی کا پتہ چلتا تھا''۔(۲)

مولانا حریری رحمہ اللہ نے اپنی کوئی مستقل تصنیفی یادگار نہیں چھوڑی، آپ کے تحریری نمونوں اور ادبی شہ پاروں میں مختلف کتابوں پر لکھی گئی تقاریظ، صدارتی خطبات، عربی کے متعدد خطوط، جواہر لال نہرو کے انگریزی خطوط کے اردو ترجمے، طہ حسین کی کتاب "الوعد الحق" کا اردو ترجمہ، ابو ہریرہ کے منصرف وغیر منصرف ہونے پر عربی کا رسالہ اور خلافت راشدہ پر ایک عربی رسالہ وغیرہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔(۳)

حرف آخر:

عربی زبان قرآن کی زبان ہے، ہمارے دین کی زبان ہے، قرآن وحدیث کا فہم وادراک اس کے سیکھنے میں ہی پنہاں ہے، ہمارے اسلاف نے اس زبان کی خوب آبیاری کی اور عملی تطبیق کے ذریعہ اسے اوج ثریا تک پہنچایا، انھیں اسلاف میں یہ تینوں شخصیات بھی تھیں، جنھوں نے اپنی تحقیقی، علمی، ادبی اور فنی صلاحیتوں سے عربی زبان کی خدمت کی، اور شہرت وناموری کی بلندیوں کو چھولیا، وقت کا تقاضا ہے کہ ہم بھی ویسی ہی صلاحیتیں پیدا کریں اور ان کے خلا کو پر کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

---

(۱) حوالہ سابق، ص:۱۰-۱۸۔

(۲) محدث فروری ۲۰۰۴ء، ص:۸، ج:۲۲، شمارہ:۲۔

(۳) صوت الجامعہ، ص:۱۶-۱۸۔

AhleSunnet.com

ابلاغیات

طرب آشنائے خروش ہو تو نوا ہے محرم گوش ہو
وہ سرود کیا جو چھپا ہوا ہو سکوت پردۂ ساز میں

AsliAhleSunnet.com

تسلط اغیار

نیوز ایجنسیاں اوران پر یہودیوں کا شکنجہ

عبداللہ تمجید عالم
فضیلت سال سوم

عموماً ہمیں کسی بھی خبر کی معلومات میڈیا کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔اور میڈیا عام طور سے اس خبر کو دو ذرائع سے حاصل کرتا ہے، ایک تو نیوز ایجنسیاں یعنی خبر رساں ادارے اور دوسرے وہ افراد جو خبر کو جمع کرنے اور اسے متعلق ادارے تک پہنچانے کے لیے مخصوص ہوتے ہیں۔ان مخصوص افراد میں سے بعض کو رپوٹر، بعض کو نامہ نگار اور بعض کو نمائندہ کہا جاتا ہے۔

چونکہ موضوع نیوز ایجنسی سے متعلق ہے اس لیے اس کی تعریف کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نیوز ایجنسی (News Agency) کی تعریف:

دَفری انسائیکلوپیڈیا (The Free Encyclopedia) نے نیوز ایجنسی کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

"A news agency is an organization that gathers news, reports and sells them to subscribing news organization, such as newspapers, magazines, and radio and television broadcasters". (1)

''نیوز ایجنسی نام ہے ایسے ادارے کا جو خبروں اور رپورٹز کو جمع کرتا ہے اور انھیں خبریں خریدنے والے اداروں کو بیچتا ہے جیسے کہ اخبار، مجلّات، ریڈیو اور نشریاتی ٹیلی ویژن''۔

ویسے تو دنیا بھر میں تقریباً ۱۰۷ر (۲) نیوز ایجنسیاں ہیں، لیکن ان میں سے ۴ر کو میڈیائی دنیا میں کافی مقبولیت حاصل ہے: (۱) رائٹرز (Reuters)، (۲) فرانس نیوز ایجنسی (Agency France Press)، (۳) ایسوسی ایٹیڈ پریس (Associated Press)، اور (۴) یونائیٹیڈ پریس ایسوسی ایشن (United Press Associations) یا یونائیٹیڈ پریس انٹرنیشنل (United Press International)۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

---

(۱) http://en.m.wikipedia.org/wiki/news.....

(۲) http://www.newsagencies.info/...

AhliAhleSunnet.com

(۱) رائٹرز (Reuters):

اس ایجنسی کا جائے وقوع برطانیہ ہے۔ (۱) اس کا بانی اور مؤسس جولیس رائٹر (Julias Reuter) ۱۸۱۶ء میں جرمنی میں ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا۔ اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک جرمن بینک سے کیا، ملازمت کے دوران جولیس کو خیال آیا کہ جرمنی میں موجود بینکوں اور تجارتی منڈیوں کو اقتصادی اور مالی امور سے متعلق خبریں فراہم کرنے کے لیے اگر ایک خبر رساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی جائے تو کیسا رہے گا؟ اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد جولیس نے ملازمت سے استعفی دے دیا، اس کے بجائے اس نے بینکوں اور تجارتی منڈیوں کو اقتصادی اور مالی خبریں فراہم کرنے کا کام شروع کر دیا۔ اس میدان میں جولیس کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے جرمنی سے برسیلیز پھر پیرس اور ۱۸۵۱ء میں لندن تک اپنی ایجنسی کے کام کا دائرہ بڑھا دیا، ٹیلیفون اور ٹیلیگرام کی ایجاد نے اقتصادی خبروں کے ساتھ سیاسی وسماجی اور ثقافتی خبروں کو اخبارات تک پہنچانے پر آمادہ کر دیا، امریکہ، فرانس، جرمنی، لندن اور یورپ کے دوسرے ملکوں کے علاوہ ایشیا اور دیگر براعظم سے نکلنے والے اخبارات، ریڈیو اور پریس نے رائٹر (۲) کی خبروں کو گراں قیمت پر خریدنا شروع کر دیا۔ رائٹر نے ۱۸۵۸ء میں اس وقت خبر رسانی کا نیا ریکارڈ قائم کر دیا جب نپولین سوم (Nepoleon Third) کی تقریر ایک گھنٹے کے اندر برطانوی اخبارات تک پہنچانے میں کامیابی حاصل کر لی، امریکی خانہ جنگی کی خبریں بھی رائٹر نے غیر معمولی سرعت کے ساتھ ذرائع ابلاغ تک پہنچائی، ۱۸۵۷ء میں رائٹر خبر رساں ایجنسی کے مالک کو برطانوی شہریت دے دی گئی اور ایک بڑے خطاب سے ملکۂ برطانیہ نے اس کو سرفراز کیا۔

پوری دنیا کا میڈیا اس یہودی خبر رساں ایجنسی کی بھیجی ہوئی خبروں اور تبصروں کو وحی کا درجہ بلکہ اس سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اس ایجنسی کے کارکنوں کی تعداد ۲ر ہزار ۸۴ ہے، جس میں ۱ر ہزار ۱۰ ایڈیٹر اور صحافی و نامہ نگار ہیں، اس کے نصف سے زائد کارکن برطانیہ کے باہر غیر ملکوں میں کام کرتے ہیں، ۷۵ر اخباری مراکز کے ذریعہ ۱ر سو ۵۰ ملکوں کے اخبارات و رسائل اور ریڈیو ووٹی وی کمپنیوں کو روزانہ ۱۵ر لاکھ الفاظ پر مشتمل خبریں اور مضامین بھیجے جاتے ہیں جو ۴۸ر زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔ (۳)

(۲) فرانس نیوز ایجنسی (Agence France - Press):

اس ایجنسی کا جائے وقوع جیسا کہ اپنے نام سے ظاہر ہے، فرانس ہے، اس کا مخفف انگلش میں A.F.P. اور اردو

---

(۱) من شاہ جہانم ص: ۳۰۰۔

(۲) یہاں رائٹر سے مراد کمپنی ہے نہ کہ کمپنی کا مالک جس کا نام رائٹر ہے، اس کمپنی کو انگلش میں رائٹرز اور اردو میں رائٹر کہا جاتا ہے۔

(۳) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۹۶-۹۷۔

AsliAhleSunnet.com

میں اف.ش. ہے۔(۱)، ۵/۱۸۳۵ء ۳/ میں فرانس کے ایک یہودی خاندان "ہاواس" نے ہاواس نیوز ایجنسی کے نام سے ایک خبر رساں ادارے کی بنیاد ڈالی، جو آگے چل کر ایجنسی فرانس پریس کے نام سے مشہور ہوا، اگرچہ فرانس میں صرف ۷/لاکھ یہودی ہیں، لیکن وہاں سے شائع ہونے والے ۸۵٪ اخبارات ورسائل پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ فرانس سے نکلنے والے اہم سیاسی روزناموں، لوفیگارو، ڈیلی ایکسپریس، لوکوئیڈیاں، فرانسوار اور نودوکایے کے علاوہ طبقہ نسواں میں مقبول عام رسالہ فیملی ورکر (اشاعت: ۱۵/لاکھ) ان سب پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اور یہودی میڈیا فرانسیسی حکومت کے لیے پالیسی بناتا ہے۔

فرانس نیوز ایجنسی کی نئی تنظیم مارچ ۱۹۵۷ء میں کی گئی جس کے مطابق اس کے دائرۂ کار کو فرانس سے باہر تک بڑھا دیا گیا، فی الحال اس میں ۸/سو ۸۲/صحافی کام کرتے ہیں، جن میں ۳/سو ۳۰/صحافی بطور مراسلہ نگار فرانس سے باہر متعین ہیں، فرانس کے مختلف شہروں میں ۸۰/نامہ نگار کام کرتے ہیں، اس نیوز ایجنسی کے ماتحت ۳۰/دوسری نیوز ایجنسیاں کام کرتی ہیں، ۱/سو ۸۲/ملکوں کے ۱۲/ہزار خریدار ہیں۔ جو اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن اس ادارے سے خبریں حاصل کرتے ہیں، ان کی تعداد ۴/سو ہے۔ روزانہ ۳۳/لاکھ ۵۰/ہزار الفاظ پر مشتمل مضامین اور خبریں ا/سو ۴۲/ملکوں کو بھیجتے ہیں، جہاں ۴۲/زبانوں میں ترجمہ کے بعد نشر کیے جاتے ہیں۔ عام طور پر روزانہ ۵۰/تصویریں بھی خریداروں کو بھیجی جاتی ہیں۔(۳)

(۳) ایوسی ایٹیڈ پریس (Associated Press):

اس نیوز ایجنسی کا جائے وقوع امریکہ ہے، اس کا مخفف استعمال انگلش میں A.P. اور اردو میں اے.پ. ہے۔(۴)

۱۸۴۸ء میں امریکہ کے پانچ بڑے روزناموں نے مل کر ایسی ایٹیڈ پریس خبر رساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی تھی، ۱۹۰۰ء میں یہ ایجنسی ایک عالمگیر کمپنی کی صورت میں تبدیل ہوگئی، جس نے امریکی براعظم سے شائع ہونے والے تمام اخبارات ورسائل کو خبریں فراہم کرنے اور دنیا بھر میں ان اخبارات ورسائل کو تقسیم کرنے کا کام بھی سنبھال لیا، اس کمپنی میں ۹۰٪ حصہ یہودی سرمایہ کاروں کا ہے۔

۱۹۸۴ء کے اعداد وشمار کے مطابق اس ایجنسی سے ۱۳/سو روزنامے اور ۳/ہزار ۷/سو ۸۸/ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن وابستہ ہیں، یہ صرف امریکہ کے اعداد وشمار ہیں۔ امریکہ سے باہر ۱۱/ہزار ۹/سو ۲۷/روزنامے، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن وابستہ

---

(۱) من شاہ جہانم، ص: ۳۰۱۔

(۲) من شاہ جہانم کے مؤلف حفظہ اللہ نے اس ایجنسی کے قیام کا سال ۱۹۴۴ء ذکر کیا ہے۔

(۳) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۹۹-۱۰۰۔

(۴) من شاہ جہانم، ص: ۳۰۰۔

AzliAhleSunnat.com

ہیں۔ سیٹلائٹ اور دوسرے ذرائع سے روزانہ سترہ ملین الفاظ (۱/اکروڑ ۷/لاکھ) پر مشتمل مضامین میڈیا کو فراہم کیے جاتے ہیں۔ اقتصادی اور مالی خبروں کے خاص شعبے ہیں جہاں سے پوری دنیا کے ۸/ہزار مرکزی بینکوں کو تازہ ترین خبریں فراہم کی جاتی ہیں، ان خبروں کا معاوضہ غیر معمولی حد تک گراں ہوتا ہے۔

اس نیوز ایجنسی کے امریکہ میں ۱/سو ۷/دفاتر اور غیر ملکوں میں ۸۱/اخباری مراکز ہیں، جہاں ۵/سو ۵۹/نامہ نگار متعین ہیں، ان میں ۸۱/نامہ نگار امریکی ہیں۔ ایجنسی میں کام کرنے والے ایڈیٹروں اور صحافیوں کی تعداد جو صدر دفاتر میں متعین ہیں وہ ڈھائی ہزار ہے۔ اس کمپنی کا سرمایہ صد فیصد یہودیوں کا ہے اور ۵۹٪ کارکن یہودی ہیں۔ (۱)

(۴) یونائیٹڈ پریس ایسوسی ایشن (United Press Associations) یا یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل (United Press International):

یہ نیوز ایجنسی بھی امریکہ میں ہے۔ اس کو انگلش میں U.P.A. یا U.P.I. اور اردو میں ی.پ.ا. کہا جاتا ہے۔ (۲)، ۱۹۰۷ء میں امریکہ کے دو یہودی سرمایہ داروں (اسکرائیس اور ہوارڈ) نے یونائیٹڈ پریس کے نام سے ایک خبر رساں ایجنسی کی بنیاد ڈالی، اس کے دو سال بعد ولیم ہیرسٹ نے ۱۹۰۹ء میں انٹرنیشنل نیوز سروس کے نام سے کمپنی قائم کی، جس نے بعد میں ایک ایسے عالمگیر اشاعتی ادارے کی حیثیت حاصل کر لی جس کی شاخیں دنیا بھر میں پھیل گئیں۔ ولیم ہیرسٹ اگرچہ خود عیسائی تھا، لیکن اس کی شادی ایک بڑے یہودی سرمایہ کار کی لڑکی سے ہوئی تھی، ولیم ہیرسٹ کے بعد ڈیوڈ ہیرسٹ اور پڑیشیا ہیرسٹ کا پورا خاندان یہودی خاندان میں تبدیل ہو گیا۔ ۱۹۰۵ء میں یونائیٹڈ پریس اور انٹرنیشنل پریس دونوں آپس میں ضم ہو کر نیویارک ٹائمز کی ملکیت میں آ گئے جو ایک یہودی کے ماتحت ہے۔ ۱۹۸۲ء میں ان سب کو میڈیا نیوز کارپوریشن میں ضم کر دیا گیا۔

اس نیوز ایجنسی کی خبروں کے خریداروں کی تعداد ۷/ہزار ۹/۷/ ہے، جن میں سے ۲/ہزار ۲/سو ۴۶/خریدار (اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن) امریکہ سے باہر کے ہیں، اس مرکزی خبر رساں ایجنسی کے ماتحت ۳۰/خبر رساں ایجنسیاں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل سے امریکہ میں ۱۱/سو ۳۴/اخبارات پبلشنگ ادارے اور ۳/ہزار ۶/سو ۹۹/ریڈیو اور ٹی وی اسٹیشن وابستہ ہیں، پوری دنیا میں اس ایجنسی کے ۱/سو ۷۷/مراکز ہیں، صرف امریکہ کے اندر اس کے ۹۶/دفاتر ہیں۔ یو. پی. آئی. میں کام کرنے والوں کی کل تعداد ۱۸/سو ۳۰/ ہے، جن میں ۱۲/سو ۴۵/ایڈیٹر، مراسلہ

---

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۹۸۔

(۲) من شاہ جہانم، ص: ۳۰۰۔

AsliAhleSunnet.com

نگار، کیمرہ مین ہیں۔ امریکہ سے باہر ۵/سو ۸۷/نامہ نگار دنیا کے مختلف ملکوں میں متعین ہیں۔ روزانہ ۱۸/ملین الفاظ پر مشتمل مضامین اور خبریں خریداروں کو بھیجی جاتی ہیں۔ روزانہ ۸۲/تصویریں بھیجنے کا اوسط ہے۔(۱)

مذکورہ بالا تفصیل سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ دنیا کی مشہور ترین نیوز ایجنسیوں پر یہودیوں کا قبضہ ہے، لیکن ان ایجنسیوں کے علاوہ بھی کچھ ایجنسیاں ایسی ہیں جن پر یہودی قابض ہیں اور وہ مختلف ملکوں میں ہیں، جیسے فرانس میں A.F.P. کو چھوڑ کر ۲/مزید، برطانیہ میں رائٹر کے علاوہ ۷/، کنیڈا میں ۲/، جنوبی افریقہ میں ۲/، اسرائیل میں ۳/، آسٹریلیا ونیوزی لینڈ میں ۴/اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں A.P. اور U.P.A. کو چھوڑ کر ۱۰/(۲)، ان تمام پر یہودیوں کو تسلط حاصل ہے۔ ہمارے ملک ہندستان کی پہلی نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹیڈ پریس آف انڈیا (Associated Press of India) جس کی بنیاد ۱۹۱۰ء میں جناب کے، ہی رائے نے ڈالی تھی۔ ۱۹۳۱ء کے بعد اس ایجنسی کے سارے حقوق رائٹر نے خرید لیے۔(۳) اسی طرح دوسری انڈین ایجنسی ''پریس ٹرسٹ آف انڈیا'' (Press Trust of India) ہے۔ یہ ایجنسی بھی رائٹر کے اشتراک کے ساتھ چل رہی ہے۔(۴)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں یہودی قوم نے اپنی توجہ نیوز ایجنسیوں کی جانب کر رکھی ہے اور ان کے ذریعہ عموماً پوری دنیا کی میڈیا کو اپنے اشارے سے چلا رہی ہے؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟ جی ہاں! ۱۸۹۷ء میں سوئزرلینڈ کے شہر ''بال'' میں (۳۰۰) یہودی دانشوروں، مفکروں اور فلسفیوں نے تھیوڈر ہرٹزل کی قیادت میں جمع ہو کر پوری دنیا پر حکمرانی کا منصوبہ تیار کیا تھا، یہ منصوبہ ۱۹/پروٹوکول کی صورت میں پوری دنیا کے سامنے عرصہ ہوا آچکا ہے۔ اس منصوبہ کو "Protocols of the elders of zions) یعنی یہودی دانشوروں کی دستاویزات کہتے ہیں۔ اس پلان کی تیاری میں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تیس یہودی انجمنوں کے ذہین ترین ارکان نے حصہ لیا تھا، انھوں نے جہاں یہ طے کیا تھا کہ دنیا پر حکومت کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کرنا ضروری ہے، وہیں اس دستاویز میں ذرائع ابلاغ کو بھی بنیادی اہمیت دی گئی تھی۔ بارہویں دستاویز میں صحافت کی غیر معمولی اہمیت، اس کی تاثیر وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''اگر ہم یہودی پوری دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے سونے کے ذخائر پر قبضہ کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دیتے ہیں تو ذرائع ابلاغ بھی ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے دوسرا اہم درجہ رکھتا ہے، ہم میڈیا کے سرکش گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے باگ کو اپنے قبضے میں رکھیں گے، ہم اپنے دشمنوں کے قبضے میں کوئی ایسا موثر اور طاقتور اخبار نہیں رہنے دیں گے کہ وہ

---

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۹۸-۹۹۔ (۲) ماخوذ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۱۲۴-۱۲۹۔
(۳) ماخوذ من شاہ جہانم، ص: ۲۹۱-۲۹۳۔ (۴) ماخوذ من شاہ جہانم، ص: ۲۹۲-۲۹۳۔

AsliAhleSunnet.com

اپنی رائے کو مؤثر ڈھنگ سے ظاہر کرسکیں اور نہ ہی ہم ان کو اس قابل رکھیں گے کہ ہماری نگاہوں سے گزرے بغیر کوئی خبر سماج تک پہنچ سکے۔ ہم ایسا قانون بنائیں گے کہ کسی ناشر اور پریس والے کے لیے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ پیشگی اجازت لیے بغیر کوئی چیز چھاپ سکے، اس طرح ہم اپنے خلاف کسی بھی سازش یا معاندانہ پروپیگنڈے سے باخبر ہوجائیں گے، ہمارے قبضہ وتصرف میں ایسے اخبارات ورسائل ہوں گے جو مختلف گروہوں اور جماعتوں کی تائید وحمایت کریں گے، خواہ یہ جماعتیں جمہوریت کی داعی ہوں یا انقلاب کی حامی حتی کہ ہم ایسے اخبارات کی بھی سرپرستی کریں گے جو انتشار وبے راہ روی، جنسی واخلاقی انارکی، استبراری حکومتوں اور مطلق العنان حکمرانوں کی مدافعت اور حمایت کریں گے، ہم جب اور جہاں چاہیں گے قوموں کے جذبات کو مشتعل کریں گے اور جب مصلحت دیکھیں گے انھیں پرسکون کردیں گے، اس کے لیے صحیح اور جھوٹی خبروں کا سہارا لیں گے، ہم ایسے اسلوب سے خبروں کو پیش کریں گے کہ قومیں اور حکومتیں ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں، ہم اس میں مکمل احتیاط برتیں گے کہ پہلے سے ٹھونک بجا کر اور اچھی طرح نبض ٹٹول کر اقدام کریں گے، ہمارے اخبارات ورسائل ہندوؤں کے معبود وشنو کی طرح ہوں گے، جس کے سیکڑوں ہاتھ ہوتے ہیں، ہمارے پریس کا یہ بنیادی کام ہوگا کہ وہ اپنے مختلف موضوعات اور کالموں کے ذریعہ رائے عامہ کی نبض پر ہاتھ رکھے رہے، ہم یہودی ایسے مدیروں اور ایڈیٹروں اور نامہ نگاروں کی ہمت افزائی کریں گے جو بدکردار ہوں اور ان کا مجرمانہ ریکارڈ ہو، ہمارا یہی معاملہ بدعنوان سیاست دانوں اور لیڈروں اور مطلق العنان حکمرانوں کے ساتھ ہوگا، جن کی ہم خوب تشہیر کریں گے، ان کو دنیا کے سامنے ہیرو بنا کر پیش کریں گے، لیکن ہم جیسے ہی محسوس کریں گے کہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلے جارہے ہیں بس فوراً ہم ان کا کام تمام کردیں گے تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو، ہم یہودی ذرائع ابلاغ کو خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعہ کنٹرول کریں گے، ہم دنیا کو جس رنگ کی تصویر دکھانا چاہیں گے وہ پوری دنیا کو دیکھنا ہوگا، جرائم کی خبروں کو ہم تفصیل سے غیر معمولی اہمیت دیں گے تاکہ پڑھنے والوں کا ذہن تیار ہو، اس انداز سے کہ قاری کو مجرم کے ساتھ ہمدردی ہوجائے"۔(۱)

یہ ہے کڑوی حقیقت۔ ان یہودیوں نے جو پلان ومنصوبہ بنایا تھا، آج وہ پوری طرح اس میں کامیاب ہیں۔ ظالم ہوتے ہوئے مظلوم بنے ہوئے ہیں اور مسلمان جو کہ رحمت کا داعی اور امن وسکون کا خواہاں ہے وہ پوری دنیا کے سامنے سب سے بڑا ظالم ہے۔ یہ سب اسی یہودی منصوبہ کے تحت ہوا ہے۔

اب جب کہ ہمیں حقیقت کا پتہ چل چکا ہے، ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم میڈیائی میدان میں آگے آئیں اور ان یہودیوں کے دنیا پر حکومت کے خواب کو خواب ہی رہنے دیں۔

☆☆

اللہ ہم تمام مسلمانوں کو صحیح سوچ وفکر کا حامل اور باعمل مصلح بنائے، آمین۔

---

(۱) مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۹۳-۹۵۔

AsliAhleSunnet.com

فرق

سچ کہہ دوں اے برہمن گر تو برا نہ مانے
تیرے صنم کدوں کے بت ہو گئے پرانے

AsliAhleSunnet.com

باطل افکار

فتنۂ پرویزیت

محمد پرویز عالم بن تفضل حسین
فضیلت سال اول

سرسید احمد خاں (۱۸۱۷ء-۱۸۹۸ء) برصغیر میں وہ پہلے مفسر تھے جنھوں نے مغربی فکر سے متاثر ہوکر تجدد پسندانہ تفسیری نقطۂ نظر اختیار کیا۔ آگے چل کر اس خطہ میں ان کے زاویۂ فکر کو جن اہل تفسیر نے اپنایا اور مذکورہ تناظر میں اسے مزید وسعت دی ان میں پاکستان کے معروف تجدد پسند مفسر غلام احمد پرویز (۱۹۰۳ء-۱۹۸۵ء) کا نام نمایاں ہے۔ پرویز صاحب مغربی اہل قلم کے نتائج فکر سے خاصے متاثر ہیں اور اسلام کی ایسی تعبیر پیش کرنا چاہتے ہیں جو مغربی افکار وخیالات سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ ہو۔ پروفیسر عزیز احمد کے بقول ''سید احمد خان سے لے کر آج تک تمام جدید پسندوں میں غالباً پرویز وہ واحد شخص ہیں جو مغربی نقطۂ نظر کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ وہ عجیب وغریب اور غیر معقول توضیحی اصطلاحات تخلیق کر کے صحیح نقاط نظر کو پامال کر دیتے ہیں۔ انھوں نے مختلف امور سے متعلق قرآنی بیانات کو دور جدید کے تصورات کا جامہ پہنانے کی غرض سے نہایت غلط اور دور دراز کی تاویلات سے کام لیا ہے''۔(۱)

پرویز صاحب نے اپنی تجدد پسندانہ فکر کی ترویج واشاعت کی غرض سے متعدد کتابیں تحریر کیں، جن میں من ویزداں، ابلیس وآدم، جوئے نور، برق طور، شعلۂ مستور، معراج انسانیت، جہاں فردا، معارف القرآن، مفہوم القرآن، اور مطالب الفرقان وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کی تقریباً تمام تصانیف میں مغربی فکر سے موافقت کی خواہش واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں یہاں چند پہلوؤں پر گفتگو کرنا ہے۔

تفسیری اصول:

سب سے پہلے یہ دیکھنا مناسب ہوگا کہ پرویز صاحب نے اپنی تفسیری نگارشات کے لیے کون کون سے تفسیری اصول متعین کیے ہیں، مطالب الفرقان کے دیباچہ میں انھوں نے لکھا ہے کہ ''ابتداءً میں نے مروجہ قدامت پسندانہ طریق پر قرآن کا مطالعہ کیا، لیکن جب حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور پرکھنے کا شعور پیدا ہوا تو میں نے دیکھا کہ جو کچھ میں نے قرآن سے سمجھا تھا وہ مجھے حقیقت سے بہت دور لے گیا تھا، برسوں تک میں ریب وتشکیک کی پرخار وادیوں میں وقف کرب

(۱) برصغیر میں اسلامی جدیدیت، ص:۳۳۲۔

AsliAhleSunnet.com

واضطراب رہا، بالآخر میری قسمت نے یاوری کی اور یہ حقیقت میری سمجھ میں آئی کہ قرآن کے سمجھنے کا صحیح طریق کیا ہے؟ قرآن نے اپنے آپ کو نور یعنی روشنی کہا ہے اور روشنی اپنے وجود کی دلیل آپ ہوتی ہے، اسے تلاش کرنے کے لیے خارجی چراغوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لہذا قرآن خود قرآن ہی سے سمجھا جاسکتا ہے''۔(۱)

ایک اور اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے کہا ہے کہ قرآن بلسان عربي مبين نازل کیا گیا ہے۔ علم اللسانیات کے مطالعہ سے یہ حقیقت مجھ پر واشگاف ہو چکی تھی کہ مرور زمانہ سے زبانوں کے الفاظ کے معانی میں کس قدر فرق آجاتا ہے، اس لیے قرآن کریم کے سمجھنے کے لیے ضروری ٹھہرا کہ دیکھا جائے کہ زمانۂ نزول میں ان الفاظ کے کیا معانی سمجھے جاتے تھے''۔(۲)

پرویز صاحب کا مستشرقین اور مغربی اہل فکر سے شدید تاثر اس حقیقت سے صاف ظاہر ہے کہ اپنی قرآنی تاویل وتعبیر کی تائید میں وہ بسا اوقات مغربی مفکرین کے اقتباسات ہی پیش فرماتے ہیں اور بہ قول ڈاکٹر جمیل جالبی: ''اسلامی مساوات، اسلامی اخلاق اور اسلامی نظام معاشرت کی تشریح اسی زاویے سے کرتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ اسلام کے اس نئے روپ کو دنیا کے سامنے فخر سے پیش کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے سے مغربی دنیا جوق در جوق اسلام کی طرف ٹوٹ پڑے گی، وہ اسلام کو مغربی تہذیب کے شانہ بہ شانہ چلانے کے خیال میں ساری تاریخ کو نظر انداز کر جاتے ہیں''۔(۳)

آئندہ سطور میں مذکورہ تناظر میں پرویز صاحب کی قرآنی فکر کا، مختلف عنوانات کے تحت جائزہ لیا جائے گا۔

تصور الٰہ:

تصور الٰہ کے سلسلہ میں پرویز صاحب کی تفسیری نگارشات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایتی اسلامی تصور کو سختی سے مسترد کرتے اور نیا مغربی تصور الٰہ پیش کرتے ہیں۔ خدا کا یہ تصور کہ وہ قادر مطلق ہے، اس پر کوئی پابندی نہیں، سب اس کے سامنے جواب دہ ہیں، وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں، وہی قابل ستائش و پرستش ہے، مومنین کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے، چونکہ یہ تصور جدید مغربی فکر کے لیے قابل قبول نہیں، اس لیے وہ بڑے شد و مد سے اس کی تردید کرتے ہیں، اس سلسلہ میں وہ مغربی اہل فکر کی آراء کو بلا جھجک تائیداً نقل کرتے ہیں۔

مغرب میں نشأۃ ثانیہ کے بعد وسیع پیمانے پر یا تو خدا کا انکار ہی کر ڈالا گیا یا پھر کائنات میں اس کا کردار ایک جدید

---

(۱) مطالب الفرقان ج ۱، ص: ۴۔

(۲) مطالب الفرقان ج ۱، ص: ع، غ۔

(۳) پاکستانی کلچر، ص: ۱۶۰۔

AsliAhleSunnet.com

جمہوری ریاست کے برائے نام بادشاہ سے بھی کم تر تصور کرلیا گیا۔ پرویز صاحب بھی ایسے تصور کو غلط سمجھتے ہیں جس میں خدا کو اختیار مطلق حاصل ہو اور وہ کسی قاعدے اور ضابطے کا پابند نہ ہو۔ قرآنی الفاظ "کتب علی نفسه الرحمة" (۱) کی تشریح میں پابندی واختیار کے حوالے سے خدا اور بندے کی مختلف حیثیتوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ "بندے پر جو پابندی لگائی گئی ہے وہ اس کے خلاف کرسکتا ہے، جب کہ خدا نے اپنے اوپر جو پابندی لگائی ہے وہ اس کے برعکس نہیں کرتا، اس اعتبار سے دیکھئے تو انسان صاحب اختیار رہتا ہے اور خدا مجبور"۔ (۲)

خدا کی حمد وثنا، اس کے حضور رکوع وسجود اور اس کی پرستش کے تصور کو پرویز صاحب نے جس طرح رد کیا ہے وہ ان کے ذہن وفکر پر مغرب کے اثرات کا واضح ثبوت ہے، انھوں نے ایک مقام پر انگریز مفکر باردیو کے الفاظ کو تائید وتحسین کے ساتھ نقل کیا ہے، جن میں وہ کہتا ہے: "علم الٰہیات کا یہ عقیدہ کہ خدا نے انسان کو اپنی حمد وستائش اور جبر وکبریائی کی تعریف وتوصیف کے لیے پیدا کیا، انسانیت کی ذلت ہے، نہیں، یہ خود خدا کی شان کے شایان بھی نہیں، اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ جو عقیدہ انسان کے لیے وجہ ذلت ہو وہ خدا کے لیے بھی باعث ذلت ہوتا ہے"۔ (۳)

تصور رسول ﷺ:

اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی غیر معمولی عظمت اور بے مثال مقام ومرتبہ محتاج بیان نہیں، مسلمانوں کے ہاں یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ افضل الخلائق، امام الانبیاء اور سلسلۂ رسالت کی آخری کڑی ہیں، آپ ﷺ کی حیثیت کسی عام سیاسی یا معاشرتی نظام یا کسی سلطنت وحکومت کے سربراہ کی سی نہیں کہ آپ کے جانشین آپ ہی کا لقب حاصل کرکے آپ ہی کے مقام پر فائز ہوجائیں۔ پرویز صاحب نے اپنی قرآنی تعبیرات میں رسول اللہ ﷺ کو بلا جھجھک نظام حکومت اور مرکزی اتھارٹی کا ہم معنی بنادیا ہے۔

ایک مقام پر لکھا ہے: "حالانکہ نظام سے وابستگی اور اطاعت کا تقاضا ہے کہ ایسی باتوں کو رسول (مرکزی اتھارٹی) یا اپنے افسران تک پہنچایا جائے"۔

یہی نہیں، بلکہ دیگر مقامات پر وہ خدا اور رسول دونوں کو "مرکز ملت" کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں، مثلاً ایک جگہ لکھا ہے: "یہ حقیقت کہ اللہ اور رسول سے مرکز ملت (یا نظام خداوندی یا اسلامی مملکت کا اقتدار اعلی) مراد ہے، قرآن میں ایسے واضح الفاظ میں اور اس شرح وبسط سے بیان ہوئی ہے کہ ان مقامات کو بہ غور دیکھ لینے کے بعد اس میں کسی شبہ کی کوئی

---

(۱) سورۃ الانعام: ۱۲۔ (۲) مطالب الفرقان، ج ۵، ص: ۱۲۔

(۳) نظام ربوبیت، از غلام احمد پرویز، ص: ۶۱۔

AsliAhleSunnet.com

گنجائش نہیں رہتی''۔(۱)

اطاعت رسول قرآن کی نہایت اہم تعلیم ہے، رسولوں کی بعثت کا مقصد ہی ان کی اطاعت بتایا گیا ہے، رسول کی اطاعت کو خدا کی اطاعت کہا گیا ہے، لیکن غلام احمد پرویز اطاعت رسول کے تصور سے واضح طور پر گریزاں نظر آتے ہیں: "أطيعوا الله وأطيعوا الرسول" (النساء:۵۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''خدا کی ذات تو ایسی ہے کہ اس کا محسوس اور مرئی طور پر ہمارے سامنے آنا تو ایک طرف وہ ہمارے قیاس وخیال، گمان ووہم سے بھی ماورا ہے۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کیسے کی جائے؟ اس کے لیے اس نے خود ہی بتادیا کہ میں نے اپنی کتاب تمھاری طرف نازل کردی ہے، اس کتاب کی اطاعت یا محکومیت میری اطاعت یا محکومیت ہوگی''۔(۲)

ملائکہ، شیطان اور جنات:

اسلام ملائکہ، شیطان اور جنات کا ذکر واضح طور پر غیر مرئی واقعی وجودات کے طور پر کرتا ہے، یہ تصور دیگر مذاہب میں بھی موجود رہا ہے، لیکن یورپ میں جدید سائنسی ومادی افکار کے زیر اثر ان غیر حسی وغیر مرئی مخلوقات کے انکار کا رجحان پیدا ہوگیا، غلام احمد پرویز بھی اس فکر کے زیر اثر ملائکہ، شیطان اور جنات کو الگ اور مستقل غیر مرئی مخلوقات تسلیم نہیں کرتے، قرآن کریم کی متعدد آیات میں ان مخلوقات کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿أولي أجنحة مثنى وثلث وربع﴾ (۳) ترجمہ: ''دودو، تین تین، چار چار پروں والے فرشتے''۔

لیکن پرویز صاحب ملائکہ کو فطرت کی قوتوں سے تعبیر کرتے ہیں، ان کے نزدیک قصۂ آدم میں ملائکہ کا آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا جو ذکر ہے اس سے مراد درحقیقت فطرت کی قوتوں کا بنی نوع انسان کے لیے مسخر کیا جانا ہے۔(۴)

شیطان کو بھی قرآنی بیانات ایک خارجی وجود ثابت کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿كان من الجن ففسق عن أمر ربه﴾ وہ نوع جن کا ایک فرد تھا جس نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی۔(۵)

لیکن پرویز صاحب کا کہنا ہے کہ ''شیطان کوئی موجود فی الخارج ہستی یا شخصیت نہیں، بلکہ انسان کے اپنے فیصلوں، ارادوں اور جذبات سے عبارت ہے''۔(۶)

جہاں تک جنات کا تعلق ہے تو ان سے پرویز صاحب کے نزدیک قرآن کی مراد جنگلی، صحرائی انسان ہیں۔(۷)

---

(۱) مطالب الفرقان، ج۴، ص:۳۸۴۔ (۲) مطالب الفرقان، ج۴، ص:۳۳۶-۳۳۷۔
(۳) سورۃ الفاطر:۱۔ (۴) مطالب الفرقان ج۲، ص:۶۷-۷۰۔ (۷) مطالب الفرقان، ج۲، ص:۴۱-۴۲۔
(۵) سورۃ الکہف:۵۰۔ (۶) مطالب الفرقان، ج۲، ص:۵۰-۵۲۔

AsliAhleSunnet.com

جنت وجہنم:

قرآن مجید سے صاف واضح ہے کہ جنت وجہنم کا معاملہ صرف روحانی نہیں، بلکہ جسم اور روح دونوں سے متعلق ہے، ان کے نعم وآلام بھی قرآن کے بہت سے بیانات کی رو سے محض روحانی قرار نہیں دیے جاسکتے۔

پرویز صاحب نے جس طرح اور چیزوں کو نشانہ بنایا ہے اسی طرح جنت ان کے نزدیک تمثیلی وتشبیہی اور ایسی مثالوں سے عبارت ہے جو قرآن کے اولین مخاطب عربوں کے لیے انتہائی مؤثر تھیں، چنانچہ انھوں نے کہا ہے کہ: ''جنت'' کو گھنے باغات، جن میں صاف شفاف چشمے ہوں اور ان کا ٹھنڈا پانی چاروں طرف بہہ رہا ہو، درخت پھلوں سے لدے، دودھ اور شہد کی ایسی افراط کہ گویا ان کی نہریں بہہ رہی ہوں، اعلی درجے کی قالین اور صوفے بچھے ہوئے، محلات جن میں حریر واطلس کے پردے آویزاں، بلوریں، چاندی کے ظروف، لطیف گوشت، خوش ذائقہ مشروبات، ہم زواج، ہم رنگ، یک آہنگ احباب کی محفلیں، تپتے ہوئے صحراؤں کے باشندوں کی زندگی، ظاہر ہے اسی طرح مثالوں سے سجائی جاسکتی تھی''۔(۱)

ان کے مغربی اہل فکر سے تاثر کا واضح ثبوت ہے کہ لفظ ''جہنم'' کو وہ رچرڈ بیل ہی کی طرح عبرانی کے ''جی ہنوم'' (Ge-hinnom) سے ماخوذ ظاہر کرتے ہیں۔(۲)

ایک دوسری جگہ جنت وجہنم کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''جنت انسانی زندگی کی مزید ارتقائی منازل طے کرنے کا نام ہے اور جہنم اس کے ارتقا کے رک جانے کا نام''۔(۳)

نظریۂ ارتقاء:

تمام الہامی کتابوں کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پیغمبر ہیں، خدا نے اپنے دست قدرت سے الگ اور مستقل مخلوق کے طور پر تخلیق فرمایا اور اس کے بعد دنیا کے سارے انسان انھیں سے پیدا ہوئے، لیکن مغرب میں نیچریت اور مادیت پر مبنی تصور ارتقا کے پیش نظر مذکورہ مذہبی تصور کو غلط ٹھہراتے ہوئے انسان کے ارتقائی ظہور کا نظریہ پیش کردیا۔ پرویز صاحب نے انسانی ارتقا کے ڈارونی نظریے کو قبول کرتے ہوئے حضرت آدم اور ان کی تخلیق سے متعلق آیات کی تشریح اسی زاویے سے کی ہے۔ ایک جگہ ڈارون سے گہرا تاثر ان کی اس تعبیر سے عیاں ہوتا ہے کہ وہ ڈارون کی کتاب "أصل الأنواع" (Origin of Species) کو قرآنی الفاظ "أمم أمثالكم" کی شارح قرار دیتے ہیں۔(۴)

ڈارونیت پر اعتقاد پرویز صاحب کی تعبیرات قرآنی میں آدم علیہ السلام کے شخصی وجود سے انکار اور شرف انسانی

---

(۱) مطالب الفرقان، ج۱، ص:۳۳۴۔ (۲) مطالب الفرقان، ج۱، ص:۳۲۷۔

(۳) مطالب الفرقان ج۱، ص:۱۴۸۔ (۴) مطالب الفرقان، ج۵، ص:۲۵-۲۶۔

AsliAhleSunnet.com

سے گریز پر منتج ہوا ہے، چنانچہ انھوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان اشرف المخلوقات نہیں۔(۱) آدم سے کوئی خاص انسان یا بشر مراد نہیں اور قصۂ آدم خود نوع انسانی کی سرگذشت ہے۔(۲)

حدیث اور اس کی حفاظت و حجیت:

حدیث نبوی کلام اللہ کی تشریح و تفسیر ہے، اس کے بغیر قرآن کا صحیح فہم محال ہے، اسلام میں حدیث کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر علما دین نے اس کی حفاظت و تدوین کے سلسلے میں بے مثال محنت و کاوش سے کام لیا، محققین نے نہایت قوی اور نا قابل تردید دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ احادیث نبوی کو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں لکھنے لکھانے، محفوظ رکھنے اور آگے منتقل کرنے کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا، لیکن مستشرقین یورپ اسلامی قانون کے اس ماخذ ثانی کو مشکوک و مشتبہ بنانے کے لیے اس پر نہایت زور و شور سے حملہ آور ہوئے ہیں۔

حدیث کے سلسلے میں پرویز صاحب کے خیالات محض مستشرقین کے خیالات کا چربہ ہیں، انھوں نے احادیث کی حجیت اور محفوظیت کا انکار کیا اور اس ضمن میں بدیہی طور پر استشراقی طرز کا استدلال اپنایا ہے، ان کے مطابق حدیث تیسری صدی میں ایرانی جامعین حدیث کے ذریعہ سامنے آنے والی ایک عجمی سازش ہے، احادیث کی اگر دین میں کوئی حیثیت ہوتی یا یہ حجت اور مأخذ دین ہوتیں تو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی حفاظت اور نشر و اشاعت کا اہتمام کرتے، لیکن آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ صرف یہ کہ احادیث کی حفاظت سے متعلق کوئی اقدام نہیں کیا، بلکہ الٹا ان کو لکھنے، لکھانے سے منع کیا، بعد ازاں امام بخاری رحمہ اللہ اور دیگر حضرات نے ان باتوں کو جمع کر کے کتب احادیث کی شکل دے دی اور یوں صدیوں بعد مرتب ہونے والے یہ مجموعے مسلمانوں میں احادیث رسول کے نام سے رائج ہو گئے، حالانکہ انھیں خدا اور رسول کی کوئی سند حاصل نہ تھی"۔(۳)

تعدد ازدواج:

تعدد ازدواج ایک مرد کے لیے ایک وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ چار تک شادیاں کرنے کی اجازت پر مبنی قانون ہے، جو انسان کے خالق نے اپنی حکمت بالغہ سے انسان کی تمدنی ضروریات کے پیش نظر قائم کیا ہے۔ مستشرقین نے

---

(۱) مطالب الفرقان، ج ۲، ص: ۴۱۔

(۲) مطالب الفرقان ج ۲، ص: ۶۲۔

(۳) مطالب الفرقان، ج ۴، ص: ۳۴۳-۳۵۳۔

AsliAhleSunnet.com

اس قانون کو غلط رنگ میں پیش کر کے مسلمانوں کو اپنے دین سے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کی کوشش کی۔ پرویز صاحب نے بھی تعدد ازدواج کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہی ثابت کرنا چاہا ہے، وہ تعداد ازدواج کو ایسی شرائط سے مشروط کرتے ہیں جن سے یہ ناممکن العمل ہو کر رہ جاتا ہے۔(۱)

ان کے مطابق قرآن نے دراصل ایک وقت میں ایک ہی بیوی کا اصول مقرر کیا ہے، اگر کسی وقت بیوی سے نباہ کی صورت نہ رہے تو قرآن کی رو سے اس کی موجودگی میں دوسری بیوی کی اجازت نہیں، ہاں البتہ اس کی جگہ دوسری بیوی لائی جاسکتی ہے، ان کے نزدیک ﴿وإن أردتم استبدال زوج مكان زوج﴾ (النساء:۲۰) کا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو تو اس کے لیے پہلی بیوی سے معاہدۂ نکاح فسخ کرو''۔(۲)

اوپر کی بحث اس حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہے کہ اسلامی امور سے متعلق غلام احمد پرویز کے تصورات پر مغربی فکر کے گہرے سایے ہیں، وہ بیش تر معاملات میں اہل مغرب کے نتائج فکر کو معیار حق مان کر قرآنی آیات کے مفاد ومقصود کو ان سے ہم آہنگ باور کرانے کے درپے نظر آتے ہیں۔ راسخ العقیدہ علماء کو تو پرویز صاحب پر برہم ہونا ہی تھا کہ ان کی تعبیرات سے اسلام کے اساسی تصورات پر بہت جارحانہ ضرب پڑتی تھی، خود جدت پسند اہل علم وفکر نے بھی انھیں قبول نہ کیا، اگر راسخ العقیدہ علماء کی جانب سے ان کو مرتد قرار دیے جانے کو صحیح نہ بھی قرار دیا جائے اور جدیدیت ہی کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بھی علمی میدان میں وہ بامراد نہیں ٹھہرتے کہ انھوں نے جدت پسندی کو بھی مجروح کر ڈالا۔

اللہ تعالی فتنۂ پرویزیت سے بچائے اور دین اسلام کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

(۱) مطالب الفرقان، ج ۳، ص: ۳۴۸۔

(۲) مطالب الفرقان، ج ۳، ص: ۳۴۶۔

AsliAhleSunnet.com

ملی پرچار

عیسائیت کی تبلیغ اوراس کا طریقۂ کار

لعل محمد عبدالقادر پور نیادی
فضیلت سال سوم

تمہید:

دنیا کے اندر مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک مذہب عیسائیت بھی ہے، ہر خطۂ ارض پر اس مذہب کے ماننے والے موجود ہیں۔ ہندوستان میں بھی ان کی بڑی آبادی موجود ہے، ہر جگہ عیسائیوں کے گرجا گھر موجود ہیں، اور ہر مذہب کے عام پیروکاروں کی طرح مخلص عیسائی بھی یقین رکھتے ہیں کہ ان کا مذہب ایک سچا دین، اوران کی نجات کا ضامن ہے۔ وہ اس کے آسمانی والہامی ہونے کے قائل ہیں، اوران کے نزدیک ان کی مقدس کتاب انجیل خدائے بزرگ وبرتر کی وحی پر مبنی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہودیوں کی مقدس کتابوں کو بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ دعوی بھی ہے کہ عیسائیت ایک عالمگیر مذہب ہے اوراس کی تعلیمات آفاقی وہمہ گیر ہیں، جنھوں نے تہذیب وتمدن کی بنیاد رکھی اور انسانوں کو بلند اخلاقی اقدار اور انسانیت کی رفعتوں سے آشنا اور ہمکنار کیا۔

عیسائیت کے اصل بانی کون؟

عیسائیت جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب ہے، اسے مسیحیت اور نصرانیت بھی کہا جاتا ہے۔ موجودہ عیسائیت کا اصل بانی حضرت عیسی علیہ السلام نہیں بلکہ شاول یہودی پولس ہے۔ اس کی اصل یہودیت ہے پھر بعد میں تحریف وتعطیل کی غرض سے مسیحیت میں داخل ہوا، جیسا کہ لوقا صاحب نے اپنی کتاب ''اعمال الرسل'' میں اس کے کارنامے کو بیان کیا ہے۔ اس مناسبت سے موجودہ عیسائی تعلیمات پر عیسائیت کا اطلاق مناسب نہیں ہے۔(۱)

عیسائیت کے عقائد:

تثلیث دین مسیحیت کا ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ عقیدہ تثلیث یہ ہے کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے، اور روح القدس خدا ہے۔ اس کے باوجود تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔ یہ تینوں ہستیاں ہمیشہ سے ساتھ ساتھ چلی آرہی ہیں۔ تینوں ایک

(۱) دنیا عیسائیت کی زد میں، ص:۱-۴۔

AsliAhleSunnet.com

دوسرے کے ہم مرتبہ ہیں۔ تینوں ہی غیر مخلوق اور قادر مطلق ہیں۔ یہ عقیدہ اس قدر پیچیدہ اور مبہم ہے کہ خود مسیحی علما و دانشوران بھی اسے کبھی سمجھ نہیں سکے۔

نظریۂ تثلیث تجسم (Incornation) یعنی خدا نے حضرت عیسی علیہ السلام کا روپ دھار کر انسانی اور ارضی زندگی بسر کی۔

نظریۂ ابنیت (Sonship) یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا اور خدا کا مظہر ماننے کے علاوہ اس کو خدا کا بیٹا ماننا۔

نظریۂ کفارہ (Amonment) یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ عیسی علیہ السلام کو پھانسی کے ذریعہ مزعومہ موت اور پھر جی اٹھنے سے انسان کی نجات کی صورت پیدا ہوئی اور اس کا ازلی کفارہ معاف ہوا۔

نظریۂ آمد ثانی (Secondcoming) یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کا یقین۔

نظریۂ کتاب (Book) یعنی موجودہ انجیل کو خدا کا کلام ماننا۔ (۲)

عیسائیت کی تبلیغ اور اس کا طریقۂ کار:

عیسائی تبلیغ کے مراکز اور ان کا طریقۂ کار: عالمی تبلیغ عیسائیت کی ایجنسیوں میں فرنیٹرز نامی ایجنسی ایک بہت بڑی عیسائی ایجنسی ہے جس کا صدر دفتر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ریاست کالی فورنیا (California) کے شہر باسادنیا میں واقع ہے نیز اس ایجنسی کی امریکہ کی دیگر ریاستوں میں بھی متعدد شاخیں ہیں، چنانچہ ملک کینیڈا کے ایک مقام ٹورنٹو (Toranto) میں اس کی شاخیں ایک مدت سے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ اس ایجنسی کی سب سے اہم اور بنیادی سرگرمی اسلامی دنیا میں جگہ جگہ گرجا گھروں کی تعمیر اور ان سب کی آبادکاری ہے۔ اس کے علاوہ اس کی مزید سرگرمیاں یہ ہیں کہ انسانی دنیا کے ہر مقام پر گرجا گھر تعمیر کرنا، ان کو آباد رکھنے کے لیے مستقل نظم قائم کرنا، ان گرجا گھروں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے عیسائی مقررین اور واعظین کا تقرر کرنا، ان گرجا گھروں میں مسلمانوں کو پیش آنے والی ضرورتوں کے موضوع پر کانفرنس اور مختلف پروگراموں کا انعقاد کرنا، عالم اسلام کے مختلف حصوں میں عیسائی مشنریز کے زیر نگرانی واقع گرجا گھروں کا بھرپور تعاون کرنا اور ان کی مالی امداد کرنا۔ (۳)

---

(۱) دنیا عیسائیت کی زد میں، ص: ۷۔

(۲) انسائیکلوپیڈیا، ج ۳، ص: ۴۲۶، ادیان و فرق، ص: ۶۸۔

(۳) انسائیکلوپیڈیا، ج ۳، ص: ۴۷۴۔

AsliAhleSunnet.com

مجلس تحقیقات اسلام:

یہ مجلس تحقیقات اسلام نامی مرکز عیسائیت جسے استعماری تنظیمیں اپنے پیچھے افریقہ میں چھوڑ گئی تھیں، اس وقت انسانی دنیا میں عیسائیت کی تبلیغ اور عیسائی بنانے والی بڑی مشنریز میں سے ایک مجلس تحقیقات اسلام بہت بڑا عیسائی مرکز ہے جس کا صدر دفتر کینیا کی راجدھانی نیروبی میں واقع ہے۔ یہ عیسائی مرکز، عیسائی گھر جا گھروں میں کام کرنے والے چند منتخب افراد کے توسل سے ۱۹۵۸ء میں قائم کیا گیا تھا جس کے بعد سے اب تک تبلیغ عیسائیت کے لیے سرگرم عمل ہے، یہ مرکز ایسے عیسائی مبلغین تیار کرتا ہے جو افریقہ میں موجود اسلامی حلقوں اور اسلامی معاشرے کے لیے بڑے علما کو اپنے ساتھ رکھ کر افہام وتفہیم کے ذریعہ انھیں عیسائی تعلیمات سے متاثر کر کے افریقی عوام کو عیسائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ کر سکیں۔ اس عظیم مقصد کے فولانی زبان میں اویس بابا میں واقع صوت البشارۃ نامی ریڈیو اسٹیشن (جو ۱۹۶۶ء میں قائم کیا گیا تھا) کے ذریعہ ذرائع ابلاغ کی خدمات بھی حاصل کرتی ہیں، تاکہ ریڈیو کے شائق اور اس سے دل چسپی لینے والے مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف زیادہ سے زیادہ مائل کر سکیں۔ (۱)

برطانوی تنظیم برائے تبلیغ عیسائیت:

یہ عیسائی تنظیم برطانیہ کے شہر لندن میں ۱۷۹۹ء میں وجود میں آئی اور اس وقت نظم وترتیب، ربط وضبط اور حسن کارکردگی کے لحاظ سے عیسائی بنانے والی بڑی تنظیموں میں سب سے بڑی تنظیم کے طور پر شمار کی جاتی ہے اور برطانیہ میں واقع عالمی گرجا گھروں سے اس کا براہ راست ربط وتعلق ہے جسے برطانیہ کے شاہی خاندان اور کانٹریری کے سرکاری گرجا گھروں کے بڑے بڑے پادریوں کی نگرانی اور سرپرستی حاصل ہے اور اس بڑی عیسائی تنظیم کی صدارت کے لیے عام طور سے ایسے ممتاز اور باکمال اشخاص کو منتخب کیا جاتا ہے جو برطانوی حکومت میں اپنا کام پورا کر کے ریٹائر ہو گئے ہوں اور صرف عیسائیت کی تبلیغ کے لیے اپنے کو وقف کر چکے ہوں۔ اس تنظیم کے خاص اور اہم کارنامے جن کی سب کی نظروں میں ایک خاص اہمیت ہے، جیسا کہ اس تاریخی مرکز میں ایک بہت زبردست لائبریری کا نظم کیا گیا ہے جس میں نادر ونایاب کتابوں کا ایک معتد بہ ذخیرہ محفوظ ہے نیز اس لائبریری میں عیسائی تعلیمات پر مشتمل ایسا جامع تحریری مواد بھی تیار کیا گیا ہے جو لوگوں کو مذہب عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کر کے یا کم از کم ذہن کو اس سے قریب کر دے، یہ ہر مطالعہ کرنے والے کو اس لائبریری کی جانب سے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ (۲)

---

(۱) دنیا عیسائیت کی زد میں، ص: ۴۳-۴۴۔

(۲) دنیا عیسائیت کی زد میں، ص: ۴۴-۵۰۔

AsliAhleSunnet.com

عیسائیت کی تبلیغ کے بعض طریقۂ کار:

مسیحیت کی نشر واشاعت کے لیے نوع بہ نوع طریقے ایجاد ہوئے ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) مشن اسکولز وکالجز: مڈل اسکولز ۲۲، ہائی اسکولز ۷۵، اعلی ثانویہ اسکولز وکالجز ۶، پیشہ ورانہ ٹریننگ اسکولز وکالجز ۱۲، اور مختلف تعلیمی ادارے ۲۴، بائبل کارسپانڈنس اسکولز ۱۹۷۴ء کے مطابق ۱۵ر ہیں۔

(۲) بائبل وخط وکتابت اسکولز: یہ بھی مسیحی تبلیغ کا ذریعہ ہیں جس کے ذریعہ سے لاکھوں کی تعداد میں پمفلٹ اور رسالے ہر سال شائع ہوتے اور ان لوگوں کے پاس بھیجے جاتے ہیں جن کو مسیحی مذہب کی قدر یا مطالعۂ مسیحیت سے دلچسپی ہو۔

(۳) مشن اسپتال کلینک: یہ بھی مسیحی اڈے ہیں جس میں بظاہر مریض کے ساتھ ہم دردی کی جاتی ہے، لیکن در پردہ ایمان پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہے، اور غریبوں کا علاج سستا بلکہ ایمان کے عوض میں کیا جاتا ہے، امیروں کا مہنگا تاکہ غریب قریب ہوں اور امیر کا سرمایہ مسیحی تبلیغ میں خرچ ہو۔

(۴) ریڈیو اسٹیشن: مسیحیت کی تبلیغ کے بہت سے عیسائی ممالک میں ریڈیو اسٹیشن قائم ہیں جو صرف مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔

(۵) مشن تفریحی کیمپ: مری کوئٹہ اور دیگر تفریحی مقامات پر مسیحی تفریحی کیمپ لگائے جاتے ہیں جس میں نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کے جال نصب ہیں جن میں نوجوانوں کو مفت سفری سہولتیں اور رہائشیں مہیا کی جاتی ہیں۔

(۶) پریس: لٹریچر کے ذریعہ سے بھی مسیحی تبلیغ کی جاتی ہے۔ پادریوں اور عیسائی اہل کاروں کے ذریعہ لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر بسوں اور بازاروں وغیرہ میں اور خوب صورت دوشیزاؤں کے ذریعہ بڑی مارکٹوں میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کے لیے ایک خوب صورت جال ہے۔

(۷) اعلانیہ تبلیغ: قدیم طریقے کے مطابق آج بھی عیسائی اعلانیہ تبلیغ کرتے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ انگریز کی حکومت میں کثرت سے ہر مقام پر تبلیغ ہوتی تھی مگر اب اعلانیہ تبلیغ کی اکثر سرگرمیاں دیہاتوں میں ہوتی ہیں۔ اوکاڑہ، ساہیواں، میاں چنوں وغیرہ دیہاتوں پر نظر ڈالیں تو اکثر وبیشتر عیسائی اعلانیہ تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔

(۸) اسکالرشپ مالی امداد: بہت سے مسیحی ادارے پاکستان میں ایسے ہیں جو اسکالرشپ اور مالی امداد کے عنوان سے مسلمانوں کے ایمان کا سودا کرتے ہیں، جس میں سالویشن آورمی سرفہرست ہے، مسلمانوں کو بھاری قرض دے کر ان کے پاس آنے جانے کے راستے ہموار کرتے ہیں، بعض کو قرضوں میں پھنسا کر اور بعض کو قرض دے کر زیر بار احسان کیا جاتا

AsliAhleSunnet.com

ہے کہ بعض کو مالی امداد کے ذریعہ اسلام سے برگشتہ کر کے عیسائیت میں داخل کرتے ہیں۔

(۹) تبلیغ بذریعہ خواتین: بہت سے علاقوں میں مسیحی تبلیغی انداز یہ بھی ہے کہ جب مسلمان مرد حضرات اپنے گھروں سے کام کاج کے لیے نکل جاتے ہیں تو مسیحی سنٹرز گھروں میں موجود مسلم خواتین کے پاس آجاتی ہیں اور ان سے اپنی مذہبی باتیں کرتی اور مسیحی لٹریچر سناتی ہیں اور ہدیہ تحفہ دے کر ان کا دل لبھاتی پھر رفتہ رفتہ انھیں مسیحیت کے سانچے میں ڈھال دیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ گھرانہ یا تو مسیحی ہو جاتا ہے جس سے ان کی قیمتی جان جہنم میں ڈال دی جاتی ہیں یا پھر اس گھر میں فساد ہوتا ہے۔(۱)

مسلمانوں کو عیسائی بنانے کا عالمی منصوبہ:

آج کے اس پرفتن دور میں عیسائیوں کی نگاہ مسلمانوں پر برابر ٹکی ہوئی ہے اور مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے منصوبے کیے جارہے ہیں۔ آیئے میں آپ کو تمثیل اور تقریب کے طور پر چند منصوبوں کو مختصراً بیان کرتا چلوں۔ عیسائیوں کو داڑھی رکھنے اور مسلمان جیسا لباس پہننے کی ہدایت آج سے تقریباً پچیس سال قبل جنوری ۱۹۸۹ء میں سنگاپور میں پادریوں کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی جس میں پچاس سے زائد ملکوں کے تقریباً تین سو پادری شریک ہوئے تھے۔ اس میٹنگ میں اس یقین کا اظہار کیا گیا تھا کہ پوری دنیا میں جس طرح عیسائیت اور مسیحی تعلیم کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ۲۰۰۰ء تک انجیلی تعلیم پہنچ جائے گی۔ ۶ر جنوری ۱۹۹۱ء سے باقاعدہ انجیلی تعلیمی سال کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ ایک مینی فیسٹو بھی جاری کیا گیا تھا، جس میں مسلمانوں کو سرفہرست رکھا گیا تھا، یعنی اب انجیلی تعلیم کا اصل نشانہ مسلمان ہوں گے۔ درحقیقت جس طرح اسلام مغرب ممالک میں تیزی سے پھیلتا جارہا ہے اور لوگ داخل اسلام ہو رہے ہیں اس سے یہ لوگ حد درجہ خائف ہیں، انھیں خدشہ ہے کہ جس طرح سرعت سے ان ممالک میں اسلام کو فروغ حاصل ہو رہا ہے، اس سے عنقریب عیسائیت کو خطرہ لاحق ہو جائے گا اور اسی لیے پیش بندی کے طور پر انجیلی تعلیمی سال کا آغاز کر کے اس میں مسلمانوں کو سرفہرست رکھا گیا، ساتھ ہی یہ خطرناک اور ہیجان انگیز نعرہ بھی لگایا گیا ہے کہ مسیح کے لیے اسلام کو فتح کرو یعنی مسلمانوں کو کسی بھی طرح ورغلا کر عیسائیت میں داخل کرو۔(۲)

اسلامی ممالک میں عیسائیت کے فروغ کی کاوشیں:

پاکستان میں بہت سے عیسائی فرقے تبلیغ اور جدوجہد میں مصروف ہیں، ان میں سے ایک عیسائی فرقہ رومن

---

(۱) انسائیکلوپیڈیا، ج ۳، ص: ۴۷۰ تا ۴۷۹، دنیا عیسائیت کی زد میں، ص: ۲۶۱-۲۶۸۔

(۲) دنیا عیسائیت کی زد میں، ص: ۵۵-۵۷، ادیان وفرق، ص: ۶۹۔

AsliAhleSunnet.com

کیتھولک ہے جس کا دعوی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اس کلیسایا فرقہ کو ہر زمانہ کے تمام لوگوں کے لیے معمور کیا ہے اور خود کو عیسی علیہ السلام کا نائب تصور کرتے ہیں۔ رومن کیتھولک فرقہ نے ۱۸۴۲ء میں صوبۂ سندھ میں اپنی تبلیغی جدوجہد کا آغاز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز حکومت نے سندھ کو بزور شمسیر فتح کرلیا تھا، ان کوششوں کے نتیجے میں ۱۸۶۰ء میں سندھ کے کچھ افراد نے عیسائیت قبول کرلی، ۱۸۵۳ء میں پنجاب کی طرف بڑھے اور لاہور میں اپنا پہلا مرکز قائم کیا، ۱۸۸۰ء تک رومن کیتھولک ایک مشنری اسٹیشن اور لڑکیوں کا یتیم خانہ قائم کر چکے تھے، اسی طرح سیالکوٹ میں ۱۸۸۹ء میں یہ مشنریاں کام کرنے لگیں، ۱۸۹۲ء میں انھوں نے جناب کینال کالونی کے علاقے میں ایک سو پچہتر (۱۷۵) ایکڑ پر (مریم آباد) نامی ایک بستی آباد کی جو بعد میں سات سو ایکڑ پر پھیل گئی، اس سال ان کی تبلیغ کا آغاز پنجاب کے نچلے طبقے میں ہوا اور وہاں کے افراد میں تیزی سے پھیلنے لگا، ۱۸۸۳ء میں عیسائی مشنریاں کوئٹہ تک پہنچ گئیں اور کوئٹہ میں ۱۹۳۵ء کے زلزلے سے قبل ان کے دو اسکول کام کررہے تھے۔ انھوں نے ۱۹۳۸ء میں فورٹ سپنڈ یمن کے علاوہ سبی، چمن، مچھو، لورالائی اور پیشین تک رسائی حاصل کرلی تھی۔(۱)

حرف آخر:

اس موضوع پر مختصر خامہ فرسائی کے بعد معلوم ہوا کہ موجودہ عیسائی تعلیمات عیسی علیہ السلام کی اصل اور حقیقی تعلیم نہیں ہیں بلکہ عیسی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد شاول (پوس) نے دین مسیحیت کا چہرہ بگاڑ دیا اور اس میں تحریف کردی۔ اور ابتدا ہی سے پوس نے اپنی ایجاد کردہ تعلیمات کو عام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا اور مختلف خطے میں گردشیں کر کے عیسائیت کو پھیلانے کی انتھک کوشش کی۔ البتہ وہ نیرون بادشاہ کے فسادات میں ۶۷ء میں قتل کردیا گیا، اس کے قتل کیے جانے کے بعد اس کے حریفوں نے عیسائیت کو پھیلانے کے لیے برابر تگ ودو جاری رکھی حتی کہ موجودہ دور میں عیسائی عیسائیت کو پھیلانے اور اس کو فروغ دینے کے لیے ہر طرح کی کوششوں میں مصروف ہیں اور اس راہ میں انھوں نے مراکز حتی کہ لڑکیوں کو بھی وقف کردیا ہے، خصوصا مسلمانوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے کے لیے ہر طرح کی سازشوں کے رچنے میں سرگرم عمل ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہم ان کی سازشوں سے بچیں اور اپنے دین کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔

آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عیسائیوں کی سازشوں سے بچائے اور ہمیں دین اسلام پر ثابت قدم رکھے اور ان کی سازشوں کے جواب کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆

(۱) یہودیت ونصرانیت، ص: ۳۳۳، دنیا عیسائیت کی زد میں، ص: ۸۶۔

AsliAhleSunnet.com

شعروسخن

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریر خامہ نوائے سروش ہے

AsliAhleSunnet.com

شوخی گفتار

غزل

عبدالقادر منیرؔ محمد منیرالدین/فضیلت سال دوم

میں تلاش یار میں نکلا، تو آنکلا کدھر
کون سی منزل ہے یارو، کون سی یہ رہ گزر

میں اکیلا ہی نہیں اس راہ میں صحرا نورد
ساتھ میرے راہ پیما ہے وہ عاشق وش قمر

داغ دل میں جس طرح سوز نفس کا ہے مرے
اس سے بڑھ کر داغدار اس چاند کا قلب وجگر

دل میں ہر لمحہ خیال اس ماہ رخ کا ہے مرے
داد عشرت دوں حضر میں، یار ہوں گرم سفر

چین ملتا ہے کہاں، آتا کہاں جی کو قرار
صورت سیماب لرزاں، ہوں تپاں مثل شرر

ہے سنا کہ ”صحبت صالح ترا صالح کند“
ساتھ مجھ کو لے لے واعظ کاش! میں جاؤں سنور

دے خدا را کچھ سہارا ورنہ پھر یہ بدنصیب
ہے سفینہ زندگی کا بر لب وائے بھنور

تھی رجا حفظ واماں کی جس کے سایے میں وہی
کرکے سودائے وفا، ہیں نوچتے بال اور پر

خاک ان سے کیا نبھے گا عہد وپیمان وفا!
جاں ہتھیلی پہ نہ لے کے ہوں گے جو سینہ سپر

آشکارا ہے غزل سے شیوۂ مجنوں مگر
وضع سے تو لگ رہے ہو اے منیرؔ اہل نظر

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

صدائے اثر دار

مسلمانوں سے خطاب

عطاءاللہ حیدرؔ عبداللہ سدھارتھ نگری/فضیلت سال اول

خدا کے سامنے گردن جھکا لیتے تو اچھا تھا
بھلائی سے سدا رشتہ بنا لیتے تو اچھا تھا

ضلالت کج روی کی تیرگی میں اپنی ہستی کو
ہدایت کی تجلی سے سجا لیتے تو اچھا تھا

سکھاتے ہو سبق اہل جہاں کو تم محبت کا
مگر یہ جام الفت خود اٹھا لیتے تو اچھا تھا

تمہارا نام اسلامی بہت ہی خوب ہے لیکن
عمل بھی اپنا اسلامی بنا لیتے تو اچھا تھا

یہ مانا فلم بینی سے تمھیں فرصت نہیں ملتی
مگر کچھ دیر ہی رب کو منا لیتے تو اچھا تھا

حصول زر میں نادانو یہ جیون صرف کرتے ہو
اگر کچھ نیکیاں اس میں کما لیتے تو اچھا تھا

تمھارے جام میں تہذیب نو کی مَے مبارک ہو
مگر اس میں مئے کوثر ملا لیتے تو اچھا تھا

رہ جنت پہ حیدرؔ ہر گھڑی آواز دیتا ہے
مسلمانو! کتاب حق اٹھا لیتے تو اچھا تھا

AsliAhleSunnet.com

دہنی آبشار

نظم

ندیم الرحمٰن صادق بن محمد کلیم/فضیلت سال اول

ملے سرور، پریشاں نہ ہو جگر اپنا
وفا وخلوص کا مرکز ہو گر نگر اپنا

ہر ایک موڑ پہ ملتے ہیں رہنما ان کو
خدا کے نام سے کرتے ہیں جو سفر اپنا

ہجوم غم میں تبسم لبوں پہ ہوتا ہے
سبھی سے یکتا یگانہ ہے یہ ہنر اپنا

فقط عمل کا دخل ہوگا حشر میں تیرے
نہ کام آئے گی اولاد نہ پدر اپنا

ثمر بھی، سایہ بھی دے گا تجھے ضرور اک دن
وفا کے اشک سے سیراب کر شجر اپنا

ہماری ماں کی دعاؤں میں ہے اثر اتنا
کہ حادثات سے ہوتا نہیں گزر اپنا

یہ بات سچ ہے تو صادق اسے عیاں کردے
جھکا ہے غیر کے آگے کبھی نہ سر اپنا

AsliAhleSunnet.com

نوائے دل فگار

الوداعی نظم

عطاء اللہ حیدرؔ عبداللہ سدھارتھ نگری/فضیلت سال اول

گلشن الفت کو یادوں میں بساتے جایئے
انفرادی زندگی کی رہ بتاتے جایئے

پیار کے رشتوں میں بھی ہوتے ہیں اکثر اختلاف
یاد رکھنا پیار نفرت کو بھلاتے جایئے

شمع ذہن و دل بجھی ہے فکر ہے ماتم کناں
دل بھی افسردہ ہے کوئی حل بتاتے جایئے

وقت رخصت آپ سے بس یہ گزارش ہے جناب
جاتے جاتے اک نظر مجھ سے ملاتے جایئے

زندگی پر چھا رہی ہے رنج و غم کی تیرگی
صبر واستقلال کی شمعیں جلاتے جایئے

دل رہے خوشیوں میں ڈوبا روح بھی ہو پرسکوں
جھوٹ ہی گرچہ ہو لیکن مسکراتے جایئے

آپ کی یادوں سے ہی بہلے گا جی اب رات دن
چپکے سے روداد دل اپنی سناتے جایئے

پاس تھے تو زندگی کی ہر کلی شاداب تھی
اب جو بچھڑے ہیں تو خوئے غم سکھاتے جایئے

زندگی کا درس حیدرؔ پا سکا وقت فراق
ہنس چکا ہے وہ بہت اب تو رلاتے جایئے

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

بسم الله الرحمن الرحيم

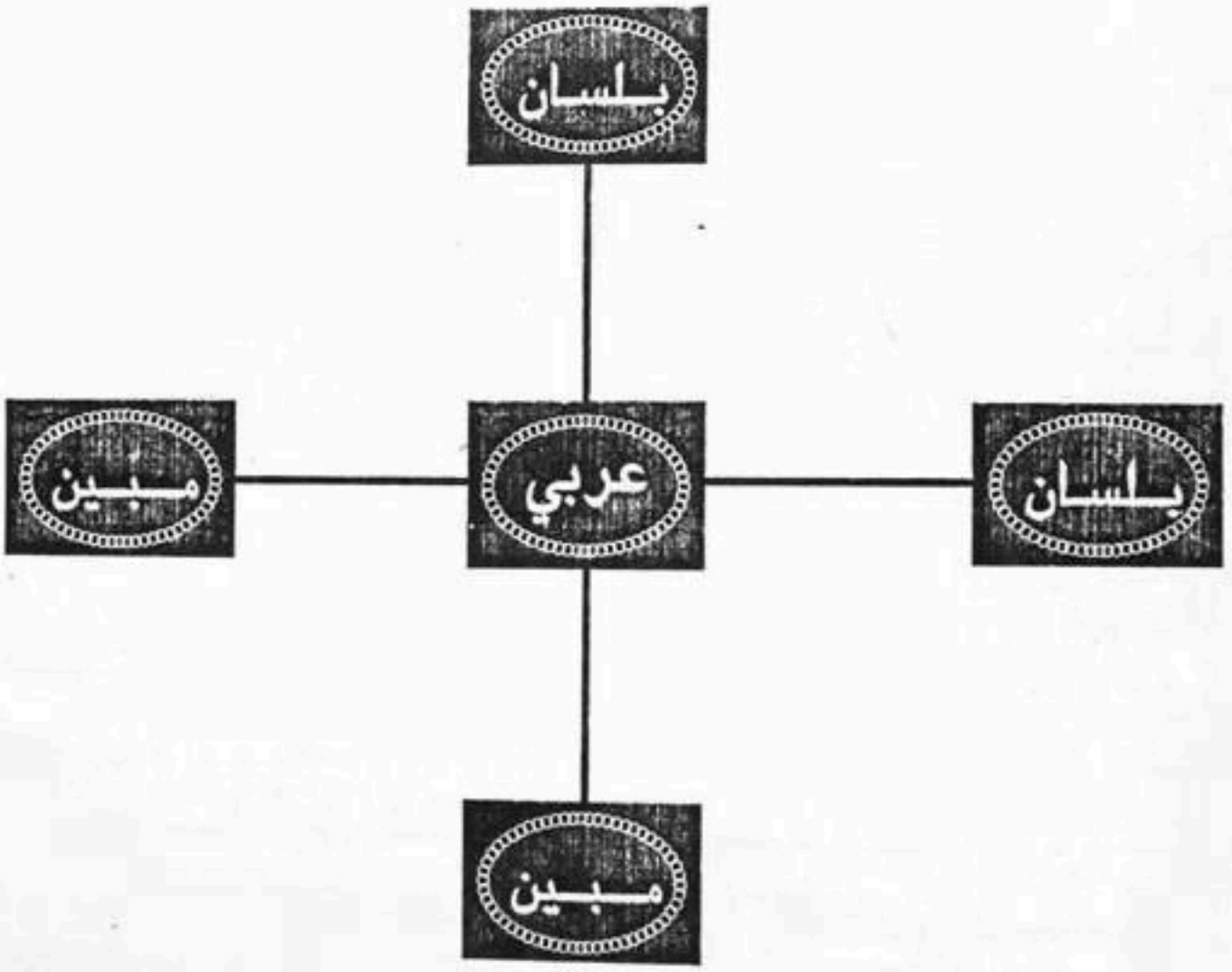

تنور حيثما كنت ونور فإن النور لا يظلم مكانا
وكن شمسا ولا قمرا فقيرا إليك وأنت عن كل تغانا

AsliAhleSunnet.com

محتويات العدد

التسلسل	المقال	الكاتب	الصفحة
١	الأناة في سبيل الدعوة إلى الله	سراج الدين عبد الكريم / ف ٢	٣
٢	النسخ في الشريعة الإسلامية	محمد كاشف شكيل أحمد / ف١٠	٨
٣	موقف الإسلام من الشعر	رفيع الهلال محمد سفيان / ف٢	١٤
٤	الهتاف بالرجوع إلى البيت	توحيد عالم بن أظهر علي / ف ١	٢٠
٥	هل تدرون ما الكوثر؟	كوثر أعظم عبد الستار / ع ٢	٢٣
٦	العقيدة في الإسلام	رحمت الله نور الإسلام / ف ١	٢٩

AsliAhleSunnet.com

سبيل الإنذار

الأناة في سبيل الدعوة إلى الله

سراج الدين بن عبد الكريم
السنة الثانيه للفضيلة

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، أمابعد:

قال الله عز وجل: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾. (١)

إننا نعيش في مجتمع قد عمت فيه الفواحش والمنكرات،، وشاع فيه القلق والاضطراب والفوضى والفساد، وقد وقع الانحراف عن التوحيد وعن الكتاب والسنة وعن منهج السلف الصالح، ويبتعد الإنسان عن الصراط المستقيم والسوي والطريق الواضح النير، الذي يقول الله تعالى فيه: ﴿وأن هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله﴾. (٢)

وقد وقع الناس في حبال الشيطان وصاروا متهوكين كما تهوكت اليهود والنصارى والمشركون والملحدون، وجعلوا يشيعون في المجتمع كل الشرائر وقد دخل في المجتمع الإسلامي الناس الذين يشوهون صورة الإسلام، ويبدلون منهجه وقيمه. فهذه الأحوال القاسية والظروف السيئة تدعو الدعاة المسلمين أن يشعروا بمسئولياتهم الدعوية العظيمة التي أرسل الله لأجلها الرسل والأنبياء، بعد أن ختمت هذه السلسلة من بعثة الرسل ألقى الله هذه المسئولية على علماء الأمة الإسلامية وفرض عليهم الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حسب استطاعتهم قال الله تعالى: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر﴾ (٣). وقال الله تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف

(١) النحل: ١٢٥. (٢) الأنعام: ١٥٣.
(٣) آل عمران: ١١٠.

AsliAhleSunnet.com

وينهون عن المنكر﴾ (١) فلا شك فيه أن الدعوة لها مكانة عظيمة في الإسلام، فهو من أعظم المهمات التي بعث من أجلها الرسول ﷺ وأدى هذه المسئولية حق الأداء، والآن تشتد الحاجة إلى الدعوة إلى الله في هذا العصر بسبب كثرة وسائل الإغراء والتضليل والإلحاد وتحركات دعاة الشرور والفتن والفساد واستخدامهم الوسائل المختلفة.

فهناك بين الله تعالى للدعاة الإسلاميين طريقة الدعوة والأساليب، قال الله تعالى: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (٢) وكلمة "الحكمة" في الآية كلمة جامعة وشاملة تتضمن متنوعة الخصائل والشمائل التي تقتضي في الدعوة إلى الله منها: الأناة وتدور كلمتي في هذا البحث على هذا الوصف وملحقاته.

الأناة معناها في اللغة: التثبت وعدم العجلة تأني في الأمر أي تأناه ولم يعجله والاسم منه الأناة. (٣)

والأناة مظهر من مظاهر أولى الأبصار، وهي صفة من صفات أصحاب العقل والرزانة بخلاف العجلة فإنها من صفات أصحاب الطيش والرعونة، وهي تدل على أن صاحبها لا يملك الإرادة القوية القادرة على ضبط نفسه تجاه انفعالاته العجولة.

وقد ذم الإسلام الاستعجال ونهى عنه وذم التباطؤ والكسل والتهاون ونهى عنه، ومدح الأناة وأمر بها وعمل على تربية المسلمين على الأناة والتثبت الحكيم في القيام بالأمور وتصريف الأمور، قال الله تعالى لنبيه الآخر محمد ﷺ تربية وتعليما: "لا تحرك به لسانك لتعجل به، إن علينا جمعه وقرآنه، فإذا قرأناه فاتبع قرآنه، ثم إن علينا بيانه" (٤)

قال الحافظ ابن كثير رحمه الله في تفسير هذه الآيات: أن الله تبارك أمر نبيه الآخر بالأناة والتثبت فيها ونهى عن العجلة ومسابقة الملك في قراءته وتكفل الله له أن يجعله في صدره وأن ييسره لأدائه على الوجه الذي ألقاه إليه وأن يبينه له ويفسره. (٥)

وقال الله تعالى في سورة طه: ﴿لا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضى إليك وحيه وقل رب

---

(١) آل عمران: ١٠٤. (٢) النحل: ١٢٥.

(٣) القاموس المحيط: ١/ ٣١. (٤) القيامة: ١٦-١٩.

(٥) تفسير ابن كثير: ص ٣٥٢.

AsliAhleSunnet.com

زدني علما﴾ (١) وأمر سبحانه عباده المؤمنين والدعاة إلى الله بالتأني في الأمور والتثبت والتفحص فيها كما قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبإ فتبينوا أن تصيبوا قوما بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نادمين﴾. (٢)

والدعاة إلى الله أولى بامتثال أمر الله بالتأني والتثبت من الأقوال والأفعال والاستيثاق من مصدرها قبل الحكم عليها وعليهم أن يتدبروا الأمور على مهل غير متعجلين لتظهر لهم جلية واضحة لا غموض فيها ولا التباس. ولعظم أمر الأناة والتبيين أمر الله تعالى بهما حتى في الجهاد في سبيل الله الذي هو من أعظم وسائل الدعوة إلى الله تعالى، فقال سبحانه تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إذا ضربتم في سبيل الله فتبينوا ولا تقولوا لمن ألقى إليكم السلم لست مؤمنا تبتغون عرض الحياة الدنيا﴾. (٣)

ومما يزيد الآية السابقة وضوحا ما رواه البخاري رحمه الله في صحيحه عن ابن عباس رضي الله عنه قال: "ولا تقولوا لمن ألقى اليكم السلام لست مؤمنا" قال كان رجل في غنيمة له فلحقه المسلمون، فقال السلام عليكم فقتلوه وأخذوه غنيمته فأنزل الله تعالى في ذلك إلى قوله "عرض الحياة الدنيا" تلك الغنيمة. (٤) ولهذا كان النبي ﷺ أعظم الناس أناة وتثبتا، فكان لا يقاتل أحدا من الكفار إلا بعد التأكد والتفحص والتحقق بأنهم لايقيمون شعائر الإسلام، فعن أنس بن مالك رضي الله عنه قال أن النبي ﷺ إذا غزا بنا قوما لم يكن يغزو بنا حتى يصبح وينظر فإن سمع أذانا كف عنهم وإن لم يسمع أذانا أغار عليهم. (٥) وكان النبي ﷺ يعلم ويربى أصحابه على الأناة والتثبت في دعوتهم إلى الله تعالى ومن ذلك أنه يأمر أمير سريته أن يدعو عدوه قبل القتال إلى أحد ثلاث خصال (١) الإسلام والهجرة أو الإسلام دون الهجرة ويكونون كأعراب المسلمين (٢) فإن أبوا الإسلام دعاهم إلى بذل الجزية (٣) فإن ابتغوا عن ذلك كله استعن بالله تعالى وقاتلهم. (٦)

(١) طه: ١١٤. (٢) الحجرات: ٦.
(٣) النساء: ٩٤. (٤) البخاري مع الفتح، كتاب التفسير: ٨ / ٣٢٧.
(٥) البخارى مع الفتح، كتاب الاذن، ح: ٦١٠.
(٦) مسلم، كتاب الجهاد والسير، ح: ٤٥٢٢.

ومن تربية النبي ﷺ لأصحابه على الأناة وعدم العجلة قوله "إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون وأتوها تمشون وعليكم السكينة فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا". (١)

وصاحب الأناة والتثبت عند الله محبوب بخلاف صاحب العجلة والتباطؤ كما قال النبي ﷺ لأشج إن فيك لخصلتين يحبهما الله "الحلم والأناة" (٢) والرسل عليهم الصلاة والسلام هم صفوة الخلق وقدوتهم وهم أكمل الناس أناة وحلما وأعظمهم في ذلك وأوفرهم حظا محمد ﷺ.

ومن أمثلة ذلك قصة سليمان عليه السلام مع الهدهد وتثبته وعدم عجلته قال سبحانه عن ذلك ﴿وتفقد الطير فقال ما لي لا أرى الهدهد أم كان من الغائبين لأعذبنه عذابا شديدا أو لأذبحنه أو ليأتيني بسلطان مبين﴾ (٣) فهدهد من جنود سليمان عليه السلام كان غائبا بغير إذن سليمان عليه السلام وحينئذ يتعين أن يؤخذ الأمر بالجزم والجد في تنظيم الجنود حتى لا يكون فوضى فإن سليمان عليه السلام إذا لم يأخذ بذلك في تنظيم الجنود ومراقبتهم كان المتأخرة منهم قدوة سيئة لبقية الجنود ولهذا نجد سليمان عليه السلام النبي الملك الجازم يتهدد الجندي الغائب المخالف، ولكن سليمان عليه السلام لم يكن ملكا جبارا ولا متسرعا عجولا. (٤)

وبسبب العجلة وعدم التثبت والتأني يقع الإنسان في الخطأ والتزلق والزلل، ثم يعود إلى الندامة والحسرة والأسف كما وقع لأسامة بن زيد رضي الله عنه أنه قال بعثنا رسول الله ﷺ إلى الحرقة من جهينة قال: صحبنا القوم فهزمناهم فقال فلحقت أنا ورجل من الأنصار رجلا منهم فلما غشيناه قال: لا إله إلا الله، قال: فكف عنه الأنصاري فطعنته برمحي حتى قتلته، فقال: فلما قدمنا بلغ ذلك النبي ﷺ قال: قال لي يا أسامة، أقتلته بعد ما قال لا إله إلا الله، قال، قلت: يا رسول الله إنما قال متعوذا، قال: أقتلته بعد ما قال لا إله الا الله، قال: فما زال يكررها حتى تمنيت أني لم أكن أسلمت قبل ذلك اليوم. (٥)

---

(١) البخارى مع الفتح، كتاب الجمعة، ح: ٩٠٨.
(٢) مسلم، كتاب الإيمان ح: ١١٧.
(٣) النمل: ٢٠-٢١.
(٤) ظلال القرآن ٥ / ٢٦٣٨.
(٥) البخاري، كتاب المغازي ح: ٤٢٦٩.

AsliAhleSunnet.com

والمشاهد والواقع أن عدم التثبت وعدم التأني يؤديان إلى كثير من الأضرار والمفاسد فقد يسمع الإنسان خبرا، أو يقرأ نبأ في صحيفة، أو مجلة، فيسارع بتصديقه ويصادق ويبنى على ذلك التصرفات والأعمال التي يصدرها للمقاومة والموافقة على أساس أنه حق واقع، ثم يظهر أنه كان مكذوبا أو محروفا، أو مزورا أو مبالغة فيه أو مرادا به غير ما فهمه الإنسان، ومن هنا يكتوي المتسرع بلهب الندم والحسرة بسبب استعجاله وعدم تثبته.

والداعية إلى الله عز وجل إذا تثبت وتأمل في جميع أموره اكتسب ركنا من أركان الحكمة، وينبغي ألا يقتصر في منهجه المتكاسل على التأني والتثبت في الأعمال والأقوال فحسب، بل عليه أن يجرى ذلك على القلب في خواطره وتصوراته وفي مشاعره واحكامه، قال الله تعالى: ﴿ولا تقف ما ليس لك به علم إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسئولا﴾(١)

أما العجلة فهي مذمومة قال سبحانه تعالى عن فرعون: ﴿فاستخف قومه فأطاعوه إنهم كانوا قوما فاسقين﴾ (٢) استخفهم وحملهم على الضلالة والجهل استخف عقولهم يقال استخفه عن رأيه إذا حمله على الجهل وأزاله عما كان عليه من الصواب. (٣)

والعجلة لها أسباب ينبغي اجتنابها منها: عدم النظر في العواقب، وسنن الله في الكون ومنها: الشيطان عدو الإنسان، فإن أساس العجلة عن الشيطان لأنه الحامل عليها بوسوسته تمنع من التثبت والنظر في العواقب، فيقع المستعجل في المعاطب والفشل. (٤) قال عمرو بن عاص رضي الله عنه: "لا يزال الرجل يجنى من ثمرة العجلة الندامة". (٥)

والخلاصة أنه يستثني من العجلة ما لا شبهة في خيريته قال تعالى ﴿إنهم كانوا يسارعون في الخيرات﴾ (٦) والأناة في كل شيء محمودة وخير الأركان من أمر الآخرة لشرط مراعاة الضوابط التي شرعها الله حتى تكون المسارعة مما يحبه الله تعالى.

☆☆☆

(١) بني إسرائيل: ٣٦. (٢) الزخرف: ٥٤.
(٣) شرح السنة للبغوي ح ١٣ / ١٧٥. (٤) تحفة الأحوذي ٦ / ١٢٩.
(٥) تحفة الأحوذي ٦ / ١٥٣. (٦) الأنبياء: ٩٠.

AsilAhleSunnet.com

هدف بار

النسخ في الشريعة الإسلامية

محمد كاشف بن شكيل أحمد
السنة الأولى للفضيلة

تعريف النسخ:

النسخ في اللغة: قد يراد به الإزالة، ومنه يقال: نسخت الشمس الظل، أي أزالته، ونسخ الشيب الشباب، إذا أزاله، وقد يراد به نقل الشيء وتحويله من حالة إلى حالة مع بقاء ه في نفسه، ومنه: تناسخ المواريث بانتقالها من قوم إلى قوم، ونسخ الكتاب لما فيه من مشابهة النقل، فنسخه يبين نقل كلامه من مكان إلى آخر من الورق ومن ذلك قوله تعالى: ﴿إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون﴾ (١) والمراد نقل الأعمال إلى الصحف أو من الصحف إلى غيرها. (٢)

أما في الاصطلاح: فقد عرّفه الكثيرون بأنه "بيان انتهاء حكم شرعي بدليل شرعي متأخر عنه". (٣)

وقد يطلق النسخ على فعل الشارع وإلى ذلك ذهب من قال: "هو رفع الشارع حكما شرعيا بدليل شرعي متأخر". (٤)

فإذا ورد نص شرعي ثم ورد بعده نص آخر يرفع حكم النص الأول سمى ذلك نسخا وسمى النص الأول منسوخا والنص الثاني ناسخا.

ثبوت النسخ في الشريعة الإسلامية:

مثبتوا النسخ استدلوا عليه بجملة آيات وعدد كبير من الوقائع نورد منها بعضها نظرا

---

(١) سورة الجاثية: ٢٩.

(٢) الإحكام في أصول الأحكام للآمدي: ٣/ ١٤٧.

(٣) مصادر التشريع الإسلامي ومناهج الاستنباط ص ٢٣١.

(٤) مصادر التشريع الإسلامي ومناهج الاستنباط ص ٢٣١.

AsliAhleSunnet.com

إلى الاختصار.

(١) قوله عز وجل: ﴿ما ننسخ من آية أو ننسها نأت بخير منها أو مثلها ألم تعلم أن الله على كل شيء قدير﴾. (١)

(٢) قوله سبحانه: ﴿وإذا بدلنا آية مكان آية والله أعلم بما ينزل قالوا إنما أنت مفتر بل أكثرهم لا يعلمون﴾. (٢)

(٣) قوله تبارك وتعالى: ﴿فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات أحلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيرا، وأخذهم الربا وقد نهوا عنه وأكلهم أموال الناس بالباطل﴾. (٣)

(٤) قوله جل مجده: ﴿يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده أم الكتاب﴾. (٤)

(٥) أن الله سبحانه يحكم ما يشاء ويفعل ما يريد وله الحكمة البالغة والملك التام كما قال: ﴿ألا له الخلق والأمر تبارك الله رب العالمين﴾ (٥) وهو كماقال ﴿فعال لما يريد﴾ (٦).

(٦) وقوع النسخ: من ذلك تحويل القبلة إلى الكعبة عن بيت المقدس ونسخ العدة بأربعة أشهر وعشر للحول ونسخ مصابرة المسلم لعشرة من الكفار الى مصابرة الإثنين، وكذلك وقع النسخ بحكم شريعة الإسلام لغيره من أحكام الشرائع السابقة فقد حرم الله على اليهود بعض أنواع من المطعومات بسبب ظلمهم وخروجهم على شريعة الله بأخذ الربا واستحلال أموال الناس بالباطل.

(٧) الإجماع: قال ابن كثير رحمة الله عليه: "لقد أجمعت الأمة على جواز النسخ ووقوعه في هذه الشريعة" (٧) ولا ريب أن هذه الأدلة حجة قاطعة على منكري النسخ.

فضيلة علم النسخ:

قد وردت عن السلف أقوال كثيرة تدل على فضيلة علم النسخ، لكن نكتفي هنا على قولين:

---

(١) سورة البقرة: ١٠٦.
(٢) سورة النحل: ١٠١.
(٣) سورة النساء: ١٦٠، ١٦١.
(٤) سورة الرعد: ٣٩.
(٥) سورة الأعراف: ٥٤.
(٦) سورة البروج: ١٦.
(٧) تفسير ابن كثير: ١ / ١٥٦.

AsliAhleSunnet.com

(١) روى ابن الجوزي رحمة الله عليه بإسناد صحيح أن عليا رضي الله عنه، مر بقاص فقال: أتعرف الناسخ والمنسوخ؟ قال: لا، قال: هلكت وأهلكت" (١).

(٢) قال حذيفة بن اليمان رضي الله عنه "إنما يفتى الناس أحد ثلاثة: رجل قد علم ناسخ القرآن من منسوخه وأمير لا يجد يعني بدا أو أحمق متكلف". (٢)

شروط النسخ:

قد اشترط الأصوليون للنسخ عدة شروط نذكر هنا الراجح من شروطه وهو كما يلي:

الشرط الأول: أن يكون الناسخ والمنسوخ شرعيين يجوز في العقل ورود الأمر بكل واحد منهما على البدل، فأما الذي لا يجوز ورود الشرع بخلافه كاعتقاد توحيد الصانع واعتقاد صفاته وعدله وحكمته واعتقاد فساد الكفر فلا يجري في هذا النوع نسخ ولا تبديل، وكذلك كل ما دل العقل على كونه على وجه مخصوص فلايجوز ورود الشرع بكونه على خلافه مثل كون الثلج باردا والنار حارة.

الشرط الثاني: أن يكون الناسخ منفصلا عن المنسوخ في وروده ولهذا لم يكن قوله ﴿فإذا تطهرن فأتوهن﴾ (٣) نسخا لقوله ﴿فاعتزلوا النساء في المحيض﴾ (٤) لاتصالهما عند نزولهما معا.

الشرط الثالث: أن يكون الأمر بالمنسوخ مطلقا غير مقيد بغاية، لأن المقرون بغاية معلومة لا يكون وجود غايته نسخا له كقوله عز وجل: ﴿ثم أتموا الصيام إلى الليل﴾ ولا يكون مجيء الليل نسخا للصوم المفروض بالنهار.

(هذه الشروط الثلاثة المتقدمة شروط متفق عليها). (٥)

فإن كان الحكم معلقا بغاية مجهولة كان بيان تلك الغاية نسخا له كما لو قال: افعلوه إلى

---

(١) ناسخ القرآن ومنسوخه لابن الجوزى: ١٢٨، وقال محققه: اسناده صحيح.

(٢) ناسخ القرآن ومنسوخه لابن الجوزى: ١٣٤، وقال محققه: اسناده جيد.

(٣) سورة البقرة: ٢٢٢. (٤) سورة البقرة: ٢٢٢.

(٥) تسهيل الوصول: ١٣٠، ١٣١.

AsliAhleSunnet.com

أن أنسخه عنكم، ومثاله من القرآن قوله عز وجل: ﴿واللاتي يأتين الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا عليهن أربعة منكم فإن شهدوا فأمسكوهن في البيوت حتى يتوفهن الموت أو يجعل الله لهن سبيلا﴾ (١) وقد نسخها قوله ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة﴾. (٢)

الشرط الرابع: أن لا يعرف غاية المنسوخ إلا بنص يرد في بيانها فأما الذي يعلم بوجوده انقطاع العبادة فلا يكون وجوده نسخا له كالموت والعجز والجنون وسائر ما يسقط التكليف.(٣)

واعلم – رحمك الله – أنه لا يشترط في الناسخ أن يكون أقوى من المنسوخ أو في مرتبته بل يكفي أن يكون الناسخ وحيا صحيح الثبوت خلافا لما ذهب إليه الأصوليون من قولهم "لا يجوز نسخ المتواتر بالآحاد لأن المتواتر أقوى من الآحاد والأقوى لا يرفع بما هو دونه" ولكن يمكن بيان غلط الأصوليين في هذ ا من وجهين:

الوجه الأول: ما ذكره الشيخ محمد الأمين الشنقيطي إذ يقول "أما قولهم إن المتواتر أقوى من الآحاد والأقوى لا يرفع بما هو دونه فإنهم قد غلطوا فيه غلطا عظيما مع كثرتهم وعلمهم، وإيضاح ذلك أنه لا تعارض البتة بين خبرين مختلفي التاريخ لامكان صدق كل منهما في وقته وقد أجمع جميع النظار أنه لا يلزم التناقض بين القضيتين إلا إذا اتخذوا منهما أما إن اختلفوا فيجوز صدق كل منهما في وقتها.

فلو قلت: صلى النبي ﷺ إلى بيت المقدس، وقلت أيضا: لم يصل إلى بيت المقدس وعينت بالأولى ما قبل النسخ وبالثانية ما بعده لكانت كل منهما صادقة في وقتها.

الوجه الثاني: أن الناسخ في الحقيقة إنما جاء رافعا لاستمرار حكم المنسوخ ودوامه وذلك ظني وإن كان دليله قطعيا فالمنسوخ إنما هو هذا الظني لا ذلك القطعي. (٤)

وأظن أن هذا الرد كاف على من يشترط بهذا والله أعلم.

---

(١) سورة النساء: ١٥. (٢) سورة النور: ٢.

(٣) الناسخ والمنسوخ للبغدادي: ٤٥، ٤٦.

(٤) معالم أصول الفقه عند أهل السنة والجماعة: ٢٥٧، ٢٥٨.

AshAhleSunnet.com

طرق معرفة النسخ:

ذكر ابن حزم رحمه الله أربعة من طرق معرفة النسخ:

(١) إجماع متيقن (٢) تأخر أحد الأمرين مع عدم إمكان استعمال الأمرين معا (٣) نص بأن هذا الأمر ناسخ وذلك منسوخ (٤) الحالة الموافقة للحالة المتيقن منها. (١)

أنواع النسخ:

للنسخ تقسيمات متعددة باعتبارات مختلفة وبيان ذلك على النحو التالي مجملا:

أولا ينقسم النسخ إلى ثلاثة أقسام: (١) نسخ الأخف بالأثقل كنسخ التخيير بين الصوم والإطعام بتعيين إيجاب الصوم، (٢) نسخ الأثقل بالأخف مثل نسخ وجوب مصابرة المسلم عشرة من الكفار باثنين من الكفار، (٣) نسخ المساوي بالمساوي كنسخ استقبال بيت المقدس باستقبال بيت الله الحرام.

ثانيا: ينقسم النسخ بالنظر إلى وقته إلى قسمين: (١) النسخ بعد التمكن من الفعل كاستقبال بيت المقدس، (٢) النسخ قبل التمكن من الفعل كقصة إبراهيم عليه الصلاة والسلام وأمره بذبح ولده.

ثالثا: ينقسم النسخ بالنظر إلى بدله الى قسمين: (١) نسخ إلى غير بدل مثل نسخ وجوب تقديم الصدقة بين يدي المناجاة بغير بدل، (٢) النسخ إلى البدل كنسخ استقبال بيت المدس باستقبال بيت الله الحرام.

رابعا: ينقسم النسخ إلى ثلاثة أقسام: (١) نسخ التلاوة والحكم معا مثل آية التحريم بعشر رضعات، (٢) نسخ التلاوة وبقاء الحكم كنسخ آية الرجم، (٣) نسخ الحكم وبقاء التلاوة كقوله تعالى: ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ (٢)

خامسا: ينقسم النسخ بالنظر إلى دليله إلى أقسام متعددة يمكن جمعها في قسمين:

(١) قسم متفق على جوازه وهو نسخ القرآن بالقرآن ونسخ السنة المتواترة والآحادية بمتواتر السنة ونسخ الآحاد من السنة بالآحاد من السنة، (٢) قسم وقع فيه الخلاف وهو نسخ القرآن

---

(١) النسخ في القرآن الكريم للدكتور محمد صالح على مصطفى: ١٩.

(٢) سورة البقرة: ١٨٤.

AsliAhleSunnet.com

بالسنة فذهب الجمهور إلى جوازه (١)، ونسخ السنة بالقرآن وهذا جائز عند الجمهور (٢)، ونسخ المتواتر بالآحاد فذهب الجمهور إلى عدم جوازه (٣)، والراجح جوازه كما ذهب إليه الأمين الشنقيطي (٤)، ومحمد بن حسين الجيزاني.(٥)

حكمة النسخ: للنسخ حكم كثيرة، فمنها:

أولا: الرحمة لخلقه والتخفيف عنهم والتوسعة عليهم كما قال تعالى: ﴿يريد الله أن يخفف عنكم﴾ (٦) وهذه والحكمة تتضح في نسخ الأثقل بالأخف.

ثانيا: تكثير الأجر للمؤمنين وتعظيمه لهم كما قال تعالى: ﴿إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب﴾ (٧) وهذه الحكمة تتضح في نسخ الأخف بالأثقل.

ثالثا: أن يكون النسخ مستلزمة لحكمة خارجة عن ذاته وذلك فيما إذا كان الناسخ مماثلا للمنسوخ كنسخ استقبال بيت المقدس باستقبال بيت الله الحرام، فهذا يستلزم حكمة بالغة وهي دفع حجة اليهود وحجة المشركين على النبي ﷺ كما قال تعالى: ﴿لئلا يكون للناس عليكم حجة﴾. (٨)

رابعا: تمييز قوى الإيمان من ضعيفه كما قال تعالى: ﴿وما جعلنا القبلة التي كنت عليها إلا لنعلم من يتبع الرسول ممن ينقلب على عقبيه﴾. (٩)

خامسا: الامتحان بكامل الانقياد والابتلاء بالمبادرة إلى الامتثال وتتضح الحكمة في نسخ الأمر قبل التمكن مثل قصة إبراهيم مع ابنه إسماعيل عليهما السلام. (١٠)

وحاصل القول أن الناسخ خير من المنسوخ فالناسخ خير سواء كان هو الأخف أو الأثقل أو المساوي.

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.☆☆

---

(١) شرح الكوكب المنير: ٣ / ٥٦٣. (٢) مختصر ابن اللحام: ١٣٨.
(٣) الإحكام في أصول الأحكام للآمدي: ٣ / ١٣٤. (٤) مذكرة الشنقيطي: ٨٦.
(٥) معالم أصول الفقه: ٢٧١. (٦) سورة النساء: ٢٨.
(٧) سورة الزمر: ١٠. (٨) سورة البقرة: ١٥٠.
(٩) سورة البقرة: ١٤٣. (١٠) سورة الصافات: ١٠٦.

AsliAhleSunnet.com

مضمار الأشعار

موقف الإسلام من الشعر

رفيع الهلال بن محمد سفيان
السنة الثانية للفضيلة

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه وبعد:

فهذه عجالة مختصرة تتحدث عن موقف الإسلام من الشعر فنقول:

الشعر لغة: مصدر شعر به وشعر معناه: علم. (١)

واصطلاحا: اسم للموزون المقفى من الكلام. (٢) قصدا (٣).

قال الأزهري: الشعر، القريض المحدود بعلامات لا يجاوزها والجمع أشعار وقائله شاعر لأنه يشعر ما لا يشعر غيره أي يعلم. (٤)

إن كلام الناس لا يخرج عن كونه شعرا ونثرا، وكان العرب أصحاب بيان ولسان لا يشق فيه غبارهم ولا يبلغ أحد شأوهم ولا يجاريهم فيه أحد ولا ينكر لهم هذا الفضل إلا مكابر ممن لا بصيرة له في تاريخ اللغة والأدب وكانوا يفخرون بفصاحتهم وبلاغتهم في الشعر والبيان وكان الشاعر إذ ذاك يسود المجتمع ويستحق تقدير القبيلة وغبتطها لأن قومه كانوا أحوج إليه لرده مآثرهم عليهم وتذكيرهم بأيامهم كما ذكر الجاحظ رواية عن أبي العلاء: كان الشاعر في الجاهلية يقدم على الخطيب بفرط حاجتهم إلى الشاعر الذي يقيد عليهم مآثرهم ويفخم شأنهم، ويهول على عدوهم ومن غزاهم ويهيب من فرسانهم ويخوف من كثرة عدوهم، ويهابهم شاعر غيرهم فيراقب شاعرهم. (٥)

---

(١) لسان لعرب ج ٣ص ٧٨.

(٢) مفردات ألفاظ القرآن للراغب الأصفهاني ص ٤٥٦.

(٣) فتح الباري ج ١٠ ص ٦٦١.

(٤) لسان العرب ج ٣ ص ٧٩.

(٥) البيان والتبيين ج ١ ص ١٣٩.

AsliAhleSunnet.com

وكانت أشعار العرب والجاهلين تنحصر في الفخر والهجاء والمدح والخمر والغزل والوصف والرثاء وقليل منهم من تعرض لأغراض أخرى كالوعظ والإعراض عن الوثنية القبيحة مثل قس بن ساعدة الإيادي وزيد بن عمرو بن نفيل. (١)

ويجمع العلماء ومؤرخو الأدب على أن الشعر في الصدر الأول من الإسلام من حيث الأساليب لا يختلف كثيرا عنه في الجاهلية، أما في المعاني والأغراض فقد كان الفرق بين العصرين كبيرا جدا، فقد هجر الشعراء المسلمون الأغراض الوثنية كالقسم بالأصنام والكلام عن العصبيات والفخر بالخمر والثأر إلا قليلا، ثم أخذ وامكانها المعاني الإسلامية مثل: التوحيد والتقوى والجهاد، والمعروف أيضا أن الشعر في صدرالإسلام تخلف عن مكانه الأول في الجاهلية وسبق النثر والخطابة التي ازدهرت كثيرا وكان القرآن قد أشار في موضوعية إلى الشعر والشعراء فشجب مفهومهما المنحرف كما نهى الرسول عليه الصلاة والسلام الشعراء عن ذكر الأعراض وإثارة كوامن الأحقاد والإشادة بالعصبيات والأنساب. (٢)

موقف الإسلام من الشعر:

اعلم أن الشعر في نفسه ينقسم إلى أقسام، فقد يبلغ ما لا خير فيه منه إلى قسم الحرام، وقد يبلغ ما فيه خير منه إلى قسم الواجب. (٣) وقد وردت نصوص شرعية من الكتاب والسنة في ذم الشعر ومدحه كما قال الله تعالى في سورة الشعراء: ﴿والشعراء يتبعهم الغاؤن ألم ترأنهم في كل واد يهيمون، وأنهم يقولون ما لا يفعلون﴾ (٤) قال ابن عباس: الغاؤن الضالون عن الحق، وقيل: الذين يروون الشعر المشتمل على الهجاء وما لا يجوز، وقيل : المشركون.قال الزجاج: إذا مدح أو هجا شاعر بما لا يكون، وأحب ذلك قوم وتابعوه فهم الغاؤون. (٥) قال الإمام الشوكاني رحمه الله: يقولون فعلنا وفعلنا وهم كذبة في ذلك كما تجده في كثير من

(١) الأدب في موكب الحضارة الإسلامية، المصطفى الشكعة ج ١ ص ١٣.

(٢) خصائص الأدب العربي ص ١٥٩.

(٣) فتح القدير ج ٤ ص ١٥٨.

(٤) الشعراء: ٢٢٤–٢٢٦.

(٥) فتح البيان في مقاصد القرآن: ٩ / ٤٢٨.

AsliAhleSunnet.com

أشعارهم من الدعاوي الكاذبة والزور الخالص المتضمن لقذف المحصنات، وأنهم فعلوا بهن كذا وكذا وذلك كذب محض وافتراء بحت.(١)

ثم استثنى سبحانه الشعراء المؤمنين الصالحين الذين أغلب أحوالهم تحرى الحق والصدق فقال: ﴿إلا الذين آمنوا وعملوا الصالحات وذكروا الله كثيرا وانتصروا من بعد ما ظلموا﴾ (٢) ويدخل في هذا من انتصربشعر لأهل السنة وكافح أهل البدعة. (٣) وقد نفى الله تبارك وتعالى عن النبيّ ﷺ الشعر: ﴿وما علمناه الشعر وما ينبغي له﴾ (٤) وقال تعالى: ﴿وما هوبقول شاعر قليلا ما تؤمنون﴾ (٥) ﴿بل قالوا أضغاث أحلام بل افتراه بل هو شاعر﴾ (٦) والغرض الوحيد من هذه الآيات هو نفي الشاعرية عن الرسول ﷺ نفيا باتا لأن طبيعة النبوة وطبيعة الشعر مختلفتان، هذه أشواق تصعد من الأرض وتلك هداية تنزل من السماء.

فالشعراء الذين ذمهم الله تعالى هم الذين يأتون بالكلام الرخيص والمتهتكون في المجون الذين يحبون أن تشيع الفاحشة بين الناس ويجعلون أشعارهم وسيلة للارتزاق وينتهكون أعراض الناس بغرض من الحياة الدنيا الفانية الزائلة لا منهج لهم في الحياة ولا هدف، يهيمون في كل واد وينعقون عن كل راغب ويركبون الهوى ويقولون ما لا يفعلون.

وقد ثبت عن النبي ﷺ أنه استحسن شعر أمية بن أبي الصلت، عن عمرو بن الشريد عن أبيه قال: ردفت رسول الله ﷺ يوما، فقال: هل معك من شعر أمية بن أبي الصلت شيء؟ قلت: نعم، قال: هيه فأنشدته بيتا، فقال: هيه ثم أنشدته بيتا فقال: هيه حتى أنشدته مائة بيت.(٧) ومقصود الحديث أن النبي ﷺ استحسن شعر أمية واستزاد من إنشاده لما فيه من الإقرار بالوحدانية، والبعث، ففيه جواز إنشاد الشعر الذي لا فحش فيه وسماعه سواء شعر الجاهلية أو غيرها وأن المذموم من الشعر الذي لا فحش فيه إنما هو الإكثار منه وكونه غالبا

---

(١) فتح القدير ج ٤، ص: ١٥٨.
(٢) الشعراء: ٢٢٧.
(٣) فتح البيان في مقاصد القرآن ج ٩ ص ٤٣٠.
(٤) يس: ٦٩.
(٥) الحاقة: ٤١.
(٦) الأنبياء: ٥.
(٧) مسلم، كتاب الشعر ح: ٢٢٥٥.

AsliAhleSunnet.com

على الإنسان، فأما يسيره فلا بأس بإنشاده وسماعه وحفظه. (١)

وإن عمر بن الخطاب مر بحسان وهو ينشد الشعر في المسجد، فلحظ إليه، فقال قد كنت أنشد وفيه خير منك، ثم التفت إلى أبي هريرة فقال: أنشدك الله، أسمعت رسول الله ﷺ يقول: أجب عني، اللهم أيده بروح القدس، قال: نعم (٢). فيه جواز إنشاد الشعر في المسجد إذا كان مباحا واستحبابه اذا كان في ممادح الإسلام وأهله أو في هجاء الكفار والتحريض على قتالهم أو تحقيرهم ونحو ذلك. (٣) وقد قال النبي ﷺ: إن المؤمن يجاهد بسيفه ولسانه. (٤)

قال السندي: فبين أن ما يكون من الشعر جهادا في سبيل الله فذلك لا منع منه، والمنع من غيره ما ليس له تعلق بصلاح الدين ونحوه. (٥) ثم إن النبي ﷺ استحسن كلمة لبيد، فقال: "أصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد: ألا كل شيء ما خلا الله باطل". (٦) وقد ورد أيضا: "إن من الشعر حكمة" (٧) أي قولا صادقا مطابقا للحق. (٨) قال أبوبكر: ربما قال الشاعر الكلمة الحكيمة، وقال ابن بطال: ما كان في الشعر والرجز ذكر الله تعالى وتعظيم له ووحدانيته وإيثار طاعته والاستسلام له فهو حسن مرغب فيه وهو المراد في الحديث بأنه حكمة وما كان كذبا وفحشا فهومذموم. (٩) وجاء في الحديث وعيد شديد في الشعر كما قال صلى الله عليه وسلم عن أبي سعيد قال: بينا نحن نسير مع رسول الله ﷺ العرج، إذ عرض شاعر ينشدني فقال: خذوا الشيطان أو أمسكوا الشيطان، لأن يمتلئ جوف رجل قيحا خير له من أن يمتلئ شعرا. (١٠) والظاهر أن المراد من الامتلاء أن يكون مستوليا عليه بحيث يشغله عن القرآن والذكر والعلوم الشرعية وهو مذموم من أي شعر كان. وقد ترجم الإمام البخاري رحمه الله في

---

(١) شرح النووي على صحيح مسلم: ٨ / ١٥.

(٢) مسلم، كتاب فضائل الصحابة رضي الله عنهم ح ٢٤٨٥.

(٣) شرح النووي: ٨ / ٢٦٩ – ٢٧٠.

(٤) رواه أحمد ٢٥ / ٦٣ ح: ١٥٧٨٥.

(٥) مسند الإمام أحمد: ٢٥ / ٦٣.

(٦) البخاري، كتاب الأدب ح: ٦١٤٧.

(٧) الجامع للترمذي، كتاب الاستئذان والآداب: ٣٠٠١.

(٨) تحفة الأحوذي ج ٨ ص ١١٠.

(٩) فتح البارى ج ١٠ ص ٦٦٣.

(١٠) مسلم، كتاب الشعر ح ٢٢٥٩.

AshlAhleSunnet.com

صحيحه على هذا الحديث من رواية ابن عمر وأبي هريرة "باب ما يكره أن يكون الغالب على الإنسان الشعر حتى يصده عن ذكر الله والعلم والقرآن". (١)

واستدل بعض العلماء بهذا الحديث على كراهية الشعر مطلقا قليله وكثيره وإن كان لا فحش فيه وتعلق بقوله ﷺ: خذوا الشيطان، وقال العلماء كافة: هو مباح ما لم يكن فيه فحش ونحوه قالوا: وهو كلام حسنه حسن وقبيحه قبيح وهذا هو الصواب. (٢) قال الرسول ﷺ: "الشعر بمنزلة الكلام حسنه كحسن الكلام وقبيحه كقبيح الكلام". (٣) وعن مطرف قال: صحبت عمران بن حصين من الكوفة إلى البصرة فقل منزل نزله إلا وهو ينشدني شعرا، وأخرج البخاري في الأدب المفرد عن خالد بن كيسان، قال: كنت عند ابن عمر فوقف عليه أياس بن خيثمة فقال: ألا أنشدك من شعري؟ قال: بلى ولكن لا تنشدني إلا حسنا. (٤) لقد فهم الصحابة ذلك فهما جيدا فلقد حرص الخلفاء الراشدون على تعليم الناس القرآن فهو خير من الشعر ومع ذلك لم يهملوا الشعر. (٥) وقد قالت الخلفاء الشعر فقد روي لأبي بكر قصيدة حماسية وروي لعمر أبيات في الحكمة، وكذلك لعثمان أما علي فالمروي من شعره كثير بعضه قاله في صفين، وكان الخلفاء يمنعون الشعراء من هجوم وهجو الإسلام والمسلمين، وأشدهم الفاروق عمر، فقد أخذ عهدا على الحطيئة ألا يهجو رجلا مسلما. (٦) وهكذا قام الإسلام ورجاله يمنع الشعر البذئ الذي لا يتفق مع الإسلام أو انشغال الفرد المسلم بالشعر عن أمور دينه وقد اشتهرأن عمر بن الخطاب كان كثيرا ما يسأل وفود القبائل عن شعرائهم، وكانوا ينشدونه بعض أشعارهم وقد ينشدها هومتعجبا مستحسنا ويقال: إنه كتب إلى أبي موسى الأشعري واليه على البصرة:

---

(١) تحفة الأحوذي ج ٨، ص ١١٦.

(٢) شرح النووي ج ٨ ص ١٧–١٨.

(٣) رواه البخاري في الأدب المفرد والدارقطني ح ٤٩٠، الصحيحة للألباني برقم: ٤٤٨.

(٤) فتح البارى ج ١٠ ص ٦٦٣.

(٥) تاريخ آداب اللغة العربية لجرجي زيدان: ١ / ١٩١.

(٦) الأدب في موكب الحضارة الإسلامية ج ١ ص ٩١.

AsliAhleSunnet.com

مُر مَن قِبلك بتعلم الشعر فإنه يدل على معالي الأخلاق وصواب الرأي ومعرفة الأنساب. (١)

ويحكى أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أوصى ابنه، فقال: يا بني انسب نفسك تصل رحمك واحفظ محاسن الشعر يحسن أدبك، فإن من لم يعرف نسبه لم يصل رحمه ومن لم يحفظ محاسن الشعر لم يؤد حقها، ولم يقترف أدبا.

وفي رواية أخرى: اروا من الشعر أعفه، ومن الحديث أحسنه ومن النسب ما تواصلون عليه وتعرفون به، فرب رحم مجهولة قد عرفت فوصلت ومحاسن الشعر تدل على محاسن الأخلاق. (٢)

الحاصل أن الشعر في نفسه ليس مذموما بل هو مطلوب ومحمود في الإسلام وأن الإسلام لا يمنع من الشعر مطلقا ولكن يمنع من الذي فيه فحش واحتقار للإسلام والمسلمين أو يكون فيه شيء يشغل عن القرآن والسنة المطهرة.

وفي الختام نسأل الله تعالى بأسمائه الحسنى وصفاته العليا أن يوفقنا لإنشاد الشعر موافقا للإسلام والدفاع عنه والاجتناب من غواة الشيطان، آمين.

☆☆☆

(١) تاريخ الأدب العربي للأستاذ أحمد حسن الزيات ج ٢ ص ٤٥.

(٢) كتاب أزهار العرب من مقدمة الشيخ محمد السورتي رحمه الله تعالى ص١٠.

AsliAhleSunnet.com

مكيدة الأشرار

الهتاف بالرجوع إلى البيت

توحيد عالم بن أظهر علي
السنة الأولى للفضيلة

من سوء حظ العالم الإسلامي أنه يعاني حينا لآخر أنواعا من البلايا، فلا يكاد يفيق من كارثة تقوض بنيانه حتى تليها الأخرى، يدمره طوفان تارة ويهدمه زلزال تارة أخرى، ينكب بعضه بمجاعة والآخر يكتوي بنار العصبية الدينية. فيتعرض الأبرياء من سكانه للقتل والدمار بيد القوى المعادية للإسلام، انظر الى الدول التي لا تزال تواجه أنواعا من المصائب التي تهزها مرة بعد أخرى، ولا يخفى على من له المام بالحوادث العالمية أن اسرائيل لا تزال تذيق الفلسطين أشد العذاب وتضيق الأرض بما رحبت.

ولكن أدهى وأمر من هذا ذلك الشعور المعادي للإسلام والمسلمين الذي يتزيأ بأزياء مختلفة حسب الظروف والأوضاع فأحيانا في الفضاء تصاعدت الهتافات وتعالت الشعارات والدعوات، أفادت صحيفة "انقلاب" اليومية في عددها الصادر في ١٥/ سبتمبر ٢٠١٤م بأن عضو البرلمان من حزب "بهارتيا جانتا" "شاكسي مهاراج" قد وصف المدارس الإسلامية الهندية بأوكار الإرهاب وأنها تعلم طلابها التطرف والعنف.

وقبل أسبوعين قد صرح زعيم آخر "يوكي ناتھ" من حزب "بهارتيا جانتا" في مؤتمر صحفي أن المدارس الإسلامية هي مراكز الإرهاب، وعلى الحكومة أن تفرض عليها الخطر، وكذلك يتهم المسلمين بالخيانة للوطن ويحرض الهندوس على طرد المسلمين من البلاد، وعلى اغتصاب الفتيات المسلمات.

وقال بعد المدح والشكر للإرهابيين المقاتلين الناصرين على الإسلام والمسلمين مع تحسين رأيه فيهم وثناء ه عليهم في خطابه المسموم وببيانه المشئوم في ١٠/ فبراير ٢٠١٥م: علينا أن نتزيأ بأزياء إسرائيل لشن الغارة على الإسلام والمسلمين مع المبادرة بالهجوم عليهم في الهند.

AsliAhleSunnet.com

وقد أخبر الله تعالى عن هذا الشعور المعادي للإسلام والمسلمين في آية من سورة آل عمران، فقال: ﴿لتبلون في أموالكم وأنفسكم ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين أشركوا أذى كثيرا وإن تصبروا وتتقوا فإن ذلك من عزم الأمور﴾ (آل عمران: ١٨٦)

لو طالعت أصح الكتب وأصدقها وأشدها حيادا عن محاباة ما على وجه الأرض ليتجلى لكم جلاء الشمس في رابعة النهار أن هذه الهتافات ليست ببدعة بل جرت هذه الشعارات المشينة وتتابعت عبر العصور الإسلامية.

ولا يزال ينظر إلى الإسلام والمسلمين في الهند بنظر شبهة وريبة، وتدبر المؤامرة ضد الإسلام والمسلمين لإفضاحهم، بإثارة قضية تزوج الفتيان المسلمين بالفتيات الهندوسيات كرها أوحبا حينا وباتهام المدارس الإسلامية بأوكار الإرهاب حينا لآخر، وتثار الفتن الطائفية تخل بجو الوئام الطائفي، وامتلأت نفس القائلين بهذا الهتاف إعجابا برجاحة عقلهم، وحسن أدبهم، وبلاغة تعبيرهم، وفصاحة بيانهم وطلاقة لسانهم، على ما أدركوا بذكائهم اللئيم، فنسوا أن "لا يحيق المكر السيء إلا بأهله" فتردوا في مثل البئر التي أرادو أن يحفروها لنا، فانتقمت "أمريكه" منهم على هذ ا انتقاما لا ينساه إلى الأبد وعاقبتهم عقابا لا يخطر لهم على بال، فدُمرت المعابد الهندوكية بعد تهديمها وتقويضها رغم أن يدركوا بغيتهم ويظفروا بطلبهم وينالوا ما يريدونه، فقد وصى الله المسلمين أحسن ما وصى بأن لا يسبوا الذين يدعون من دون الله، مع التبيين خطره العظيم عليهم فقال: ﴿ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم، كذلك زينا لكل أمة عملهم، ثم إلى ربهم مرجعهم فينبئهم بما كانوا يعملون﴾. (الأنعام: ١٠٨)

إن الذين آمنوا قد عانوا السلوك غير الإنساني دوما من قبل أبناء جيلهم، إنهم أوذوا في بيوتهم وعذبوا خارجها، وهددوا بالتغريب عنها وصبت عليهم مصائب لوصبت على الأيام لصرن لياليا، ها هو ذا يخبر الله تعالى عن الرسل الذين بعثهم هداية للبشرية ﴿وقال الذين كفروا لرسلهم لنخرجنكم من أرضنا أو لتعودن في ملتنا فأوحى إليهم ربهم لنهلكن الظالمين ولنسكننكم الأرض من بعدهم، ذلك لمن خاف مقامي وخاف وعيد﴾ (ابراهيم: ١٤).

إن كانت هذه الآية قد ضمت السيرة الذاتية لجميع الأمم الإسلامية عبر القرون لكن إذا قمنا باستعراض أحوال الأمم والملل فرديا لنجد هذا التصريح عن سيدنا نوح عليه السلام

﴿قالوا لئن لم تنته يا نوح لتكونن من المرجومين﴾. (الشعراء: ١١٦)

وقيل لسيدنا موسى عليه السلام ﴿قال لئن اتخذت إلها غيري لأجعلنك من المسجونين﴾. (الشعراء: ٢٩)

وقال القائلون بهذه النعرة من قوم شعيب: "قال الملأ الذين استكبروا من قومه لنخرجنك يا شعيب والذين آمنوا معك من قريتنا أو لتعودن في ملتنا" (الأعراف: ٨٨)

فمثل هذا الهتاف على الإسلام والمسلمين كمثل قول الله جل وعلا عن الكافرين حيث قال تهديدا لهم بأشد العذاب: ﴿لا تركضوا وارجعوا إلى ما أترفتم فيه ومساكنهم لعلكم تسألون﴾. (الأنبياء: ١٣)

ترمز أعمال الأنبياء وأفكار أمتهم إلى أن حياة المسلم ليست قولا بلا عمل، وهيكلا بغير روح، وقلبا من غير دم، بل إنها قول وعمل، وجسم وروح، وحركة وسكون، وهدوء ونشاط، وفولاذ وحرير، ودنيا ودين وليست طاعة عمياء، ولا جريا وراء الأصوات والهتافات من غير فهم لمعناها، ولا شهادة مجردة، ولا نشاطا من غير هدف، ولا أذاناً من غير صلاة ولا عبادة من غير إخلاص. إنما هي الروح والجسم، ولكل حاجات ومطالب، ودنيا ودين ولكل منهما حدود وواجبات.

إن الإسلام يعلمنا الاتّزان بين كل جانب من جوانب الدين والدنيا، إنه يوجهنا إلى أعدل طريق، وأقوم هدى، وأحسن أسوة في ذلك، ويربي في نفوسنا عواطف الحب والإيمان، ودوافع الجد والعمل، والكفاح والثبات في كل مجال من مجالات الحياة، ويوطد علاقتنا بالله تعالى الذي بعث الأنبياء لتبليغ رسالته، فكانت دعوتهم دعوة واحدة وهي كما قال الله عز وجل في آيات كثيرة ﴿وما أرسلنا من قبلك من رسولٍ إلا نوحي إليه أنه لا إله إلا أنا فاعبدون﴾. (الأنبياء: ٢٥)

فعلى المخلوق أن ينظروا إلى أي حد يؤدون مسئوليتهم، وأن يرجعوا إلى الدين والعقيدة، ويؤمنوا بالله والرسول، ويمتثلوا بأوامر الله سبحانه لأن المساواة في وجهات النظر وفي المناهج والأساليب تنشأ بالامتثال والطاعة، وبه وحده تتمثل العدالة الاجتماعية في المجتمع البشري، وتنبت فيه الفضائل الخلقية، وبشرى فيه روح التقوى والورع، وروح العدل والحب، وروح الأخوة والتعاون.

اللهم انصر من نصر دين محمد ﷺ واجعلنامنهم، واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم ولا تجعلنا منهم، ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم. ☆

AsliAhleSunnet.com

مورد الأبرار

هل تدرون ما الكوثر؟

كوثر أعظم بن عبد الستار
السنة الثانية للعالمية

الحمد لله الذي أكرم نبيه ﷺ بحوض الكوثر وجعل عدد آنية الحوض مثل نجوم السماء وأكثر، والصلاة والسلام على محمد ﷺ وعلى آله وأصحابه النجوم الزاهرة، وعلى التابعين لهم بإحسان صلاة دائمة إلى يوم الحشر والنشور، أمابعد:

فقد قال عز من قائل: ﴿إنا أعطيناك الكوثر﴾ (سورة الكوثر:١)

فهذه كلمات موجزة حول الكوثر وكيفه وكمه ونوع الشاربين منه عسى أن يزداد بذلك إيماننا ويحملنا على الاستعداد ليوم القيامة ﴿يوم لا ينفع مال ولا بنون، إلا من أتى الله بقلب سليم﴾ (سورة الشعراء: ٨٨-٨٩).

الحوض لغة:

مجتمع الماء والجمع أحواض وحياض والتحويض عمل الحوض والاحتياض اتخاذه. (١)

فقال رؤبة:

أنت ابن كل سيـد فيـاض جم السجال مترع الحياض (٢)

واختلف في اشتقاقه فقيل: من "حاضت المرأة" حيضا إذا سال دمها وسمي به لأن الماء يحيض إليه أي يسيل، وقيل من "حاض الماء" يحوضه حوضا إذا جمعه وحاطه.(٣) فيكون مشتقا من حاض، يحوض حوضا.

واصطلاحا: هو حوض الرسول ﷺ الذي يسقي منه أمته يوم القيامة في الموقف. (٤)

---

(١) لسان العرب: ج ٤، ص ٤١١. (٢) الرجز في ديوان رؤبة، ص: ٨٣.

(٣) تاج العروس ج ١٨، ص ١٦٢.

(٤) لسان العرب ج ٤ ص ٤١١، الموسوعة الفقهية ج ١٨ ص ٢٤٧.

AsliAhleSunnet.com

والكوثر لغة:

كجوهر وهو الكثير من كل شيء والكوثر الكثير الملتف من الغبار .

وقيل: الرجل الخيّر المعطاء أي كثير العطاء، والخير وهو السخي الجيد وقيل: هو السيد أي الكثير الخير، وقال الصاغاني: أنه جبل بين المدينة والشام. (١)

آراء في معاني الكوثر:

واختلف أهل التأويل في معاني الكوثر، فقال بعضهم: هو نهر في الجنة أعطاه الله نبيه محمدا ﷺ وقال آخرون: هو حوض أعطيه رسول الله ﷺ في الموقف وقال آخرون: عني بالكوثر الخير الكثير، وقال عكرمة رحمة الله عليه: الكوثر هو النبوة وقال الحسن: هو القرآن الكريم وقال الحسن بن الفضل: هو تفسير القرآن وتخفيف الشرائع، وقال أبوبكر بن عياش: هو كثرة الأصحاب والأمة، وقال ابن كيسان: هو الإيثار، وقيل: هو الإسلام، وقيل: رفعة الذكر، وقيل: نور القلب، وقيل: الشفاعة، وقيل: المعجزات، وقيل: إجابة الدعوة، وقيل: لا إله إلا الله، وقيل: الفقه في الدين، وقيل: الصلوات الخمس. (٢)

قال الطبري رحمة الله عليه: أولى هذه الأقوال بالصواب عندي قول من قال هو اسم النهر الذي أعطيه رسول الله ﷺ في الجنة وصفة الله بالكثرة لعظم قدره وإنما قلنا ذلك أولى الأقوال في ذلك لتتابع الأخبار عن رسول الله ﷺ بأن ذلك كذلك. (٣)

وقال القرطبي رحمه الله : أصح هذه الأقوال أنه النهر أو الحوض. لأنه ثابت عن النبي الكريم ﷺ نصا في الكوثر. (٤)

فأما معنى الكوثر: الخير الكثير، فهذا تفسير حبر الأمة ابن عباس رضى الله عنهما وهذا تفسير ناظر إلى المعنى اللغوي ولكن قد فسره النبي الكريم ﷺ فيما صح عنه ما ذكر عن الإمام الطبري والقرطبي رحمهم الله أنه نهر أو حوض.

وجوب الإيمان بالحوض:

ولا شك أن الإيمان بالحوض واجب على كل مسلم كما قال القاضي عياض رحمه الله:

---

(١) تاج العروس ج ١٤، ص ٩ – ١٠. (٢) فتح البارى ج ٨، ص ٩٣٦، فتح القدير ج ٥ ص ٦٦٩.

(٣) تفسير الطبري ج ٣٠ ص ٣٩٣.

(٤) فتح البيان في مقاصد القرآن ج ١٥، ص ٤١١، الجامع لأحكام القرآن ج ١٠، ص ١٥٥.

AsliAhleSunnet.com

"أحاديث الحوض صحيحة والإيمان به فرض والتصديق به من الإيمان وهو ظاهره عند أهل السنة والجماعة لا يتأول ولا يختلف فيه وحديثه متواتر النقل رواه خلائق من الصحابة. (١)

ورتب ابن منده رحمه الله بابا في كتابه "كتاب الإيمان" وجوب الإيمان بالحوض المهم، هذا الحوض الذي نحن بصدد الذكر عنه ثابت بأحاديث متواترة النقل وهذا أيضا من أمور الآخرة والإيمان بها واجب فلذلك علينا أن نؤمن به.

صفة الحوض:

أما صفة حوضه ﷺ فهي مستخلصة من الأحاديث الكثيرة الواردة في الحوض وتنحصر في النقاط الآتية:

شكل الحوض ومساحته:

الحوض مربع الشكل طوله وعرضه سواء وكل منها مسيرة شهر ويشهد بذلك حديث عمرو بن العاص رضي الله عنه: "حوض مسيرة شهر وزواياه سواء". (٢)

فقال النووي رحمة الله عليه في شرحه: قال العلماء: معنى "زواياه سواء" عرضه كطوله كما في حديث أبي ذر رضي الله عنه "عرضه مثل طوله". (٣)

وقال القاضي عياض رحمه الله فيما نقله عنه الآبي في شرحه على صحيح مسلم "الزوايا: الأركان، فهو مربع مستوى الأضلاع لأن تساوي الزوايا يدل على تساوي الأضلاع". (٤) ويشهد لذلك أيضا حديث أبي برزة رضي الله عنه "حوضى كما بين أيلة إلى صنعاء مسيرة شهر". (٥)

وفرة ماء الحوض:

اعلم أن ماء الحوض يتوصل إليه بنظام الأنابيب فيصب الماء من نهر الجنة بميزابان ويشهد لذلك حديث أبي ذر رضي الله عنه "يشخب فيه ميزابان من الجنة" (٦) وله شاهد من

(١) شرح النووي على صحيح مسلم ج ٨ ص ٥٦.

(٢) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبينا ﷺ ح: ٥٩٧١.

(٣) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٨٩.

(٤) مرويات الصحابة في الحوض بحواله إكمال المعلم شرح مسلم للآبي ج ٦ ص ١٠٧.

(٥) صحيح ابن حبان كتاب التاريخ باب في الحوض والشفاعة ، ٦٤٥٨.

(٦) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٨٩.

AshAhleSunnet.com

حديث ثوبان رضي الله عنه "يغت فيه ميزابان يمدانه من الجنة أحدهما من ذهب والآخر من ورق". (١)

لون ماء الحوض:

الماء في الحوض أبيض من اللبن كما في حديث أبي ذر رضي الله عنه: "ماؤه أشد بياضا من اللبن" (٢) وحديث ثوبان رضي الله عنه "أشد بياضا من اللبن" (٣) وحديث عبد الله بن عمرو "وماؤه أبيض من الورق" (٤).

ريح ماء الحوض وطعمه:

ريحه أطيب من ريح المسك كما في حديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنه: "وريحه أطيب من المسك". (٥)

وطعمه أحلى من العسل كما في حديث أبي ذر رضي الله عنه "وأحلى من العسل" (٦) وحديث ثوبان رضي الله عنه "وأحلى من العسل". (٧)

صفة الآنية:

اعلم أن آنية الحوض كنجوم السماء وأكثر كما جاء في حديث عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله عنه "كيزانه كنجوم السماء" (٨) قال القسطلاني رحمه الله: "في الإشراق والكثرة" (٩) وفي حديث أنس رضي الله عنه "تُرى فيه أباريق الذهب والفضة كعدد نجوم السماء". (١٠) وفي حديث جابر رضي الله عنه "كأن الأباريق فيه النجوم" (١١).

---

(١) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٩٠.

(٢) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٨٩.

(٣) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٩٠.

(٤) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٧١.

(٥) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٧١.

(٦) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٨٩.

(٧) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٩٠.

(٨) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٧١.

(٩) إرشاد الساري شرح البخاري للقسطلاني ج ٩ ص: ٣٣٨.

(١٠) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٢٣٠٣.

(١١) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٦٠٠٢.

AsliAhleSunnet.com

هذه الألفاظ تحمل على ظاهره وهي تدل على أن عدد الآنية كعدد نجوم السماء وأكثر.

وقال الإمام النووي: والمختار والصواب أن هذا العدد للآنية على ظاهره، وأنها أكثر من عدد نجوم السماء ولا مانع عقلي ولا شرعي يمنع من ذلك بل ورد الشرع به مؤكدا كما قال صلى الله عليه وسلم: "والذي نفس محمد بيده لآنيته أكثر من عدد نجوم السماء وكواكبها". (١)، (٢)

أول الشارب:

أول من يرد على الحوض ويشرب منه هو النبي الكريم صاحب الحوض ﷺ ويشهد لذلك حديث عتبة رضي الله عنه: قام أعرابي إلى رسوله ﷺ فقال ما حوضك الذي تحدث عنه؟ فقال هو كما بين صنعاء إلى بصرى ثم يمدني الله فيه بكراع لا يدرى بشر ممن خلق أي طرفيه، قال: فكبر عمر رضوان الله عليه، فقال: أما الحوض فيزدحم عليه فقراء المهاجرين الذين يقتلون في سبيل الله ويموتون في سبيل الله وإرجوا أن يوردني الله الكراع فأشرب منه. (٣)

أول الجماعة الشاربين:

أول الجماعة التي تشرب منه هم فقراء المهاجرين كما جاء في حديث ثوبان رضي الله عنه "إن أول الناس ورودا عليه فقراء المهاجرين الشعث رؤوسا الدنس ثيابا الذين لا ينكحون المتنعمات ولا يفتح لهم السدد. (٤)

وهكذا يشرب منه أمة ساقي كوثر ﷺ الذين لم يرتدوا ولم يحدثوا في الدين، ولم يكذبوه ولم يعاونوا على الكذب.

المذادون عن الحوض:

الذود ذودان كما دلت الأحاديث على ذلك:

(١) ذود عام:

يشتمل جميع الناس من غير أمة محمد ﷺ ويشهد لذلك حديث أبي هريرة رضي الله عنه

---

(١) شرح النووي على صحيح مسلم ج ٨ ص ٥٦.

(٢) صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ، ح: ٥٩٨٩.

(٣) صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب الحوض والشفاعة ح: ٦٤٥٠ وصححه.

(٤) جامع الترمذي، باب ما جاء في صفة الحوض ح: ٢٤٤٤ وصححه الألباني رحمه الله.

AsliAhleSunnet.com

"وإني لأصد الناس عنه كما يصد الرجل إبل الناس عن حوضه. (١) وذود الناس من غير أمة محمد ﷺ إرشادا منه عليه السلام لأولئك الناس أن يذهبوا إلى حياض أنبيائهم.

وقال الحافظ ابن حجر: الحكمة من الذود المذكور أنه ﷺ يريد أن يرشد كل أحد إلى حوض نبيه. (٢) لأن لكل نبي حوضا كما في حديث سمرة رضي الله عنه "إن لكل نبي حوضا وإني وإنهم يتباهون أيهم أكثر واردة أرجو أن أكون أكثرهم واردة". (٣)

فيكون ذلك من جملة إنصافه ﷺ ورعاية لإخوانه من النبيين لا أنه يطردهم بخلا عليهم بالماء ويحتمل أنه يطور من لا يستحق الشرب من الحوض والله أعلم.

(٢) ذود خاص:

لأناس من أمة محمد ﷺ ويشهد لذلك حديث أسماء رضي الله عنها "سيؤخذ ناس من دوني فأقول يا رب مني ومن أمتي فيقال هل شعرت ما عملوا بعدك؟ والله ما برحوا يرجعون على أعقابهم". (٤) ويظهر بوضوح من هذا الحديث وأمثاله أن سبب طردهم عن الحوض هو ارتدادهم ورجوعهم على أعقابهم لقوله ﷺ "قلت ما شأنهم قال إنهم ارتدوا بعدك على أدبارهم القهقري" (٥) أو إحداثهم في الدين ما ليس منه لقوله ﷺ "يا رب أصحابي فيقال انك لا تدري ما أحدثوا بعدك" (٦) أولكذبهم الحوض لقوله ﷺ "فمن كذب به فلا سقاه الله منه".(٧) أو لتعاونهم الحاكم الظالم لقوله ﷺ "أنه سيكون بعدي أمراء فمن دخل عليهم فصدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس مني ولست منه وليس بوارد عليّ الحوض. (٨)

وأخيرا نسأل الله بمنه وفضله أن يوردنا حوض نبينا ﷺ وأن يسقينا منه شربة لم نظمأ بعدها أبدا. إنه ولي كريم، آمين. ☆☆☆

---

(١) صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب اطالة وتعجيل في الوضوء ح: ٥٨١.

(٢) فتح الباري ج ١١ ص ٥٧٧.

(٣) جامع الترمذي، باب ما جاء في صفة الحوض ح: ٢٤٤٣، وصححه الألباني رحمه الله.

(٤) صحيح البخاري كتاب الرقاق باب فى الحوض ح: ٦٥٩٣.

(٥) صحيح البخاري كتاب الرقاق، باب في الحوض ح: ٦٥٨٧.

(٦) صحيح البخاري، كتال الرقاق، باب في الحوض ح: ٦٥٧٦.

(٧) سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في الحوض ح: ٤٧٤٩، وصححه الألباني رحمه الله.

(٨) سنن الترمذي، باب ما جاء في صفة الحوض ح: ٢٢٥٩، وصححه الألباني رحمه الله.

AsliAhleSunnet.com

طوب فخار

العقيدة في الإسلام

رحمت الله بن نور الإسلام
السنة الأولى للعالمية

الحمد لله الذي أرشدنا إلى الدين القويم والصراط المستقيم والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين الذي أرسل بالشريعة المطهرة والعقيدة السليمة وعلى آله وصحبه الأخيار أمابعد: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم: ﴿ولقد بعثنا في كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾.

العقيدة لغة: الحكم الذي لا يقبل الشك فيه لذي معتقده ، وفي الدين: ما يقصد به الاعتقاد دون العمل، كعقيدة وجود الله وبعثة الرسل جمعه عقائد. (١)

العقيدة شرعا: هي الإيمان بالله، وملائكته، وكتبه، ورسله، واليوم الآخر، والإيمان بالقدر خيره وشره، وتسمى هذه أركان الإيمان. والشريعة تنقسم إلى قسمين: اعتقاديات وعمليات.

فالاعتقاديات: هي التي لا تتعلق بكيفية العمل، مثل اعتقاد ربوبية الله ووجوب عبادته، واعتقاد بقية أركان الإيمان المذكورة وتسمى أصلية.

والعمليات: هي ما يتعلق بكيفية العمل مثل الصلاة والزكاة والصوم وسائر الأحكام العملية، وتسمى فرعية، لأنها تبنى على تلك صحة وفسادا. (٢)

فالعقيدة الصحيحة هي الأساس الذي يقوم عليه الدين وتصح معه الأعمال، كما قال تعالى: ﴿فمن كان يرجو لقاء ربه فليعمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادة ربه أحدا﴾. (٣)

وقال تعالى: ﴿ولقد أوحي إليك وإلى الذين من قبلك لئن أشركت ليحبطن عملك

---

(١) المعجم الوسيط ج ٢ ص ٦٢٠ من عقد.

(٢) شرح العقيدة السفارينية (١/٤)

(٣) الكهف: ١١٠.

AsliAhleSunnet.com

ولتكونن من الخاسرين﴾ (١)

وقال تعالى: ﴿فاعبد الله مخلصا له الدين ألا لله الدين الخالص﴾ (٢)

فدلت هذه الآيات الكريمة، وما جاء بمعناها، وهو كثير، على أن الأعمال لا تقبل إلا إذا كانت خالصة من الشرك، ومن ثم كان اهتمام الرسل صلوات الله وسلامه عليهم، بإصلاح العقيدة أولا، فأول ما يدعون أقوامهم إلى عبادة الله وحده، وترك عبادة ما سواه، كما قال تعالى: ﴿ولقد بعثنا في كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت﴾ (٣)

وكل رسول يقول أول ما يخاطب قومه: ﴿اعبدوا الله ما لكم من إله غيره﴾ (٤)

قالها نوح وهود وصالح وشعيب، وسائر الأنبياء لقومهم. (٥)

مفهوم الإيمان أو العقيدة:

مفهوم الإيمان أو العقيدة ينتظم ستة أمور:

أولا: المعرفة بالله، والمعرفة بأسمائه الحسنى وصفاته العليا، والمعرفة بدليل وجوده، ومظاهر عظمته في الكون والطبيعة.

ثانيا: المعرفة بعالم ما وراء الطبيعة، أو العالم غيرالمنظور، وما فيه من قوى الخير التى تتمثل في الملائكة، وقوى الشر التي تتمثل في إبليس وجنوده من الشياطين، والمعرفة بما في هذا العالم أيضا من جن وأرواح.

ثالثا: المعرفة بكتب الله التي أنزلها لتحديد معالم الحق والباطل، والخير والشر، والحلال والحرام والحسن والقبيح.

رابعا: المعرفة بأنبياء الله ورسله الذين اختارهم ليكونوا أعلام الهدى، وقادة الخلق إلى الحق.

خامسا: المعرفة باليوم الآخر، وما فيه من بعث وجزاء، وثواب وعقاب، وجنة ونار.

---

(١) الزمر: ٦٥. (٢) الزمر: ٢، ٣.

(٣) النحل: ٣٦. (٤) الاعراف: ٥٩، ٦٥، ٧٣، ٨٥.

(٥) عقيدة التوحيد ص٨، ٩، ١٠.

AsliAhleSunnet.com

سادسا: المعرفة بالقدر الذي يسير عليه نظام الكون في الخلق والتدبير. (١)

عقيدة فطرية:

معنى الفطرة فهو الخلقة التي عليها خلق المولود من وقت تكوين ميوله وغرائزه في رحم أمه، وفطر الله الخلق، خلقهم وبرأهم. (٢)

فمعنى أن دين الإسلام دين الفطرة الذي خلق الله الخلق مفطورين عليه، وبعبارة أخرى، إن معنى الفطرة: مجموعة من المكونات الأخلاقية التي من مظاهرها محبة العدل وكراهية الظلم وإحقاق الحق وإزهاق الباطل، وإيثار الرحمة إذا وجب العدل، وسادة الفضيلة ومحق الرذيلة، وتحديد المسئولية في كل ما كسبته يد الإنسان، كما أن من معاني الفطرة، مجموعة العواطف والغرائز التي تحكم الإنسان في إطار تحقيق عزة الإنسان ورفعة شأنه في ظل مجتمع عزيز الجانب ممسكا بحبل الله المتين كما قال تعالى: ﴿ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين﴾. (٣)

فإن أساس هذه الفطرة هو ما يكمن في تكوين الإنسان من معرفة الله حق المعرفة بحسب العهد الذي أخذه الله على الإنسان والذرية جميعها في الأزل حين أخرجهم الله ذرا من الأصلاب، وهو ما جاء في قوله تعالى: ﴿وإذ أخذ ربك من بني آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا بلى شهدنا﴾. (٤)

وليس من المحتمل تحرير الإنسان مما هو مركوز في فطرته من الغرائز والميول النفسية والعواطف الوجدانية الخيرة إلا بمؤثر خارج عن نفسه من البيئة التي ينشأ فيها من أبيه وأمه والمحيطين به، بقول الرسول ﷺ: "ما من مولود إلا يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه". (٥)

ومن هنا كان قول الله تعالى: ﴿فأقم وجهك للدين حنيفا فطرت الله التي فطر الناس

---

(١) العقائد الاسلامية، ص: ٨. (٢) القاموس المحيط ص: ٧٠١ ج ٢ مادة فطر.

(٣) المنافقون: ٨. (٤) الأعراف: ١٧٢.

(٥) بخاري (٤٧٧٥) كتاب التفسير باب لا تبديل لخلق الله، ص: ٨٣٩.

AsilAhleSunnet.com

عليها لا تبديل لخلق الله، ذلك الدين القيم ولكن أكثر الناس لا يعلمون﴾ (١) تقريرا شافيا لجعل الحنيفية السمحة هي الفطرة وأن الفطرة هي الخلقة، وأن هذه الخلقة هي الدين القيم، وهي ما يخلق عليه الإنسان من غرائز وطبائع وقوى وملكات تحدد منهج السلوك الطيب والاعتقاد الصحيح في حياته. (٢)

عقيدة بسيطة غير معقدة:

لقد بلغت العقيدة الإسلامية في بساطها أن يدركها العام والخاص والعالم والجاهل، فلا لبس فيها ولا غموض، لأن من مكامن النفس أن تدرك أن وراء العالم البديع الصنع المحكم التنسيق واحدا خلقه وأحكم خلقه ﴿وخلق كل شيء فقدره تقديرا﴾ (٣)

فلا شريك له في خلقه، وأن الفطرة السليمة تدرك ذلك ببداهة العقول إذا تخلت عن عصبية التقليد وغواشي الحياة قال تعالى: ﴿ولئن سألتهم من خلق السماوات والأرض وسخر الشمس والقمر ليقولن الله﴾. (٤)

وهذا يدل على فطرية العقيدة وأنها كامنة في النفوس بسيطة الادراك قال تعالى: ﴿قل لمن الأرض ومن فيها إن كنتم تعلمون، سيقولون لله قل أفلا تذكرون، قل من رب السماوات السبع ورب العرش العظيم، سيقولون لله قل أفلا تتقون، قل من بيده ملكوت كل شيء هو يجير ولا يجار عليه إن كنتم تعلمون، سيقولون لله قل فأنى تسحرون﴾. (٥)

وهكذا يستنطق الله الفطر فتجيب ببساطة: إن الله خالق كل شيء ومليكه ومدبر الأمر في السماء والأرض. (٦)

حالة العقيدة في عصر الخلفاء الراشدين وسائر الصحابة والتابعين:

أما عصر الخلفاء فإن الصحابة رضوان الله عليهم قد ساروا ما سار عليه الرسول ﷺ من الاهتمام بما أمر الله، وترك ما نهى عنه، وجروا على الأمور الاعتقادية على ما كانوا عليه في

---

(١) الروم: ٣٠.
(٢) العقيدة الإسلامية ص ٢٦، ٢٧.
(٣) الفرقان: ٢.
(٤) العنكبوت: ٦١.
(٥) المومنون: ٨٤–٨٩.
(٦) العقيدة الإسلامية ص ٣٠–٣١.

AsliAhleSunnet.com

حياة الرسول ﷺ، ولم يتعرضوا لها بتأويل، ولم يحصل بينهم اختلاف كما حصل في بعض الفروع العلمية، بل كانوا كلهم متفقين على إثبات ما جاء في كتاب الله، وفي سنة رسوله الصحيحة من أوصاف الله سبحانه وتعالى بما يتفق ذاته المقدسة، ثم جاء التابعون فسلكوا مسلك الصحابة في أصول الدين وفروعه، ولم يحدثوا بدعة ولا تأويلا.

حتى في أواخر عصرهم، وفي عصر مروان بن محمد الأموي، أظهر الجعد بن درهم رأيه بالقول بخلق القرآن، ونفى الصفات – وهو التعطيل – وأنه أول من حفظ عنه هذه المقالة في الإسلام، وهو الذي ابتدع بدعة القول في القدر، وتتلمذ عليه الجهم بن صفوان وأخذ عنه آراءه.

وجاء دور المعتزلة في أوائل الدولة العباسية في عصر المأمون، فأخذوا هذه الآراء وتأثروا بعلم الفلسفة، فزادوا وتقصوا، واخترعوا لهم مذهبا جديدا، وأغروا بعض خلفاء العباسين، كالمأمون والمعتصم، حتى دعوا الناس إلى القول بخلق القرآن وذاعت هذه المعتقدات الفاسدة، وشاعت بين الأنام، والسياسة تؤيدها من ورائها بالترغيب والترهيب. وحضر السنة إذ ذاك الإمام أحمد بن حنبل، ووقف موقفا حميدا، سجل له التاريخ بقلم من النور، وأيد الله به الدين – كما تأيد الدين أيام الردة بأبي بكر – بالرغم مما ناله من سجن وتعذيب. (١)

موقف أهل السنة والجماعة من المبتدعة:

ما زال أهل السنة والجماعة يردون على المبتدعة، وينكرون عليهم بدعهم، ويمنعونهم من مزاولتها، وإليك نموذج من ذلك: عن أم الدرداء قالت: دخل عليّ أبو الدرداء وهو مغضب، فقلت: ما أغضبك، فقال: والله ما أعرف فيهم شيئا من أمة محمد إلا أنهم يصلون جميعا. (٢)

الانحراف عن العقيدة الصحيحة وسبيل التوقي منه:

الانحراف عن العقيدة الصحيحة مهلكة وضياع، لأن العقيدة الصحيحة هي الدافع القوي إلى العمل النافع، والفرد بلا عقيدة صحيحة، يكون فريسة للأوهام والشكوك التي ربما تتراكم

---

(١) العقائد السلفية ج ١ ص ٥.

(٢) بخاري، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الفجر في جماعة، حديث: ٦٥ ص ١٠٦.

عليه، فتجب عليه الرؤية الصحيحة لدروب الحياة السعيدة، حتى تضيق عليه حياته ثم يحاول التخلص من هذا الضيق بأنها حياته ولو بالانتحار، كما هو الواقع من كثير من الأفراد الذين فقدوا هداية العقيدة الصحيحة، والمجتمع الذي لا تسوده عقيدة صحيحة هو مجتمع بهيمي بفقد كل مقومات الحياة السعيدة، وإن كان يملك الكثير من مقومات الحياة المادية التي كثيرا ما تقوده إلى الدمار، كما هو مشاهد في المجتمعات الكافرة، لأن هذه المقومات المادية تحتاج إلى توجيه وترشيد للاستفاد من خصائصها ومنافعها ولا موجه لها سوى العقيدة الصحيحة، قال تعالى: ﴿يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا﴾. (١)

وقال تعالى: ﴿أن اعمل سابغات وقدر في السرد واعملوا صالحا إني بما تعملون بصير﴾(٢)

فيجب على القوة المادية أن لا تنفك عن العقيدة الصحيحة، فإن انفكت عنها بالانحراف إلى العقائد الباطلة، صارت القوة وسيلة دمار وانحدار كما هو ما شاهد اليوم في الدول الكافرة التي تملك مادة، ولا تملك عقيدة صحيحة. (٢)

ويجب علينا أن نفهم العقيدة الصحيحة التي سلك عليها أسلافنا ونتمسك بها وأن نجتنب عن العقائد الباطلة والفلسفية والمفسقة التي نتجت في هذه الأمة مع الفلاسفة والمبطلين.

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه، وأرنا الباطل باطلا وارقنا اجتنابه.

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد إذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة إنك أنت الوهاب.

وآخردعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

---

(١) المومنون: ٥١.

(٢) سبأ: ١١.

(٣) عقيدة التوحيد ص ١٣-١٤.

AsliAhleSunnet.com

المراجع والمصادر:

(١) القرآن الكريم.

(٢) بخارى، أبو عبد الله محمد بن اسماعيل بخارى سنة ١٩٤ – ٢٥٦ه ، الطبعة ١٤١٩ه = ١٩٩٩م، مكتبة دار السلام، رياض.

(٣) شرح العقيدة السفارينية، محمد بن عبدالعزيز بن مانع، تر أبو محمد أشرف ، الطبعة ١٤١٨ه = ١٩٩٧م الرياض أضواء السلف.

(٤) العقيدة الإسلامية في مواجهة المذاهب الهدامة الدكتور محمد أبو الفيط الفرت والدكتور محمد رواس قلعبه حي، الطبعة الأولى: ١٤٠٣ه= ١٩٨٣م، دار البحوث العلمية للنشر والتوزيع الكويت شارع فهد السالم عمارة الأوقاف.

(٥) عقيدة التوحيد وبيان ما يضادها أو ينقصها من الشرك الأكبر والأصغر والتعطيل والبدع وغير ذلك بقلم فضيلة الشيخ معالي الدكتور صالح بن فوزان بن عبد الله الفوزان، دار العاصمة المملكة العربية السعودية الرياض.

(٦) العقائد السلفية بأدلتها النقليه والعقليه شرح الدرر السنية في عقد أهل السنة المرضية، أحمد بن حجر آل بوطامي آل بن على قاضي المحكمة الشرعية بقطر، الطبعة الأولى بيروت ١٩٧٠م.

(٧) العقائد الإسلامية السيد سابق دار الكتاب العربى بيروت لبنان.

(٨) المعجم الوسيط إبراهيم مصطفى أحمد حسن الزيات حامد عبد القادر محمد على النجار، الطبعة ١٩٣٤م، دار احياء التراث العربي بيروت لبنان.

☆☆☆

that main reason of this weakness is less and nominal study and being out of touch with Islamic literature and articles as well as they ignore Urdu newspaper and magazine. Neither they read nor follow the Seerat of Prophet Mohammad (ﷺ) .

Dear readers! It is a famous chinese proverb [Book is like a garden carried in the garden] And Osker Wilde said [In old days books were written by men of letters and read by the public. Nowadays books are written by the public and read by nobody]. While the most popular American president Abraham Lincan said about books and study [Book serve to show a man that those original thoughts of his are not very new after all] George Barnald Shaw said: [Make it a rule never to give a child a book you would not read yourself]. Angela Caster said} [Reading a book like re-writing for yourself] and Neil Gaiman destcribed} [A book is a dream that you hold in your hand].

In a nut shell, we can say that just as Iman (faith) is meaningless without Amal (act), Ibadat (worship) is nothing without Ikhlaas (sincerity) and Salat (prayer) is countless without taharah (purity), in the same way our knowledge is firmless without self-study and our experience is deepless without self-observation and life is joyless without reading books. So we should study more and more and stablish a friendship with books and make us like a rock in field of knowledge. Allah bless us and give us power to do so. (آمین)

تقبل یا رب العالمین

☆☆☆

reading books and self-study. Most of people were habitual of buying books and reading them before they went to bed. Teachers were inspiring their students to incline to the libraries to solve there queries and to improve their power of minal and reason. How sweet days those were! What an enchanted period that was!

But not Allah! On reader! we have been changed. Our life style has been too colourful and our thoughts have been modern. Now we prefer technology and only depend on machines rather than our mind and conscience. We got forward when our computer or other gadgets move, we are quite out of knowledge when our machine are out of work. Now our new generation spend their time more and more in cyber cafes or pocket internet in their mobiles instead of their libraries and books. Cyber cafes have replaced their libraries and softwares their books and you all know, it may not be deniable, internet explorer can not be alternate of our teachers and computer display can not be synonymous of our books as observation through our books and study under guidance of a teacher is more lasting in our mind and heart.

Today our new Muslim generation is not aware of the considerable events of Islamic history, they do not know A.B.C.D. of seerat--Tayyebah of Mohammad (ﷺ). They are quite ignorant of definition of Islam, meaning of Tawheed and aim of the life because they have no interest in Islamic studies, books and authors as for as the names and personalities of Salaf like Muhaddiseen, Mufassireen, Fuqahaa and Muarrikheen. Now one question stuck in our mind what are the causes of this decline. After investigation and observation of Muslim affairs, we conclude

AsliAhleSunnet.com

disasters and calamities.

Dear readers! Prophet Mohammad (ﷺ) said:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم" (رواه ابن ماجه: ٢٢٤، وصححه الألباني)

It means recieving education is necessary for every Muslim. And it can be possible only by two ways, one by our teachers and second by our books but second is more valuable because a teacher is also dependent on the books to solve the confusions and to get knowledge he needs. If a seeker of knowledge is not interested in reading books, he will not fulfil his dreams and ruin his health, wealth and time foolishly.

This was the significance of book as Allah revealed the holiest Quraan on the most humble and honourable prophet Mohammad (ﷺ) for the most excellent nation Ummat-e-Muhammadiyah by the most powerful and sincere angel Jibraeel (عليه السلام) in the most auspicious month of Ramadaan. And after it, He took responsibility of safety and security of the holiest book himself as He says:

﴿إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون﴾ (سورة الحجر:٩)

We have without doubt sent down the messae,and we will assuredly guard it (from corruption).

Imam Ibn Jawzi (رحمه الله) says: "We observe that people waste their time in a bad manner. If they awake late in the night, they do something that has no benefit. If they read a book, they prefer such a magazine or booklet as carry them to astray. They ressemble to the persons who are on a moving boat but have no distination and have no guarantee of touching shore".

Remember our old days! When we exchanged books with each other and were proud of our large number of books arranged in the almirah of our library. We had a very competative attitude in

Good Hobby

A Connection with Books and Self-Study

Zaid Sharif Allahabadi
Fazilat 1st Year

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على محمد وآله وأصحابه أجمعين، أمابعد:

"A friend in need is a friend indeed" This remove proverb is the most suitable for book as these are only a source and medium when we are needy or we are in hot water of any type of problems. These are our bosom fellows those are neither faithless nor trustless. Such as Robert Southey says in his famous poem "The Scholar":

My never failing friends are
Whit whom I converse day by day

Book love and self reading is at the top in positive activities. It is a hobby that provides us a platform to recall the attempts and exploits of Salaf (ancestors) as well as it inspires us to carry out something that has not been done yet. Robert Southey further says:

Yet leaving here a name, I trust;
That will not perish in the dust

We can be intimated by books with the previous nation and societies that obeyed Allah and Nature gently and succeeded in their target as well as we may know some hateful and curred generations and tribes that were rebels of Allah and men of errors and black-deeds consequently they were removed badly by the

AsliAhleSunnet.com

"(Your wealth and your children are just a test)".

Money is the root of all Evils:

Money is not the root of all evils. The lack of money is the root of all evils. No one is free of evils, your argument is just as crudely sufficient as telling lie is not so bad, because everyone has done it at some point. The fact that we sin and are tempted to does not make it right.

I respect both sides and I understand why many people believe that money is the root of all evil, but I disagree.

The lack of money is the root of all evils. Back in the history of mankind, before money was invented. We bartered. Money was the result of hard working process. Bear in mind that criminals are all born in poverty and some of them live in poverty. So we should understand that money is not the root of all evils, but the lack of money is the root of all evil.

Everyone uses money.We all want it. Wrok for it, think about it. We should earn money, but should not waste. Quran says:

﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا﴾ (١)

"(Indeed those who needlessly waste are brothers of the devils and the devil is very ungreatful to his Lord)".

So we should understand that money is not everything, but we need money for everything, because money is power and money plays an important role in our life.

May Allah show us right path. (Ameen)

☆☆☆

(1) Surah AL-Isra: 27.

AshAhleSunnet.com

because Allah says in the Holy Quran:

﴿فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله﴾ (١)

"(And when the prayer ends, spread out in the land and seek Allah's munificence)".

One day, all the things which are in the world have to die, and all the things are mortal here. Allah warn in the Holy Quran:

﴿يا أيها الذين آمنوا لا تلهكم أموالكم ولا أولادكم عن ذكر الله ومن يفعل ذلك فأولئك هم الخاسرون﴾. (٢)

"(O people who believe! May not your wealth or your children cause you to neglect the remembrance of Allah and whoever does this-so it is they who are in a loss)". Man thinks that money is everything.

When you are rich, everyone wants to be your friend, but when you are poor and in need of something, nobody would help you.

People should understand that money is not everything. We can buy many things. We can buy a house, but not a home. We can buy a clock, but not time. We can buy medicine, but not health. We can buy a book, but not knowledge.

Money can buy position, but not respect.

Money can buy blood, but not life.

Money can buy insurance, but not safety.

Money can buy a bed, but not sleep.

So we should be alert, because Allah said:

﴿إنما أموالكم وأولادكم فتنة﴾ (٣)

(1) Surah AL-Jumah: 10.

(2) Surah AL-Munafiqun: 09.

(3) Surah At-Taghabun: 15.

AsliAhleSunnet.com

Personal View

Money is Everything!

Sadique Mansur S/o Md. Mansoor Alam
Fazilat 1st Year

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين، أمابعد:

فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم:

﴿فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله﴾ (سورة الجمعة: الآية: ١٠)

Money: Money (Rupya) is any item or verifiable record, that is generally accepted as payment for goods and services and repayment of debts in a particular country or socio-economic context. The main functions of money are distinguished as a medium of exchange, a unit of account, a store of value and perhaps a standard of deferred payment. Any item or verifiable record that fulfills these functions can be considered money.

Importance of Money:

Money is like oxygen. The modern world revolves around money. Without it nothing can happen. Now a days life is nothing without it. Money is of vital importance to the operation of the national and international economy. Money plays an important role in the daily life of a person, whether he is a consumer, a producer, a businessman etc, of high or low class.

Money is Everything!

Money is not everything, but we need money for everything. We can not get success without money. We should earn money,

AsliAhleSunnet.com

companions, by which deed people will go to paradise in a large number? the prophet said, that is the fear of Allah and good conduct. Again he was asked, for which thing people will go to the Hell? he said that there are the two things one of them is the mouth and another is the private part of human body (Sharmgah).(1)

Imam Ibn Qaium says, that it is easy for men to avoid from forbidden, injustice, adultery and theft etc but it is very hard to control the tongue. (2)

Infact, the wound by tool, could be erased but the wound which is given by tongue, never be erased.

The Prophet Muhammad says: (٣) "من صمت نجا" a person may succeed who has quiteness is his habit. This sentence is the prophet Muhammad's (P.B.U.H.) an aphoristic point.Therefore the thinking is very necessary before speaking because questions would be asked about our ears, eyes and tongue etc. Allah says in the holy Quran:

﴿إن السمع والبصر والفؤاد كل أولئك كان عنه مسؤولا﴾ (٤)

At last, we must resolve to accept the truth because it is the way of paradise. As well as our prophet Muhammad (P.B.U.H.) is a good ideal for us who never told a lie, never abused any body and never betrayed anyone.

☆☆☆

(1) Saheeh Adabul Mufrad: H.N. 222.

(2) AL-Jawabul Kafi, Page No. 182.

(3) Saheehul Jame AL-Sageer: 6367, AL-Saheeha: 536.

(4) Suratul Isra: 36.

AsliAhleSunnet.com

The muslim is the one from whose tongue and hand other muslims are safe.

Controlling tongue is the best thing, when a person controls his tongue, never commits any vice and crime.

Paradise can be gained by controlling the tongue from vice. therfore, The prophet Muhammad (P.B.U.H.) said:

"من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه أضمن له الجنة". (١)

A person who gives me guarantee to control his tongue and protect the private part. The private of body which is between two legs) I will give him guarantee about the paradise in doomsday.

Shaikh Ibn Battal (رحمه الله تعالى) says: Of course, the most dangerous thing in this world is the tongue and vagina. A person falls down in the wickedness and vice who will fall down in the evil of both.

"ان أعظم البلاء في الدنيا لسانه وفرجه فمن وقى شرهما وقى أعظم الشر". (٢)

and our prophet Muhammad (P.B.U.H.) also said:

"عليكم بالصدق فإن الصدق يهدي إلى البر، وإن البر يهدي إلى الجنة، وما يزال الرجل يصدق ويتحرى تحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقا، وإياكم والكذب فإن الكذب يهدي إلى الفجور وإن الفجور يهدي إلى النار وما يزال الرجل يكذب ويتحرى الكذب حتى يكتب عند الله كذبا" (٣)

Make the truth incumbent in your life because the truth guides to the way of virtue and the virtue guides to the way of paradise. A man who always speaks the truth, is written true towards Allah. Save yourselves from lie because a lie guides to the way of vice and sinfulness, the vice guides to the way of Hell and a man who always tells a lie, is written a liar towards Allah.

Once, the prophet Muhammad (P.B.U.H.) was asked by his

---

(1) Saheeh Bukhari: 6474.

(2) Fathul Bari, Page No. 375, Vol. 11.

(3) Saheeh Bukhari: 2607, Saheeh Muslim: 2607.

AsliAhleSunnet.com

the word seems to him suitable. He should not speak if he has suspicion about his word. (1)

Muhammad, the messenger of Allah (P.B.U.H.) siad:

"ان الرجل ليتكلم بالكلمة من رضوان الله ما يظن أن تبلغ ما بلغت، يكتب الله له بها رضوانه، وإن الرجل ليتكلم بالكلمة من سخط الله لا يظن أن تبلغ ما بلغت يهوى بها في النار أبعد مما بين المشرق والمغرب". (٢)

Indeed, a person who speaks the word of Allah's satisfaction and he does not think its importance, Allah writes the virtue for him by that word. A person who speaks the sentence of Allah's dissatisfaction and he does not reflect about its reality, on acount of this evil word he falls down in the Hell, which depth is the distance of the sky and the earth.

The Prophet Muhammad (P.B.U.H.) also said:

"إذا أصبح ابن آدم فإن أعضاه تكفر للسان تقول: اتق الله فينا فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا". (٣)

When the children of Adam (may peace be upon him) awake in the morning, every part of the body says to the tongue politely, be afraid of Allah about us talking evil word because we become straight if you will be straight and we become croocked if you will be croocked.

Certainly, the heart of a gentle person is holy and pure, his tongue is clean and sacred, his word is sweet and straight, his conversation is limited to useful word, In doomsday, his sacred word would be found as a heap of virtues.

A gentle man controls his hand and tongue from evil. Therefore our prophet Muhammad (P.B.U.H.) said:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده". (٤)

(1) AL-Mausuatul Fiqhiya Page No. 35.
(2) Saheeh Bukhari Hadith No. 6478.
(3) Musnad Ahmad: 11908, Tirmizi: 2531.
(4) Saheeh Muslim: 72, Saheeh Bukhari.

AsliAhleSunnet.com

Good Policy

Control Your Tongue

Intaj Alam S/o Serajul Islam
Fazilat 2nd Year

Surely, all praise is for Allah. I praise Him and seek His assistance. I bear witness that none has the right to be worshipped but Allah, alone, Who has no partner, and I bear witness that Muhammad is His slave and Messenger. May the peace and blessing of Allah be upon him and upon his family and his companions and upon those who follow them in piety until the day of judgement.

Definition of "Tongue" the soft part in the mouth that moves around, used for tasting, swallowing, speaking, etc. (1)

The tongue is a part of the human body which makes a person good by speaking correct and good word. This tongue entangles a person in Allah's anger by using the word of dishonous and wickedness. Allah commands in the holy Quran, speak the truth to men: (٢) ﴿وقولوا للناس حسنا﴾ and He commands for speaking the straight word:

﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا يصلح لكم أعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم﴾ (٣)

O, ye who believe! Fear Allah, and make your utterance straight forward, that He may make your conduct whole and sound and forgive you your sins.

Imam Shafeyee (رحمه لله تعالى) said that a person who wants to speak, at first, he must think before speaking. He can speak if

(1) Oxford, page No. 1630.

(2) Surah: AL-Baqara, verse No. 83.

(3) Surah: AL-Ahzab, verse No. 70-71.

AshAhlesunnet.com

too. It is used in many devices like laptop, tablet, ipod and mobile. But it is very sorrowful that we (the preachers of Islam) do not pay attention on this language and we are very negligent. We should not forget that it is our religious duty that we learn this language and get ability and skill in it. Otherwise our mission will not be successful.

4 - The fourth point is to abolish misconceptions that have been spread against Islam. As you know that the work of spreading misconceptions against Islam has continued since the advent of Islam. Due to these misunderstandings the image of Islam has been disfigured. Especially after the attack of 9/11 this work is going on fast. And Media is playing a negative role in this regard. Generally the misconceptions that are spreading in non Muslim's minds are as follows: Was Islam spread by sward? Why are Islamic punishments so strict and why does Islam allow polygamy? Why do women get a half of her husband's in Islamic inheritance? Besides Hijab, terrorism, Jihad, flesh eating, there are some other points that offended in non Muslims' minds. If they don't find their answers correctly they start thinking bad about Islam. So it is the duty of the preachers to answer all the questions in a proper way and remove their doubts.

My Brothers! These are some ways that I described in short. We should not forget our duty. As we are preaching among our Muslim brothers and trying to reform them, we must also try to invite non Muslims towards Islam and tell them the right path. We should not forget this hadis:

"فوالله لأن يهدي بك الله رجلا واحدا خير لك من حمر النعم".

If Allah show a man the path of righteousness by you, it is better for you than red camels.

May Allah guide us to perform duty and may He make our path easy.☆☆

AsliAhleSunnet.com

there are lots of views and things which are similar between Islam and them. As Allah said:

﴿قل يا أهل الكتاب تعالوا إلى كلمة سواء بيننا وبينكم ألا نعبد إلا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله﴾.

"Say (O Muhammad!) "O people of the Scripture : come towards that is just between us and you, that we worship none but Allah (alone), and that we associate no partners with Him, and that none of us shall take others as lords besides Allah."

For example if we study Christianity we find that there are a great number of their teachings that are similar to Islam. In Bible there are lots of predictions about Muhammad. It is written In Johanna chapter no 113 Jesus says:

"When Allah raises me and when Lord's last holy prophet Muhammad comes, my notoriety and infamy will finish"

And in Hindus' holy books we find that there are words about Tauheed. Like it is written in Rig Veda chapter no 8 verse no 1" Don't worship except Him and all the praises are only for Him"

So it is clear that before performing preaching obligation, it is compulsory for us to study the non Muslim's religions.

3 - The third point is the knowledge of non Muslim's languages. It is expedient for every preacher that he must know the languages of those whom he is going to invite for Islam. Now a days need the scholars who should study the language of other groups so they can convey the message of Islam. We have also need to translate our Arabic books like Quran, Hadis and fiqh etc, and convert our teachings and instructions into other languages that non Muslims can take advantage of these Islamic views.

Now a days the importance of English language is not hidden from us. It is an international language spoken and written in every corner of the world. The major work is done in this language. English is the main language of information technology

AsliAhleSunnet.com

is our responsibility and duty so it is also our obligation that we should protect them from Jahannam, and show them the right path. Preach them Islamic teachings so that they can escape from Jahannam.

After knowing the importance of preaching to non Muslims for Islam, now we will talk on the second part of the topic, the ways and methods to invite and preach among them.

Basically there are 4 points that I would like to present before you about preaching among non Muslims.

1- To perform this duty, first of all we will have to study the practices of Prophets. Since all prophets passed their whole life in this way preaching their people. If we don't know what troubles they faced and which type of afflictions they had to bear. We can't perform this duty properly. Allah ordered this to Prophet Muhammad S.A.W.:

﴿أولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده﴾

They - Prophets - are those whom Allah has guided. So follow their guidance.

For example look at a point of Nooh Alaihissalam's preaching. He invited his people for 950 years. It was not a short period. We find a lesson that we should not be tired of the length of the time we spend in this job.

And look at the style of Muhammad (P.B.U.H)'s preaching. He said to Muaz and Musa, sending them to Yaman :

"يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا"

Means when you invite non Muslims you will have to invite them by kindness, affection and increase love and do not increase detestation and abomination.

2 - The second important thing is to study their religions. It is necessary for us to read and study their faiths and thoughts. It will help us to find out their wrong views and ideas, on the other hand

AsliAhleSunnet.com

An Important Necessity

Need And Way to Invite Non Muslims for Islam

Tarique Asad S/o Asad Aazmi
Fazilat 2nd year

This topic is divided into two parts. The first is "Need to invite non Muslims for Islam" and the second is "The way to invite them for Islam". Firstly we will discuss on its first part that is "Need to invite them for Islam".

The first thing is that Islam is an international and worldwide religion. This is the religion that is mentor and spiritual guide to all mankind. It is not only the religion of Muslims, but also the religion of Hindus, Christians, Buddhists, and Sikhs. As Allah said:

﴿قل يا أيها الناس إني رسول الله إليكم جميعا﴾

"Say oh Mohammad! Oh mankind! Verily I am sent to you all as the messenger of Allah"

Means as it is compulsory for us to accept the veracity and righteousness of this religion and gain attainment of its education, we would find the felicity of both worlds, so it is our responsibility to tell others what we understand is true and right, for it is our moral and religious duty, As Allah said:

﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر﴾.

You (Muslims) are the best of people ever raise up for mankind; you enjoin Al-Maruf and forbid Al-Munkar and you believe in Allah.

My brothers! Please tell me if you see a man who is falling into a well, will you not try to protect him from falling? If you look a man who is in any type of trouble like disease, poverty, debt etc. will you not help him and save him? Indeed you will save him. This

Fragrances of English

Contents

S.No.	Topic	Writer	P.No.
1	Need and Way to invite	Tarique Asad Asad Aazmi - F2	2
2	Control Your Tongue	Intaj Alam - F2	6
3	Money is Every Thing	Sadique Mansur - F1	10
4	A Connection with Book and	Zaid Sharif Allahabadi - F1	16

AalaHazratNetwork.com

सूरज की उर्जा के प्रति सेकेण्ड क्षति होने की दर को प्रस्तुत करते हुए 1938 ई0 में बतलाया कि सूरज की उर्जा की प्रति सेकेन्ड क्षति $4x10^{26}$ Joule होती है, इसके अनुसार 4,00,00,00,00,00,00,00,00,00,00,00,00,00,00 Joule प्रति सेकन्ड क्षति होती है । 1Joule/second=1watt के होते हैं, अर्थातः 4,00,00,00, 00,00,00,00,00,00,00,00,00,00,00 watt/second प्रति सेकेन्ड सूरज के उर्जा की क्षति होती है । इस प्रकार सूरज की उर्जा क्रमशः घटती जा रही है । और एक समय ऐसा आयेगा जबकि सूरज की उर्जा पुर्णतया समाप्त हो जायेगी ।

3- शैपले तथा हार्लो का मतः

कैम्ब्रिज युनिवर्सिटी के दो प्रसिद्ध वैज्ञानिकों ने 1963 ई0 में अपनी पुस्तक जिसका शीर्षक "Galaxies" था । हावर्ड युनिवर्सिटी प्रेस द्वारा प्रकाशित कराने में सफलता प्राप्त किया । उनके मतानुसार सूर्य का पिण्ड 81.76 प्रतिशत हाईड्रोजन 18.7 प्रतिशत हीलियम, तथा 0.07 प्रतिशत अन्य गैसीय तत्वों से बना हुआ है । किन्तु चूँकि सूर्य जलता हुआ गैस का गोला है । इसलिए प्रति सेकेन्ड चालीस लाख (40,00,000) टन हाइड्रोजन सौर पिण्ड से जल कर हीलियम के राख के रूप में परिवर्तित हो जाती है । विनाश की प्रति सेकेन्ड इस दर से भी सूर्य को पूर्ण रूप से नष्ट होने में तीस अरब वर्ष लगेंगे ।

हम सभी को दृढ़ विश्वास होना चाहिए कि प्रलय अवश्य ही घटित होकर रहेगी । इसलिए कि अल्लाह ने कुर्आन के अन्दर सख्त ताकीद के साथ प्रलय के घटित होने की खबर दी है एवं वैज्ञानिकों की दृष्टि में भी प्रलय का घटित होना साबित है ।

अन्त में अल्लाह से प्रार्थना है हमें कि प्रलय के प्रकोप से बचाए । आमीन ।

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

वजह से अग्नि की लपटें दिखलाई पड़ेंगी ।

प्रलय काल वैज्ञानिकों की दृष्टि में:

प्रिय पाठको!

वर्तमान युग विज्ञान का युग है । अतः इस युग का मनुष्य किसी वस्तु की वास्तविकता को प्रायः उसी समय स्वीकार करने के लिए तैयार होता है, जब कि वह उसे विज्ञान की कसौटी पर परख न ले ।

1- टोलमैन का मतः

अमेरिकन वैज्ञानिक प्रो0 टोलमैन के मतानुसार ब्रहमाण्डीय विस्तार एक अस्थाई अवस्था है और ब्रहमांड के पदार्थों का परिवर्तन प्रलय की दिशा में हो रहा है । प्रकृति के सभी तत्व यह व्यक्त कर रहे हैं कि ब्रहमांड का भार तत्व और शक्ति अथाह शुन्य में छितराई जा रही है । सुर्य का तापमान निश्चित रुप से धीरे-धीरे घटता जा रहा है और सितारे बुझने वाले अंगारों के समान बनते जा रहे हैं । पदार्थ प्रकाश किरणों में बदल रहे हैं और शक्ति शुन्य में मिटती जा रही है ।

इस प्रकार ब्रहमांड तापान्त अवस्था की ओर अग्रसर हो रहा है । एक दिन आयेगा जब ब्रहमांड की कार्य विधियां अवरुद्ध हो जायेंगी । प्रकाश जीवन तथा उष्णता का अस्तित्व मिट जायेगा । केवल एक अखण्ड अनन्त महान शाश्वत शक्ति (Eternal Supereme Power) शेष रह जायेगी । (लाइलाह इल्लल्लाह एक वैज्ञानिक समीक्षा पृष्ठः 122)

2- ए0 एच0 बीथे का मतः

प्रोफेसर ए0 एच बीथे ने अपने नाभिकीय संलयन सिद्धांत को (The Nuclear re-action or Nuclear Fusion Theory) प्रस्तुत करते हुए

AsliAhleSunnet.com

है कि हजरते इब्ने उमर (रजि0) ने उसकी पूरी हालत दिखा दी कि किस तरह नबी स0अ0व0 ने उसे बात बताया कि अल्लाह आसमानों और ज़मीनों को अपने हाथ में लेगा और कहेगा मैं बादशाह हूँ अपनी उंगलियों को कभी खोलेगा कभी बन्द करेगा और नबी स0अ0व0 उस समय हिल रहे थे, यहाँ तक कि नबी स0अ0व0 के हिलने से सारा मिम्बर हिलने लगा, और मुझे यह भय हुआ कि कहीं वह नबी स0अ0व0 को गिरा ने दे । (सहीह मुस्लिम, हदीस न0 2788)

प्रलय के भयानकता के बारे में अल्लाह का कथन है:

﴿وإذا البحار سجرت﴾ (التكوير: ٦)

अर्थातः जब समुद्र भड़काये जायेंगे ।

अब प्रश्न उठता है कि समुद्र में आग कैसे उत्पन्न होगी ? जिस प्रकार भाप से भरे हुए बादलों में भी बिजली मौजूद है उसी प्रकार समुद्र के पानी में भी बिजली मौजूद है । और जिस तरह बादलों के घर्षण से बिजली पैदा हो जाती है और नदी के जल का उंचाई से गिरने के कारण बिजली पैदा हो जाती है जिससे आग की तरह प्रकाश तथा जलन पैदा हो जाती है । उसी तरह कयामत के दिन जब सम्पूर्ण पृथ्वी ही अत्यन्त तीव्र भुकम्प के लगातार झटकों के कारण बुरी तरह हिला दी जायेगी तो इसका परिणाम यह होगा कि समुद्र का पानी भड़क कर आकाश की उंचाई तक लहराने लगेगा, जैसाकि वर्तमान समय में भी भुकम्प आने पर समुद्र के पानी में ऊँची ऊँची लहरें उत्पन्न हो जाती है और वे तुफान लहरों से आग का रुप धारण कर लेती है, और कभी कभी तूफानी लहरों से आग की लपटें भड़कती हुई दिखलाई पड़ती हैं । जिन्हें बड़वानल (Sub-marine fire) कहते हैं । इसी तरह कयामत के भुकंप से समुंद्र का पानी लगातार आकाश की ऊँचाई तक उठेगा फिर नीचे गिरेगा । इस क्रमिक प्रतिक्रिया के कारण समुद्र के पानी में बिजली पैदा हो जाएगी जिससे समुद्र में चतुर्दिक बिजली पैदा होने की

AsliAhleSunnet.com

وكل أتوه داخرين﴾ (النحل: ٨٧)

उस रोज जबकि सूर फूंका जायेगा और वे सब जो आसमानों और जमीन में है सब भयभीत हो जायेंगे । सिवाय उन लोगों के जिन्हें अल्लाह उस भय से बचाना चाहेगा और सब विवश होकर उसके समक्ष हाजिर हो जायेंगे । सूर फूंका जायेगा जिसके भय से कुछ लोग बचे रहेंगे, कुछ लोगों के अनुसार सभी ईमान वाले हैं । और कुछ लोगों के अनुसार नबियों और शहीद लोगहैं, और कुछ लोगों के अनुसार फरिश्ते हैं । इमाम शौकानी (रह0) फरमाते हैं कि सम्भव है कि सभी उपयुक्त लोग ही शामिल हैं क्योंकि ईमान वाले हकीकी घबराहट से सुरक्षित रहेंगे । अल्लाह का कथन है:

﴿وما قدروا الله حق قدره والأرض جميعا قبضناه يوم القيامة والسمٰوٰت مطوية بيمينه﴾ (الزمر: ٦٧)

और उन लोगों ने जैसी क़दर अल्लाह की करनी चाहिए थी नहीं की, सारी पृथ्वी प्रलय के दिन उसकी मुट्ठी में होगी और तमाम आसमान उसके दाहिने हाथ में लपेटे हुए होंगे । इस आयत को स्पष्ट करते हुए इमाम इब्ने कसीर (रह0) ने अपनी पुस्तक तफसीर इब्ने कसीर खण्ड 4 पृष्ट 511 पर लिखे हैं कि एक बार यहूदियों का एक बड़ा आलिम रसूल स0अ0व0 के पास आया और कहने लगा कि हम यह लिखा पाते हैं कि अल्लाह सातों आसमानों को एक उंगली पर रख लेगा और सभी जमीनों को एक उंगली पर रख लेगा, और वृक्षों को एक उंगली पर रख लेगा, और पानी और मिट्टी को एक उंगली पर और सभी मख्लूक को एक उंगली पर रख लेगा फिर कहेगा मैं ही सबका दाता और सच्चा बादशाह हूँ ।नबी स0अ0व0 उसकी बात की सच्चाई पर हँस दिये यहां तक कि आप (सल0) के मसूढ़े दिखाई दिये फिर आपने इसी आयत की तिलावत की ।

इसी आयत की स्पष्ट तफसीर इब्ने कसीर खण्ड 4 पृष्ठ 512 में इस तरह

AsliAhleSunnet.com

प्रलयकाल का दृश्य वैज्ञानिकों की दृष्टि में

फैयाज़ आलम शफीक आलम
आलिम प्रथम वर्ष

حامدا ومصليا أمابعد:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم.

﴿إذا الشمس كورت، وإذا النجوم انكدرت وإذا الجبال سيرت﴾ (تكوير: ١-٣)

अल्लाह ने पृथ्वी और आकाशों की रचना और उनके अन्दर पायी जाने वाली सभी चीज़ों की रचना का एक अस्थाई प्रबन्ध किया है ।

ये समस्त वस्तुएं निश्यच ही नश्वर हैं । केवल अल्लाह ही शाश्वत है । उसने स्वयं ही पृथ्वी और आकाशों तथा उसमें पायी जाने वाली समस्त वस्तुओं के विनष्ट होने का सन्देश देते हुए इरशाद फरमाता है कि:

﴿وما خلقنا السماوات والأرض وما بينهما إلا بالحق وأجل مسمى والذين كفروا عما أنذروا معرضون﴾ (أحقاف: ٣)

अर्थातः हमने जमीन और आसमानों को और उन सारी चीज़ों को जो उनके मध्य हैं उचित ढ़ंग से तथा केवल एक निश्चित अवधि ही के लिए पैदा किया है, मगर ये अल्लाह की सत्ता से इन्कार करने वाले (काफिर) लोग इस वास्तविकता से मुँह मोड़े हुए हैं ।

जिससे उनको सचेत किया गया है । प्रलय के घटित होते समय पृथ्वी पर रहने वाले लोगों, आकाश तथा समस्त आकाशीय पिण्डों अर्थात ग्रहों नक्षत्रों तथा अन्य सितारों की जो हालत होगी उसका चित्रण कुर्आन पाक में विभिन्न प्रसंगों में किया गया है । इरशाद है:

﴿ويوم ينفخ في الصور ففزع من في السماوات ومن في الأرض الا من شاء الله

AsliAhleSunnet.com

मुसलमानों की स्त्रियों से कह दे कि (बाहर चलंते समय) बड़ी बड़ी चादरें ओढ़ लिया करें, इस से उनकी पहचान हो सकेगी, तो उनको (किसी प्रकार का) कष्ट न होगा ।

अतः किसी कवि ने स्त्रियों के पर्दा के संबंध में क्या ही खूब कहा है:

तेरी जिन्दगी इसी से, तेरी आबरू इसी से
जो रही खुदी तो शाही, न रही तो रुसियाही

इसलिए महिलाओं को चाहिए कि वह महिला बन कर ही रहें और स्वंय को छुपाए रखें नहीं तो उन पर यह काव्य सत्यनिष्ठ होगाः

फुलों की अन्जुमन से सितारों की बज़्म तक
मौजुए गुफतगु है तेरी दिलकशी की बात

इसलिए महिलाओं को चाहिए कि वह इन जैसे कुकर्मों से तौबा करें और सम्भल जायें क्योंकि अब भी समय है सूबह का भूला हुआ शाम को घर वापस आ जाए तो उसको भुला हुआ नहीं कहते हैं ।

अंत में प्रर्थना है कि अल्लाह हमारे पापों को क्षमा करे और हमारी जो माँयें और बहनें बेपर्दगी, अश्लीलता से ग्रस्त हैं उनको सामर्थ्य दे कि इस्लाम के आदेशों को मानने लगें और पश्चिमी सभ्यता को छोड़ कर इस्लामी सभ्यता व संस्कृति को गले लगालें । आमीन

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

इस्लाम महिलाओं को आदेश देता है:

﴿ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾ (١)

अर्थातः और पहले जाहिलियत के युग की तरह अपने बनाव श्रृंगार का प्रदर्शन न करो । फिर वह सौंदर्य का प्रदर्शन क्यों करती है ?

इस्लाम औरतों को आदेश देता है:

﴿إن اتقتن فلا تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض وقلن قولا معروفا﴾(٢)

अर्थातः अगर तुम (अल्लाह) से भयभित हो तो तुम दबी ज़बान से बातें मत करना (वरना) जिन लोगों के हृदय में (निफ़ाक़ का) रोग है वह अपने मतलब की उम्मीदें रखने लगेंगे, वहाँ तुम नियम के मुताबिक बात कहा करो ।

इस्लाम महिलाओं को आदेश देता है:

﴿ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن﴾ (٣)

अर्थातः इस तरह तेज़ी से पाँव मार कर न चलें कि (झंकारों की आवाज़ से) उनकी छुपी हुई सजावट स्पष्ट हो जायें । फिर ज़बान के सिवाय दुसरे अंगों से भी कान को प्रभावित क्यों करती है ?

इस्लाम महिलाओं को आदेश देता है:

﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك أدنى أن يعرفن فلا يؤذين﴾ (٤)

अर्थातः ऐ (हमारे प्यारे नबी) स०अ०व० आप अपनी स्त्रियों, बेटियों और

(1) सूरह अहज़ाब आयतः 33 ।
(2) सूरह अहज़ाब आयतः 32 ।
(3) सूरह नूर आयतः 31 ।
(4) सूरह अहज़ाब आयतः 59 ।

AsliAhleSunnet.com

यह स्वतंत्र महिलाओं का ही परिणाम है कि आज फिल्मों (Movies) और (T.V.) चैनलों में इन्हीं महिलाओं का मुख नज़र आता है ।

यह स्वतंत्र महिलाओं ही का परिणाम है कि आज लड़कियाँ घर से इस तरह बेनक़ाब होकर और बनाव श्रृंगार करके निकलती है कि चरित्रहीन लड़के उनके पीछे भागते हैं, उन पर आवाज़ें कसते हैं, सिटियां बजाते हैं ।

किसी कवि ने इन के संबंध में युँ कहा है:

नाम कल तक था जिनका हयादारों में
आज वह मुँह खुली हुई फिरती हैं बाज़ारों में

अतः आज लड़कियाँ फिल्मों में काम करने को तैयार होती हैं । आज लड़कियाँ मिस् इंडिया, मिस् वर्ल्ड और मिस् यूनिवर्स के नाम पर अश्लीलता का नंगा नाच नाच रही हैं, जिसमें वर्तमान फिल्मी हिरोइन्स (Movies Actress) में कई एक मुस्लिम लड़कियों के नाम लिए जा सकते हैं । परन्तु बड़े अफसोस के साथ कहना पड़ता है कि कल तक जो हमारी माँऐं और बहनें कुरआन और हदीस के सभाओं में अपने मूल्यवान समय को व्यतीत करती थीं आज होटलों और काँफी-हाउस में अपना समय व्यय करती नज़र आ रही हैं । कल तक जो स्त्रियाँ अपना समय मसजिद और मदरसों में विकसित करती थीं आज सिनेमा हालों और थियेटरों को विकसित करती नज़र आ रही हैं । कल तक जिन स्त्रियों के सरों और चेहरों पर नक़ाब और बुर्का नज़र आया करता था आज उन्हीं स्त्रियों को छोटे वस्त्रों में देखा जाता है ।

जबकि इस्लाम औरतों को आदेश देता है:

﴿قل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن﴾ (١)

अर्थातः ऐ नबी स०अ०व०! आप ईमानदार महिलाओं से कह दें कि अपनी नज़रें नीची रखें और अपनी शर्मगाहों की रक्षा करें । फिर वह अपनी नज़रों और शर्मगाहों की रक्षा क्यों नहीं करती हैं ?

(1) सूरह नूर आयतः 31 ।

AsliAhleSunnet.com

अंततः हर मोड़ पर पुरुषों के कंधे से कंधा मिलाकर ही नही बल्कि उन से दो डग आगे ही दिखाई दे रही हैं, उनको स्वतंत्रता तो प्राप्त हो गई परन्तु क्या वह जानती है कि उनको स्वतंत्रता के नाम पर क्या मिला? केवल यही मिला कि उनकी अस्तित्व पुरुषों की चाह बन गई । आज स्वतंत्र महिलाओं ही के कारण बहुत सी महिलाऐं अपने आप को हाईफाई और (V.I.P.) समझती हैं । परन्तु उनका हाल यह होता है कि वह अर्द्ध वस्त्र में इस तरह नाज़ो-अदा से चलती हैं कि युवक तो युवक कुरुप व्यक्ति भी व्याभिचार जैसी पाप का अपराधी हो जाते हैं जैसाकि रसूल (सल्लल्लाहु अलैहि व सल्लम) का कथन है:

"كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذلك لا محالة فالعينان زناهما النظر".(١)

और इसी हदीस का अनुवाद कवि ने कुछ इस तरह से की है:

चेहरा खुला देखकर कोई हंसता है कोई गाता है
कोई खांसता है तो कोई जानकर टकराता है

प्रिय पाठको!

यह स्वतंत्र महिलाओं का ही परिणाम है कि अमेरिका और युरोप में महिलाये छोटे छोटे वस्त्र पहन कर सभा को गरमाती हैं और इसी पर बस नहीं बल्कि इसी हालत में खेलती हैं, सनबाथ (Sunbath) और स्वीमिंग (Swimming) करती हैं और इतना ही नही बल्कि एक दफा तो युरोप में ढाई लाख पुरुषों और स्त्रियों ने बिल्कुल जन्मजात नंगा होकर जुलूस निकाला था आगे क्या हुआ होगा उसका अनुमान आप अच्छी तरह लगा सकते हैं ।

यह स्वतंत्र महिलाओं का ही परिणाम है कि अमेरिका में हालत यह है कि दस में से नौ बच्चों का अवैध जन्म होता है । अविवाहिता (कूवाँरी) माँओं की संख्या विवाहिता माँओं से 70% अधिक है ।

---

(1) मुस्लिम, किताबुल कदर, बाबः कदरे इब्ने आदम हज्जहु मिनज़-जेना व गैरिहि, खण्डः4, पृष्ठ संख्याः 2047 ।

AsliAhleSunnet.com

दुष्ट व्यवहार

स्वतन्त्र महिलाऐं और समाज में उनका हानिकारक प्रभाव

परवेज आलम सिद्दीक शेख
आलिम प्रथम वर्ष

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين، أمابعد:

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

﴿وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الأولى﴾ (١)

प्रिय पाठको! सर्व प्रथम हमें यह जानना चाहिए कि स्वतंत्र महिलाऐं किसे कहते हैं? इसका अर्थसमूह यह है कि महिलाओं को पुरुषों के अत्याचार से बचाया जाए और प्रत्येक विभागों में उसको पुरुष के बराबर अधिकार दिये जायें अथवा महिला को हर वह स्वतंत्रता प्राप्त हो जो पुरुष को प्राप्त है ।

अतः आज स्वतन्त्र महिलाओं का नारा लगाने वाले इसी नारा के द्वारा महिलाओं को धोखे के जाल (दामे-फरेब) में फंसा रहे हैं और संसार भर की महिलाऐं भी उसको अपने लिए एक मूल्यवान हीरा समझ कर उसकी उत्साहपूर्ण सहायता कर रही हैं । जगह जगह सभा स्थपित कर रही हैं, जुलूस निकाल रही हैं ।

इसलिए देखा जा रहा है कि कहीं उनको एयर हास्टेस बनाया जा रहा है तो कहीं मॉडल गर्ल (Model Girl) के अपवित्र इच्छा की पूर्ति में प्रयत्नशील हैं तो कहीं होटलों (Hotels) में पुरुषों के विशाल बोझ को अपने मृदुल कंधों पर उठाए हुए हैं, कहीं पुलिस (Police) और सैनिक (Army) के स्नेहपुर्ण कामों को अपने मृदुल (नर्म) हाथों से अंजाम दे रही हैं ।

(1) सूरह अहज़ाब, आयतः 33 ।

AsliAhleSunnet.com

इतनी चुस्त होती है कि जिससे पिंडलियाँ व्यक्त होती हैं । अब तो औरतों में पैन्ट-शर्ट और जिन्स टी-शर्ट पहनने का रिवाज भी कुछ सालों से प्रचलित है । इसी प्रकार बहुत सारी सामाजिक बुराईयाँ हैं जो समाज के जड़ को खोखला कर रही हैं ।

4-सभ्यता एवं कल्चर: कोई भी सभ्यता एवं कल्चर, कला का इन्कार नहीं करती तथापि उसका नियोजन वह अपने आस्था (अक़ीदा) के अनुसार करती है । आज के प्रगतिशील युग में फिल्म तथा डरामे की अधिकता एवं लोकप्रियता पश्चिमी सभ्यता की देन है । आज हमें यह सोचने का समय नहीं मिलता कि हमारी चौदह सौ वर्षों की सभ्यता इस फिल्म और डरामे से क्यों खाली है ? इस लिए खाली है क्योंकि यह चीज़ें एक सभ्य समाज के लिए उचित नहीं हैं अगर उचित होतीं तो इस्लाम मुसलमानों को इसकी अनुमति अवश्य देता ।

मुस्लिम समाज में गाने-बजाने एवं नाचने वाले लोग, भांड, गवइये, हिजड़े, रंडियाँ तथा तवाईफ कहलाते थे परन्तु, आज पश्चिमी सभ्यता ने उन्हें सम्मानजनक कलाकार बना दिया है । पश्चिमी सभ्यता का जादू इस प्रकार छाया हुआ है कि आज वही नाचने-गाने वाले सुपर स्टार बन गये हैं जिनके प्रोग्रामों में बड़ी-बड़ी हस्तियाँ सम्मिलित होती हैं और उन्हें कीमती पुरस्कार से सम्मानित करती हैं ।

इसी प्रकार बहुत से मैदान में पश्चिमी सभ्यता अपना रंग जमा रही है और हमारा समाज बद से बदतर होता चला जा रहा है, ऐसे समय में हमारा यह कर्तव्य बनता है कि हम अपनी सभ्यता को अपनायें, उसका प्रचार करें और पश्चिमी सभ्यता को अपने परिवार एवं समाज से मिटाने का प्रयत्न करें ।

अन्त में अल्लाह तआला से प्रार्थना है कि वह हमें इस्लामी सभ्यता को अपने जीवन में लागू करने का सामर्थ्य प्रदान करे । (आमीन)

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

का पाठ पढ़ाता है ।

2-शिक्षाः इस्लाम धर्म में शिक्षा कोई कारोबार नहीं बल्कि यह एक प्रकार की सेवा तथा मिशन है । पश्चिमी सभ्यता से प्रभावित होने से पूर्व मुस्लिम समाज में पिछले चौदह सदियों में मुसलमानों ने शिक्षा को कभी भी कारोबार नहीं बनाया ।

वर्तमान में जितनी भी शिक्षण-संस्थाऐं खुल रहीं हैं वहाँ ऐसी-ऐसी किताबें पढ़ाई जाती हैं जिससे बच्चे भविष्य में अच्छी नौकरी प्राप्त करने में सफल हो सकें लेकिन इन जैसे बच्चों में नैतिकता नाम की कोई चीज़ नहीं होती है । बच्चों के दिल में अपने शिक्षकों के प्रति कोई आदर एवं सम्मान नहीं होता । आज से तीस चालीस वर्ष पूर्व ट्यूशन तथा कोचिंग का किसी ने नाम तक नहीं सुना था, आज लगभग सभी बच्चे संध्या के समय ट्यूशन तथा कोचिंग के लिए जाते हैं क्योंकि शिक्षकों और बच्चों का संबंध केवल कारोबारी होकर रह गया है । बच्चे पैसे देते हैं और पढ़ते हैं । शिक्षक पैसा लेते हैं और बच्चों को पढ़ाते हैं लेकिन इस्लामी परंपरा में शिक्षक केवल शिक्षक नहीं बल्कि एक मार्गदर्शक (मुरब्बी) भी होता है । धार्मिक शिक्षा अलग हो और दुनियावी शिक्षा अलग हो यह भी पश्चिमी सभ्यता के प्रभाव का परिणाम है और सत प्रतिशत गैर इस्लामी है ।

3-सामाजिकताः पिछली कुछ सदियों से मुस्लिम समाज में औरत को वह स्थान प्राप्त नहीं रहा जो इस्लाम ने उसे दिया था जैसे- उसे विरासत में हिस्सा न देना, परिवार से बाहर शादी-विवाह न करना, उसे शिक्षा से वंचित रखना तथा दूसरी शादी को बुरा समझना इत्यादि । जिसका लाभ उठाकर पश्चिमी सभ्यता के अनुयायियों ने स्त्रियों को नारी-स्वतन्त्रता का झूठा नारा देकर उन्हें पुरुषों की पंक्ति में ला खड़ा कर दिया जिसका परिणाम बहुत बुरा हुआ । मुस्लिम परंपरा में औरत को हाथ-पैर और चेहरे के सिवा पूरा शरीर छुपाने का आदेश है । जब मुस्लिम समाज में पश्चिमी सभ्यता ने अपना रंग जमा लिया तो हमारे यहाँ पहले औरतों की आधी आस्तीनों का रिवाज हुआ और अब नया फैशन यह है कि पूरी आस्तीन गायब होती है, कमीज़ इतनी उँची होती है कि जिससे रानें खुली रहती हैं, शलवार

AsliAhleSunnet.com

लेकिन वास्तव में पश्चिमी सभ्यता से पूर्ण रूप से प्रभावित हों ।

मुसलमान जब तक अपने दीन (धर्म) से जुड़े रहे, उसके आदेशों का पालन करते रहे तब तक उनके अन्दर ऐसे गुण जन्म लेते रहे जिनके द्वारा दुनिया में सिंहासन प्राप्त किया जाता है । जैसे- भाई-चारा, परिश्रम, संस्था-कानून एवं समर्पण इत्यादि । वह हर मैदान में अपने कदम को आगे बढ़ाने के साथ-साथ विज्ञान एवं टेक्नालॉजी में भी प्रगतिशील रहे । अन्ततः मुस्लिम सभ्यता ने अपने समय के समस्त सभ्यताओं पर विजय प्राप्त किया । परन्तु बीसवीं शताब्दी के आते-आते मुस्लिम समाज में ऐसी त्रुटियों ने जन्म लिया जिनके कारण कोई भी कौम (राष्ट्र) दुनिया में सर उठाकर जीवन व्यतीत नहीं कर सकती । मुसलमानों में आलस्य, मतभेद, स्वार्थ एवं कायरता ने जन्म लिया जिसके फलस्वरूप मुसलमान सामाजिक, व्यवसायिक एवं अन्य क्षेत्रों में पीछे होते चले गये ।

पश्चिमी सभ्यता का प्रभाव जीवन के विभिन्न भागों में:

1-अक़ीदा (आस्था): मुस्लिम परंपरा में चूँकि प्रत्येक आदमी का अंतिम लक्ष्य प्रलोक की सफलता है । यही कारण है कि पहले मुस्लिम समाज में दुनिया पाने की दौड़ न थी अपितु नेकी के कामों में थी । इसके विरुद्ध पश्चिमी सभ्यता में प्रत्येक आदमी का लक्ष्य केवल दुनिया की सफलता है । मुसलमानों ने पश्चिमी सभ्यता से प्रभावित होकर दुनिया में सफलता पाने के लिए अपने दीन (धर्म) को त्याग दिया । अब स्थिति यह है हर आदमी अधिक से अधिक धन बटोरने में लगा हुआ है ताकि उसका जीवन खुशहाल रहे ।

मुस्लिम परंपरा में प्रतिष्ठा एवं सम्मान का स्तर संयम (तक़्वा) है । पश्चिमी सभ्यता के अनुकरण में मुस्लिम समाज ने प्रतिष्ठा एवं सम्मान का स्तर धन-दौलत को बना लिया है । आज सम्मानजनक वह है जिसके पास कार, बंगला, बैंक-बैलेंस और कारखाने हों । अब एक गरीब आदमी जिसका कोई सम्मान नहीं चाहे वह कितना भी संयमशील (मुत्तक़ी) क्यों न हो । आज का मुसलमान पश्चिमी सभ्यता के अनुकरण में जाकर लालच का शिकार हो चुका है जबकि इस्लामी परंपरा सादगी

AsliAhleSunnet.com

यूरोपीय अंधकार

मुस्लिम समाज पर पश्चिमी सभ्यता का प्रभाव

अख़लाक अहमद पुत्र मुहम्मद यूसुफ
फज़ीलत द्वितीय वर्ष

यूरप की गुलामी पे रज़ामन्द हुआ तू
मुझको तो गिला तुझसे है यूरप से नहीं है

एक शक्तिशाली राष्ट्र एवं सभ्यता जब किसी कमज़ोर राष्ट्र एवं सभ्यता पर विजय प्राप्त करता है तो वह केवल उस राष्ट्र पर विजय प्राप्त नहीं करता है अपितु उसके दिल व दिमाग को भी अपने अधीन कर लेता है और अपने विजय को स्थायी एवं सशक्त बनाने के लिए ऐसी रणनीति बनाता है जिसके फलस्वरूप पराजित राष्ट्र एवं उसकी सभ्यता सदैव के लिए एक ऐसी खाई में जा गिरे कि जिससे निकलना असंभव हो । विजयी राष्ट्र यह चाहता है कि पराजित राष्ट्र उसकी सभ्यता को अच्छा व्यतीत करे तथा उसके अनुसरण में आ जाये । पराजित राष्ट्र स्वंय अपनी सभ्यता को कमतर समझे और कभी भी प्रगति के पथ की ओर अपने कदम को बढ़ा न सके ।

ऐसा ही कुछ पश्चिमी सभ्यताओं ने मुस्लिम देशों एवं उनकी सभ्यताओं के साथ किया जिसके कारण मुस्लिम समाज कमजोर हो गया तथा पश्चिमी सभ्यताओं ने धीरे-धीरे अपना शिकंजा कसना शुरु कर दिया । उन्नीसवीं तथा बीसवीं शताब्दी में पूर्ण रूप से मुस्लिम राष्ट्रों पर कब्ज़ा कर लिया और साथ ही साथ उनके दिल व दिमाग पर हमला करना शुरु कर दिया । उन्होंने मुस्लिम शिक्षा-व्यवस्था को ध्वस्त करके पश्चिमी शिक्षा-व्यवस्था को लागू किया । लार्ड मैकाले की कूटनीति के अनुसार ऐसा मुसलमान तैयार करना शुरु किया जो नाम के तो मुसलमान हों

AsliAhleSunnet.com

हो चुकी ।

हजरत उमर (रजि0) के पास एक गुलाम था आपने बार-बार उससे इस्लाम स्वीकार करने को कहा और कहा कि मैं कुछ धार्मिक कार्य तुझे दूंगा लेकिन वह स्वीकार नहीं किया फिर भी उमर (रजि0) ने मृत्यु के समय उसे आजाद कर दिया । (كنزل العمال، حديث: ٢٥٦٨٠)

इस तरह के सैकड़ों घटनायें हैं जिन्हें यहाँ दर्शाया नहीं जा सकता । नबी स0अ0व0 के युग में कुछ मुसलमान कुछ यहूदी की मदद करते थे लेकिन जब वे इस्लाम स्वीकार नहीं किये तो मदद करना बन्द कर दिये तो ईश्वर ने फरमायाः

﴿وما تنفقوا من خير يوف إليكم﴾ (البقرة: ٢٧٢)

इसके अतिरिक्त भी ईश्वर ने फरमायाः

﴿لكم دينكم ولي دين﴾ (الكافرون:٦)

दूसरे स्थान में फरमायाः

﴿فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر﴾ (كهف: ٢٩)

इन तमाम आयतों में इस्लाम का चेहरा स्पष्ट है कि इस्लाम धर्म के मामले में कभी भी किसी पर बल प्रयोग को पसन्द नहीं किया ।

अगर इस्लाम धर्म ने अपनी हजार वर्ष की राजनीति करने के दौरान धर्म के मामले में लव जिहाद और बल प्रयोग का पाठ पढ़ाया होता तो इस्लाम के मानने वाले आज भारत में अल्पसंख्यक में न होते बल्कि बहुसंख्यक में होते ।

ईश्वर से प्रार्थना है कि वह इस्लाम विरुद्ध ताकतों को सही मार्ग दर्शन दे, आमीन ।

وما توفيقي إلا بالله.

☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

इस्लाम तो इस बात को भी पसन्द नहीं करता है कि उन गलत कामों के नजदीक भी जाया जाए । ईश्वर कहता है:

﴿ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشة وساء سبيلا﴾ (بنى اسرائيل:٣٢)

आश्चर्य की बात तो यह है कि जिस सांप्रदायिक ताकतों ने "लव जिहाद" को हवा दी है खुद उनकी लड़कियों ने विवाह मुसलमानों से रचाई है अब समझना चाहिए कि यह कितना बड़ा झूठ है ।

घर वापसी का मुद्दा:

कुछ लोग प्रेम की इस नगरी में घृणा की आग सुलगा रहे हैं । और घर वापसी के नाम पर इस्लाम के विरुद्ध साजिश रच कर घर वापसी का ड्रामा कर रहे हैं । परन्तु ध्यानपुर्वक सोचने से पता चलता है कि इसके पिछे हिन्दु संगठनों का भोले भाले हिन्दुओं से चंदा एकत्रित करना और रोजी रोटी का व्यवस्था करना असली कारण है । वास्तव में यह संगठनें धर्म की आज़ादी के अधिकार को छीनना चाहती हैं । वास्तविकता यह है कि हिन्दू धर्म में जात पात का जो विभाजन हुआ है यह पूरी तरह व्यक्तिगत स्वभाव के विरुद्ध है । उन्हें हमेशा डर लगा रहता है कि कहीं हिन्दु अपना धर्म त्याग कर इस्लाम धर्म स्वीकार न कर लें। इसी कारण इस्लाम पर बलपूर्वक अपना धर्म स्वीकार कराने का आरोप लगाकर घर वापसी का ड्रामा करके इस्लाम को दागदार और आम लोगों में इस्लाम के विरुद्ध नफरत फैला रहे हैं । जिसका वास्तविकता से कोई सरोकार नहीं । इस मामले में भी इस्लाम की दृष्टिकोण बिलकुल साफ है । इस्लाम ने धर्म के मामले में कभी भी ज़ोर या जबरदस्ती को पसन्द नहीं किया । एक सहाबी (रजि0) ने जब अपने बेटे को इस्लाम् स्वीकार करने के लिए मजबूर करना चाहा तो यह आयत उतरी:

﴿لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي﴾ (البقرة:٢٥٦)

धर्म के मामले में कोई जबरदस्ती नहीं यकीनन हिदायत गुमराही से ज़ाहिर

AsliAhleSunnet.com

परिवार में ऐसी नारी का रहना बहुत हानिकारक है । सन 1927 की लड़ाई में इसराईल की विजय और मिश्र व सिरिया की पराजय का कारण यही हुआ कि बड़े बड़े कमान्डर की पत्नियां इसाई और यहूदी थीं जो मुसलमानों के गोपनियता को इसराईल तक पहूंचा रही थीं । इसी लिए हज़रत उमर (रजि0) की यह समझदारी ही थी ।

लेकिन इसमें दो राय नही कि काफिर पुरुष से मुस्लिम नारी की और काफिर नारी से मुस्लिम पुरुष का विवाह नहीं हो सकता । मगर अफसोस कि इस वास्तविकता के बावजूद सांप्रदायिक तत्वों ने "लव जिहाद" का झूठा अफसाना छेड़ रखा है । अगर इस्लाम इसका निरुत्तर या पाठ पढ़ाने वाला होता या मुसलमान इसका निरुत्तर या पाठ पढ़ाने वाला होता या मुसलमान विवाह को इस्लाम फैलाने का स्त्रोत बनाना चाहते तो इस्लाम मुसलमान के अतिरिक्त समुदाय से विवाह निषेध नहीं की होती बल्कि उसको सराहा जाता । इस्लाम में तो यह भी पसन्द नहीं है कि कोई इस्लाम धर्म स्वीकार इस लिए करें कि फलाँ से उसकी विवाह हो जाए । नबी स0अ0व0 के युग में एक व्यक्ति इस्लाम स्वीकार कर चुके थे लेकिन स्वदेश से जो प्राकृतिक मोहब्बत होती है इस कारण वह प्रवास नहीं कर रहे थे लेकिन जिस नारी से वह विवाह करना चाहते थे उस नारी ने यह शर्त लगा दी कि इस विवाह के लिए उसको प्रवास करना होगा । नबी स0अ0व0 को जब पता चला तो आप स0अ0व0 ने फरमाया:

"إنما الأعمال بالنيات وإنما لإمرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة ينكحها فهجرته إلى ما هاجر إليه". (بخاری، باب كيف كان بدء الوحي، حديث نمبر: ١)

नियत के मुताबिक अमल होता है हर मनुष्य के लिए वही है जिसका वह इरादा करता है जिसका प्रवास करना दुनिया के लिए हो तो उसको दुनिया मिलेगा और जो नारी से विवाह करने के लिए प्रवास करे तो यह उसी के लिए है।

AsliAhleSunnet.com

झुकता है और दूसरों के आगे झुकना बहुत बड़ा पाप समझता है तो जो सैकड़ों देवताओं के पुजारी हो उसके साथ कैसे जीवन व्यतीत कर सकता है । इस लिए इस्लाम ने विवाह के संबन्ध में जिन को रुकावट माना है उनमें एक धर्म का अलग होना भी है । इसको हम कुछ तथ्यों से समझ सकते हैं :

पहला: मुसलमान महिला का विवाह किसी भी गैर मुस्लिम पुरुष से नहीं हो सकता चाहे यहूदी, इसाई या हिन्दू हो ईश्वर पवित्र कुरआन में कहता है:

﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ (البقرة: ٢٢١)

तुम लोग महिलाओं का विवाह मुशरिकों से न करो यहां तक कि वह ईमान ले आए ।

इसका कारण स्पष्ट है कि एक मुस्लिम स्त्री अपने विरुद्ध घरानों में ईमान की रक्षा नहीं कर सकती ।

दूसरा: किसी मुस्लिम पुरुष का विवाह यहूदी और इसाई के अतिरिक्त किसी भी धर्म की नारी से नहीं हो सकती । ईश्वर पवित्र कुरआन में कहता है:

﴿اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم﴾ (المائدة:٥)

इस आयत में मुसलमानों को इजाज़त है कि वह यहूदी, इसाई औरत से शादी कर सकता है ।

तीसरा: मुसलमान पुरुष का विवाह यहूदी इसाई से हो सकता है किन्तु आवश्यक है कि वास्तव में वह यहूदी इसाई हो लेकिन यह भी कराहत से खाली नहीं । हज़रत उमर (रजि0) ने जब यह बात सुनी कि शाम (सिरिया) में मुसलमान यहूदी इसाई नारी से विवाह कर रहे हैं तो उसको बहुत कठोरता से निषिद्ध कर दिया । इसमें हिकतम साफ है कि मुस्लिम घरानों में अन्य इस्लामी सभ्यता के घुस आने का सन्देह है और राजनीति व मुस्लिम रक्षा की दृष्टी से मुसलमानों के

AsliAhleSunnet.com

दुर्विचार

लव जिहाद, घर वापसी और इस्लाम

मो0 नसीम अखतर मो0 जामलुद्दीन
फजीलत द्वितीय वर्ष

भारत एक लोकतांत्रिक देश है जिसकी लोकतांत्रिकता पूरे विश्व में प्रसिद्ध है जिस पर पूरे देश वासी बहुत गर्व करते हैं । यही कारण है कि भारत वर्ष में बहुत सारे धर्म के पालन करने वाले बहुत ही शान्ति से जीवन व्यतीत करते हैं । जहाँ की धरती गंगा जमुनी संस्कृति के नाम से प्रसिद्ध है । जहाँ पर हर व्यक्ति अपने विचार के अ़नुसार किसी भी धर्म का पालन करने के लिए स्वतंत्र है । जहाँ पर धर्म और जाति के नाम पर भेद-भाव करना कानूनी अपराध है ।

लेकिन बहुत अफसोस कि पिछले कुछ दिनों से कानून को बालाए ताक़ रख कर राजनीति की आड़ में कुछ लोग इस्लाम धर्म के विरुद्ध "लव जिहाद" और "घर वापसी" का ड्रामा करके इस्लाम को दागदार करने के साथ साथ गंगा जमुनी संस्कृति और देश की कानून व्यवस्था को पूरी तरह बिगाड़ने की कोशिश कर रहे हैं । इस संबन्ध में जहाँ तक इस्लाम धर्म की बात है तो इस्लाम धर्म इस तरह के आरोपों से कोसों दूर है । इस्लाम का चेहरा इस संबन्ध में एक झलकते हुए पारर्दशी शिशा की तरह है । आईये इस संबन्ध में इस्लाम की दृष्टिकोण जानते हैं:

लव जिहाद:

ईश्वर ने मनुष्य की फितरत कुछ इस तरह बनायी है कि वह प्यार का भूखा है और यह प्रेम ज्यादातर संबन्ध से प्राप्त होता है, उन्हीं संबन्ध में से एक संबन्ध विवाह भी है यह ऐसा संबन्ध है जो कि नारी पुरुष के बीच मरने तक होता है । इसी लिए विवाह का यह संबन्ध धर्म के दृष्टी से भी समान होना चाहिए, क्योंकि एक व्यक्ति एक ही ईश्वर को मानता है और उसी के सामने

AsliAhleSunnet.com

दुनिया से अपना दिल नहीं लगाया । तिर्मिजी में है "एक बार आप स0अ0व0 चटाई पर आराम कर रहे थे । जब आप उठे तो आप के शरीर पर चटाई के निशानात और चिह्न थे, इब्ने मसऊद रजी0 ने कहा ऐ अल्लाह के रसूल आप हमें आज्ञा देते तो आप के लिए नर्म बिस्तर तैयार करके बिछा देते । आपने उत्तर दिया: मेरा दुनिया से क्या सम्बन्ध । मेरा और दुनिया का सम्बन्ध सिर्फ इतना है कि जैसे कोई मुसाफिर यात्रा करते हुए किसी पेड़ के नीचे छाया लेने के लिए बैठ जाये, आराम करे और कुछ देर के बाद उसे छोड़कर अपने पथ पर चल पड़े । (तिर्मिज़ी, अल-ज़ोहद: 2377)

आप स0 दुनिया की असल हकीकत और उसके स्तर को वर्णन करते हुए कहा:

"والله ما الدنيا في الآخرة إلا مثل ما يجعل أحدكم إصبعه في اليم فلينظر بم ترجع".

"अल्लाह की कसम! दुनिया आखिरत की उपेक्षा ऐसे है जैसे एक आदमी समुन्दर में उँगली डाले फिर देखे उसे कितना पानी लगता है । (सही मुस्लिम: 2857)

इस्लाम ने दुनिया की असल हकीकत को स्पष्ट करने के बाद यहाँ जीवन व्यतीत करने का ढ़ंग भी बतला दिया है ।

"كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل". (صحيح بخاری، الرقاق: ٦٤١٦)

तर्जुमा: "तुम दुनिया में यूँ रहो जैसे कोई परदेशी या मुसफिर"।

परदेशी तो कहीं न कहीं ठहर ही जाता है लेकिन एक मुसाफिर के सामने रास्ता तय करने के सेवा कोई उद्देश्य नहीं होता । उस पर केवल यह धुन सवार होती है कि सफर तय करके शीघ्र से शीघ्र अपनी मंजिल तक पहुँच जाये । इसी प्रकार इस्लाम के पथिक को चाहिए कि अपने असल उद्देश्य से मतलब रखे और वास्तविक सफलता को कभी भी अपनी नज़रों से ओझल न होने दे । अगर वह इस दुनिया में उलझ गया तो मंज़िल तक नहीं पहुँच सकता । एक मोमिन के नज़दीक यह दुनिया दिल लगाने की जगह नहीं । उसका असल ध्यान, और असली ठिकाना जन्नत की तरफ होना चाहिए ।

अल्लाह हमें इसकी तौफिक़ दे । (आमीन) ☆☆☆

AsliAhleSunnet.com

जिन्दगी है । काश कि यह लोग जान लेते ।

दुनिया की असल हकीकत को स्पष्ट करते हुए नबी स0 के इस कथन को हज़रत जाबिर रजी0 रिवायत करते हैं:

"أن رسول الله ﷺ مر بجدي أسك ميت قال: أيكم يحب أن هذا له بدرهم، فقالوا ما نحب أنه لنا بشيء، قال: فوالله للدنيا أهون على الله من هذا عليكم" (صحيح مسلم، الزهد: ٢٩٥٧)

"अल्लाह के रसूल कानंकटी मुर्दा बकरी के बच्चे के पास से गुज़रे और कहा: तुम में से कौन इसे एक दिरहम में लेना पसन्द करेगा? सहाबा ने कहा: हम तो उसे बिला दाम के भी लेना पसन्द नहीं करते । आप (स0अ0व0) ने कहा: अल्लाह की कसम! तुम्हारे नज़दीक जितना अधिक यह बे हकीकत और कमतर है, अल्लाह के यहाँ दुनिया इससे भी अधिक बे हकीकत और कमतर है । बल्कि यह दुनिया और यहाँ की सारी चीजें अल्लाह के यहाँ धुतकारी हुई है जैसा कि नबी स0अ0व0 ने फरमाया:

ألا إن الدنيا ملعونة، ملعون ما فيها إلا ذكر الله وما والاه وعالم أو متعلم.
(ترمذى، الزهد: ٢٣٢٢)

"खबरदार! यह दुनिया और उसका साज सज्जा सब धुतकारा हुआ है, सेवाये अल्लाह के जिक्र और अल्लाह के करीब करने वाली चीजें और आलिम और विद्यार्थी के ।"

कुछ लोग दुनिया को पाने के लिए बड़े लालची और उत्सुक होते हैं, फिर यह लोग हराम, एवं हलाल और वैध एवं अवैध के बीच फर्क नहीं करते और इस प्रकार अपनी आखिरत बर्बाद कर लेते हैं । परन्तु जो व्यक्ति आखिरत का इच्छुक होता है । वह आखिरत के लिए चिन्तित रहता है और उसके लिए तैयारी करता रहता है । और दुनिया के धोखे में नहीं आता ।

आमतौर पर लोग दुनियावी सुख, चैन को पाने के लिए अपनी पूरी शक्ति खर्च कर देते हैं, और बड़ी बड़ी जागीरें, महल और दौलत को तलाश करते रहते हैं । हालांकि दुनिया की जिन्दगी जैसी भी हो गुज़र जायेगी । लेकिन आखिरत की जिन्दगी हमेशा हमेश रहने वाली है । इसीलिए नबी स0अ0व0 ने कभी भी इस

नाशवान संसार

दुनिया की हक़ीक़त

मो0 निसार पुत्र मो0 यासीन
फज़ीलत द्वितीय वर्ष

आज मानव समाज दुनिया के मायाजाल में जिस तरह उलझा है, उसको देखकर लगता है कि आज का मानव इस दुनिया को सदैव बाकी रहने वाला और अपने को इसमें हमेशा जीवित रहने वाला समझ बैठा है । लेकिन इससे बड़ा झूठ और धोखा कुछ और नहीं हो सकता, क्योंकि हर आदमी अपनी आँखों से प्रतिदिन कितनों के जनाज़े को उठता हुआ देखता है और उसको यह भी विश्वास होता है कि एक ना एक दिन वह भी इस दुनिया को अलविदा कह देगा । इससे तो यह बात स्पष्ट हो गयी कि आदमी को इस संसार में निरंतरता (दवाम) नहीं है, और इसी प्रकार इस दनिया को भी हमेशगी नहीं है । लेकिन फिर भी लोग दुनिया के पीछे जिस तेज़ी से भाग रहे हैं और उसको पाने के लिए जितनी जतन कर रहे हैं अगर उसका एक हिस्सा भी जतन वास्तविक जीवन (आखिरत) के लिए करते तो यह उनके लिए अच्छा होता ।

सत्य यह है कि यह दुनिया और इसकी सारी चीज़ें फना होने वाली हैं । हमें यहाँ आज़माइश और इम्तेहान के लिए भेजा गया लेकिन हम इसी दुनिया को सबकुछ समझ बैठे और आखिरत को भूला बैठे । जो कि सबसे बड़ा धोखा है । जैसा कि कुर्आन कहता है:

﴿وما الحياة الدنيا إلا متاع الغرور﴾ (آل عمران: ١٨٥)

"कि दुनियावी ज़िन्दगी धोखा है" ।

और फिर इसकी वास्तविकता को वर्णन करते हुए कुर्आन कहता है:

﴿وما هذه الحياة الدنيا إلا لهو ولعب وإن الدار الآخرة لهي الحيوان لو كانوا يعلمون﴾. (العنكبوت: ٦٤)

दुनिया की जिन्दगी खेल और तमाशा है । हकीकी ज़िन्दगी तो आखिरत की

AsliAhleSunnet.com

सूची पत्र

क्रमांक	लेख	लेखक	पृष्ठ संख्या
1	दुनिया की हक़ीकत	मो0 निसार - फ2	4
2	लव जिहाद, घर वापसी और ---	मो0 नसीम अखतर - फ2	
3	मुस्लिम समाज पर पश्चिमी -----	अखलाक़ अहमद . फ2	
4	स्वतन्त्र महिलाऐं और समाज ---	परवेज़ आलम - अ1	
5	प्रलयकाल का दृष्य वैज्ञानिकों ---	फैयाज़ आलम - अ1	

AsliAhleSunnet.com

AL-MANAR 2015

Vol. 37

Guardian of the Union

Maulana Naimuddin Madani

Principal of Al-Jamia-tus-Salafiah

Supervision Council

Ataur Rahman Habibur Rahman
President

Abdullah Saquib Maqsood Alam
Gen. Secretary

Chief Editor

Uzair Ahmad

Sub-Editor

Yasir Asad Asad Azami

Issued by:

"Nadwa-tut-Talaba" Student's Union
Jamiah Salafiah, Reori Talab
Varanasi - 221010 (U.P.) India

AsliAhleSunnet.com

Vol.37

Al-Manar 2015

Guardian of the Union

Maulana Naimuddin Madani

Principal of Al-Jamia-tus-Salafiah

Supervision Council

Ataur Rahman Habibur Rahman
President

Abdullah Saquib Maqsood Aalm
Gen. Secretary

Chief Editor

Uzair Ahmad Noorul Huda

Sub-Editor

Yasir Asad Asad Azami

Issued by:

" Nadwa-tut-Talaba" Students' Union

JAMIAH SALAFIAH

Reori Talab, Varanasi-221010, India

AsliAhleSunnet.com